ناشر: کربلا ویوز پبلیکیشنز

www.facebook.com/IamAbuAbdullah.Zaidi

فہرست

معصومین علیہم السلام کائنات پر مکمل تصرف رکھتے ہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم، تحفہ یا علیؑ مدد

آج کل سوشل میڈیا پر موجود کافی حلقوں کی جانب سے اختیاراتِ معصومین علیہم السلام کو لے کر کافی کنفیوژن نظر آرہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سب علیاولی اللہ کا اقرار کرنے والے اور مراجع عظام و علماء حق کا احترام کرنے والے بھی ہیں یعنی نام نہاد خود ساختہ اخباری و نظام اجتہاد کے مخالف بھی نہیں لیکن پھر بھی نجانے کیوں ولایتِ تکوینی کے مخالف نظر آتے ہیں۔۔ عجیب۔۔

ایسی وہابی سوچ کا مکتبِ تشیع سے کوئی تعلق نہیں جہاں یا علی مدد اور اختیاراتِ آئمہ معصومین علیہم السلام کو یہ کہہ کر رد کیا جائے کہ یہ سب باتیں توحید کے خلاف ہیں اور توہین اللہ کا سبب ہیں (معاذاللہ)، حقیقت میں ایسے افراد کا عقیدہ توحید کمزور ہے جس میں انہیں ارتقاء کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں ایک دو چینل یوٹیوب پر بھی موجود ہیں جو ہر فضائلِ اہل بیت کو غلو کا سہرا پہنا کر تقصیرِ معصومین علیہم السلام کر رہے ہیں۔

اور ثناءخوانِ اہل بیتؑ پر اپنی کم علمی کی وجہ سے غالی کے فتوے ٹھوک رہے ہیں۔

ایک بات قابلِ تحسین ہے کہ ایسے یوٹیوب چینل واقعاًان جاہل ذاکرین کو بے نقاب بھی کر رہے ہیں جو حقیقت میں غالی و نصیری افکار کا پرچار کرتے ہوئے عقائدِ امامیہ پر حملہ آور ہیں جو یقیناًبہت ضروری کام ہے لیکن شاید کم علمی کی وجہ سے جید علماء جیسے مولانا سید علی رضا رضوی (حفظ اللہ) اور کئی منقبت و نوحہ خواں حضرات جن کو میں بذات خود جانتا ہوں اور ان کے افکار و نظریات سے واقف ہوں انہیں بھی غلو کے ڈنڈے سے ہانکنے میں لگ پڑے ہیں اور ہر اشعار کو غلو کا پرچار ظاہر کر کے مومنین کے اذہان کو منتشر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اگر فیس بُک پر دیکھا جائے تو یہاں بھی کچھ افراد مکمّل وہابی افکار لیے ہر فضائلِ اہل بیت کو غلو و تفویض کہہ کر جھٹلا رہے ہیں۔ اور فقط ان مختصر فضائلِ معصومین علیہم السلام کو حقیقی مان رہے ہیں جو مکمّل ایک صفحے پر لکھے جاسکتے ہیں جبکہ رسول اکرم (ص) ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علی اگر پوری زمین قرطاس بن جائے، درخت قلم بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں پھر بھی تمہارے فضائل کو لکھا نہیں جاسکتا۔۔۔ عجیب ہے واللہ ایسے افراد کی سوچ عجیب ہے جس کا مکتبِ تشیع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اگر تمہید ہی باندھتا چلا گیا تو یقین مانیں تمہید پر ہی پوری تحریر ختم ہو جائے گی تو اب ولایتِ تکوینی کے دفاع میں تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

یاصاحب الزمان(عج) المدد

میری پوری کوشش ہو گی کہ ولایت تکوینی یا اختیارات معصومین علیہم السلام جیسے عنوان پر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں مطالب کو بیان کروں جبکہ یہ خاص علم الکلام کی دقیق مباحث میں سے ایک ہے اور تحریر کو جتنا ممکن ہو سکا مختصر رکھنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے پہلے ولایت تکوینی کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کرتا ہوں۔

دیکھیے مومنین، ولایت اصل میں قرب اور نزدیکی کے معنی میں ہے یعنی لفظی تعریف میں ایک چیز دوسری چیز کے پاس اس طرح سے قرار پائے کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہے۔

اور اصطلاحی معنی میں ولایت ایسی نزدیکی اور قرب کو کہا جاتا ہے جو دوسروں کے کاموں میں خاص طرح کا تصرف و اختیار رکھے اور اسی ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت تکوینی اور دوسری ولایت تشریعی۔

تکوین کہ جو لفظ "کون" سے نکلا ہے، "ہونے" کے معنی میں ہے اور "عالم تکوین" سے مراد، خلقت کا کُل نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور امر سے "وجود" میں آیا ہے۔

المختصر کہ ولایت تکوینی مخلوقات اور تکوینی امور میں تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے جیسے خلق کرنا، مخلوقات کو باقی رکھنا اور ان میں تبدیلیاں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ سب اللہ تعالی کے ارادہ اور قبضہ قدرت میں ہے۔ لہذا پروردگارِ عالم سب مخلوقات پر تکوینی ولایت رکھتا ہے۔

ولایت تشریعی کو اگر آسان کر کے پیش کروں تو یہ کہوں گا کہ جسے ہم شریعت کہتے ہیں جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچائی گئی اسی ولایت کو تشریع، امر و نہی اور حکم دینے کا حق کہا جاتا ہے۔

المختصر کہ اللہ تعالی کی ولایت تشریعی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کام کا حکم دیتا ہے اور کسی کام کے ارتکاب سے منع کرتا ہے۔ جسے ماننا اس کی مخلوق پر واجب ہے۔

خیر میرا موضوع ولایت تشریعی نہیں بلکہ ولایتِ تکوینی ہے اور یہی ولایت تکوینی کہ جس کی اصل خود اللہ رب العزت ہے، اس نے اپنی یہ ولایت اپنے کن کن مقرب بندوں کو عطا کی ہے یعنی معصومین علیہم السلام کا اختیارِ تکوینی کہ جس پر تحریر جاری ہے۔

اکثر جو اعتراض اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ولایتِ تکوینی فقط اللہ کے لیے خاص ہے اور اس کی مخلوق کو حاصل نہیں اور جب مخلوق کو حاصل نہیں تو پھر کسی مخلوق کو ولایتِ تکوینی کا حامل ماننا توحید پر حملہ ہے۔

ایسا اعتراض فقط قرآن مجید کو لفظی ترجمہ سے سمجھ کر کیا جاتا ہے جو سو فیصد کم علمی کا ثبوت ہے۔

مثال کے طور پر قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ میں "محیی یعنی زندہ کرنے والا" ہوں مگر یہ نہیں فرمایا کہ زندہ کرنے کی طاقت کسی کو نہیں دوں گا بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ایسی طاقت دی گئی۔

علم غیب صرف اللہ کا ہے لیکن اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میں یہ علم کسی کو عطا نہیں کروں گا بلکہ انبیا اور کتنے اولیا کو اللہ نے علم غیب عطا فرمایا، مگر وہ غیب سے مطلع ہونے میں اللہ ہی کے محتاج ہیں۔

اسی طرح ولایت صرف اللہ کی ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ میں کسی کو ولایت نہیں دوں گا بلکہ ولایت عطا کی اور جسے اللہ کی طرف سے ولایت ملی وہ ولایت کو استعمال کرنے میں قطعی طور پر اللہ ہی کا محتاج ہے۔

اس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان اور بدن کے دیگر تمام اعضاء اللہ ہی کی ملکیت ہیں مگر اللہ نے ان کو اذن اور حکم دے رکھا ہے کہ ہمارے ارادے کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں۔ مگر جس حد تک اللہ نے ان کو اجازت اور حکم دیا ہے وہ اتنی ہی مقدار میں ہماری فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا بدن سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار ہے اس کے بعد ہمارا اور اگر ہمارے کنٹرول میں ہے تو درحقیقت اللہ ہی کی فرمانبرداری کر رہا ہے، اب ہم اگر اس سے شریعتِ خداوندی کے مطابق فائدہ اٹھائیں تو ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہے ورنہ ہمارے بدن نے تو اللہ کی فرمانبرداری کی ہے لیکن ہم نے گناہ کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کر دی ہے لہٰذا اسی بدن پر ہمیں ولایت تکوینی حاصل ہے۔

تو قارئین معصومین علیہم السلام کے پاس ولایت تکوینی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معصومین علیہم السلام اللہ کے اذن و عطا سے کائنات کے امور میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور معصومین علیہم السلام کے پاس ولایت تشریعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین اور دنیا کے سب امور میں انہیں امت کے تمام افراد کو امر و نہی کرنے کا حق حاصل ہے اور کوئی شخص ان کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی نافرمانی دراصل خدا کی نافرمانی شمار ہو گی۔

مثالیں تو لاتعداد دی جاسکتی ہیں لیکن تحریر کو مختصر رکھنا بھی مقصود ہے تو یہاں اب صحیح السند روایات اور علماء تشیع کے نظریات نقل کروں گا کیونکہ کوئی بھی عام مومن اپنے علم میں ان مجتہدین سے زیادہ نہیں ہو سکتا جو اپنی پوری زندگی دین کو سمجھنے میں لگا دیتے ہیں تبھی یہی علماءِ غیبتِ امام (عج) میں ہم پر امام کی جانب سے حجت ہیں اور انہی کی طرف رجوع کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

تو وہ احباب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مجتہدین عظام کی فقط فقہ میں تقلید واجب ہے عقائد میں نہیں تو یقیناً وہ درست کہتے ہیں بے شک عقائد میں تقلید حرام ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ جس روایت کو عام مومن اردو ترجمہ پڑھ کر سمجھ رہا ہے وہ اس سے زیادہ سمجھ رہا ہے جو مجتھد اپنی تمام زندگی دین کے علم میں لگا کر سمجھا ہے؟؟

یقیناً فقہاء کا فہم ہر طرح سے عام مومن سے بلند ہے اور اگر وہ کسی بات پر اپنا نظریہ پیش کریں تو وہ زیادہ قابل قبول ہو گا۔

تو آیئے ولایت تکوینی پر پہلے قرآن مجید و روایات سے مختصر دلائل پھر فقہائے تشیع کے نظریات پیش خدمت ہیں۔۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

انی قد جئتکم بأیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیءة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراباذن الله وابریء الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن الله وأنبئکم بما تأکلون وماتدّخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیةلکم ان کنتم مؤمنین۔(آل عمرآن ۴۹)

میں تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر تمہارے پاس آیا ہوں (وہ یہ ہے کہ) میں تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کر کے رکھتے ہو اگر تم صاحبان ایمان ہو تو اس میں تمھارے لیے نشانی ہے۔

مومنین بغور جائزہ لیں یہ آیت کائنات میں تکوینی تصرف کی طرف اشارہ کر رہی ہے جیسے خلق کرنا، موت دینا، زندہ کرنا، مریضوں کو شفا دینا وغیرہ لیکن ساتھ ساتھ ہم اس بات کی طرف بڑی واضح تاکید بھی دیکھتے ہیں کہ جناب عیسٰی علیہ السلام بار بار کہہ رہے ہیں کہ میں یہ کام اللہ کے اذن سے کرتا ہوں اس کی عطا کردہ قدرت سے کرتا ہوں مستقل طور پر نہیں کرتا اور بار بار اذن الٰہی کا تکرار اس لیے کیا تاکہ کوئی جناب عیسٰی علیہ السلام کو اولوہیت کا معتقد نہ ہو جائے۔

اب یہاں بعض افراد یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب یہ برگزیدہ ہستیاں اپنے افعال میں مستقل نہیں ہیں یعنی اللہ کی قدرت سے انجام دیتے ہیں تو پھر یہ عمل ان کا اپنا تو نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے؟

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ فعل انجام دینے کی قدرت خدا کی طرف سے ہو مگر فعل حقیقی طور پر ان کا ہو اور ظاہر آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ افعال جناب عیسیٰؑ کے اپنے افعال تھے مگر ان کاموں کی طاقت خدا نے دی ہے اور اسی بات کی طرف آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ نے اس آیت کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے

فاستعمال افعال مثل وابری واحیی الموتی وبضمیر المتکلم تدل علی ان هذه الافعال من عمل الانبیاء انفسهم وان القول بان هذه الافعال کانت تقع بسبب دعاءهم فقط هوقول لا یقوم علیه دلیل بل ان ظاهر آیات یدل علی انهم کانوایتصرفون بعالم التکوین ویقومون بتلک الافعال۔

حواله: الامثل فی تفسیر کتاب الله المنزل، جلد۲صفحه۵۰۶،۵۰۷

ابریء اوراحیی الموتی کے افعال کا ضمیر متکلم کے ساتھ استعمال کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ افعال انبیاء کے اپنے افعال ہیں اور یہ کہنا کہ یہ تکوینی افعال فقط ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں تو اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ظاہر آیات دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کائنات کے تکوینی امور میں تصرف کرتے تھے اور ان امور کو خود انجام دیتے تھے۔

مزید آیات بھی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو زندہ کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس آنا، تختِ بلقیس کو پلک جھپکتے سامنے لانا وغیرہ جسے اسکپ کررہاہوں اور روایات کی جانب آرہاہوں۔

پہلی روایت ملاحظہ فرمائیں

عن أبي بصير قال دخلت على أبي جعفر عليه السلام فقلت له أنتم ورثة رسول الله صلى الله عليه وآله؟

قال نعم، قلت رسول الله صلى الله عليه وآله وارث الأنبياء، علم كما علموا؟ قال لي نعم، قلت فأنتم تقدرون على أن تحيوا الموتى وتبرؤا الأكمه والأبرص؟ قال نعم بإذن الله،

ابو بصیر بیان کرتے ہے ایک دن میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا مولا آپ نبی (ص) کے وارث ہیں؟ مولا نے فرمایاہاں، میں نے عرض کیا رسول خدا (ص) تمام انبیاء کے وارث ہیں اور جو کچھ دوسرے انبیاء کے پاس تھا آپ کے پاس بھی تھاتو جو کچھ دوسرے جانتے تھے آیاوہ رسول خدا بھی جانتے تھے؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں۔

میں نے سوال کیا مولا آیا آپ مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں لیکن اللہ کے اذن اور اجازت سے ہم مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں۔

حوالہ: اصول کافی، جلد 1، صفحہ 470، حدیث 3

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں

فعن جابر الجعفی عن الاما م الباقر علیه السلام قلت یاابن رسول الله ومن المقصر؟قال الذین قصروا فی معرفة الأئمة وعن معرفة ما فرض الله علیهم من امره وروحه۔قلت یا سیدی وما معرفة روحه؟قال ان یعرف کل من خصه الله تعالیٰ بالروح فقد فوض الیه امره یخلق باذنه ویحیی باذنه ویعلم الغیر ما فی الضمائر ویعلم ماکان وما یکون الی یوم القیامة وذلک ان هذا الروح من امر الله تعالیٰ فمن خصه الله بهذا الروح فهذا کامل غیر ناقص یفعل ما یشاء باذن الله یسیر من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة یعرج به الی السماء وینزل به الی الارض ویفعل مایشاء واراد قلت یا سیدی اوجدنی بیان هذا الروح من کتاب الله قال نعم اقراء هذه الآیة وکذلک اوحینا الیک روحاًمن امرنا

جابر کہتاہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہااے فرزند رسول ؐمقصر کون ہیں؟

فرمایاوہ لوگ جنھوں نے آئمہ ؑکی معرفت میں کوتاہی کی اور اس روح کی معرفت میں تقصیر کی جسے اللہ نے آئمہ ؑپر لازم قرار دیاہے۔

میں نے کہا اے میرے سردار روح کی معرفت کیا ہے؟

فرمایا ہر وہ جسے اللہ تعالیٰ نے روح کے ساتھ مخصوص کیا ہے اسے ایسے پہچانا جائے کہ اللہ نے اپنا امر اسکی طرف سپرد کر دیا ہے وہ اس کے اذن سے خلق کرتا ہے اور اس کے اذن سے زندہ کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ گذشتہ اور قیامت تک آنے والے واقعات سے باخبر ہے اس وجہ سے کہ یہ روح اللہ کا امر ہے اللہ جسے یہ روح عطا کرتا ہے وہ کامل انسان ہے۔ اللہ کے اذن سے جو چاہے وہ کرتا ہے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے۔ اسی روح کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور زمین کی طرف اترتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

میں نے کہا اے میرے سردار اس روح کے بارے میں قرآن سے کوئی بیان فرمائیں تو فرمایا

کیوں نہیں اس آیت کی تلاوت کرو

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنی روح کی وحی کی ہے۔

حوالہ: الزام الناصب، جلد ۱، صفحہ ۴۲، الھدایۃالکبریٰ صفحہ ۴۳۱، بحارالانوار، جلد ۲۶، صفحہ ۱۴۔ ۱۵

تیسری روایت ملاحظہ فرمائیں

عن ابی حمزۃ الثمالی عن علی ابن الحسین علیہ السلام قال قلت لہ الائمۃ یحیون الموتی ویبرؤن الاکمۃ والابرص یمشون علی الماء؟قال ماعطی اللہ نبیا قط الا وقد اعطاء اللہ محمدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلم واعطاء ما لم یکن عندھم۔قلت وکل ماکان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقداعطاہ امیر المؤمنین علیہ السلام؟قال نعم ثم الحسن والحسین علیھما السلام بعد کل امام الی یوم القیامۃ۔

ابوحمزہ ثمالی امام زین العابدینؑ سے نقل کرتے ہیں میں نے کہا کیا آئمہؑ مردوں کو زندہ کرتے ہیں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دیتے ہیں اور پانی پر چلتے ہیں؟

تو امامؑ نے فرمایا اللہ نے کسی نبی کو کوئی ایسی چیز نہیں دی ہے جو محمدؐ کو عطا نہ کی ہو بلکہ جو کچھ رسول خداؐ کو عطا کیا وہ باقی انبیاءؑ کے پاس نہیں ہے۔

میں نے کہا جو کچھ رسول اللہؐ کے پاس ہے کیا وہ رسول خداؐ نے امیر المؤمنینؑ کو عطا کیا ہے؟

فرمایا ہاں پھر امیر المؤمنینؑ کے بعد امام حسنؑ و حسینؑ کو عطا کیا اور پھر ان کے بعد قیامت کے دن تک ہر امام کے پاس وہ سب کچھ ہے جو رسول خداؐ کے پاس تھا۔

حوالہ: :بصائر الدرجات الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۱۵

چوتھی روایت ملاحظہ فرمائیں جسے صاحب بصائر الدرجات نے جزء الخامس کے صفحہ ۲۱۲ پر صحیح السند سے ذکر کیا ہے

عبداللہ بن بکیر کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس تھا پس جناب سلیمانؑ کا تزکرہ ہوا اور انہیں جو علم اور سلطنت عطاء کی گئی تھی اس کا تزکرہ ہوا تو امامؑ نے فرمایا سلیمان بن داوٗدؑ کو ایک حرف اسم اعظم کا عطاء کیا گیا تھا اور تمہارے صاحب (امیر المومنین) جس کے بارے میں اللہ نے کہا اے میرے جیب کہہ دیجیے میرے اور تمہارے درمیان گواہی کیلئے اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی ہے۔

خدا کی قسم علیؑ کے پاس پوری کتاب کا علم تھا میں نے کہا میں آپ پہ قربان جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔

اب تحریر کے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اپنے پنجتنی ہونے کی نسبت سے پانچویں اور آخری روایت پیش کر رہا ہوں ورنہ اس سلسلے میں لاتعداد صحیح السند روایات موجود ہیں اور آخر میں سند پر مختصر بحث کر کے فقہائے تشیع کے نظریات بیان کرتا ہوں۔۔

یونس بن ظبیان والمفضل ابن عمر وابی سلمة السراج والحسین بن ثویر بن ابی فاختة قالو اکنا عندابی عبد اللہ فقال لنا خزائن الارض ومفاتیحها ولو شئت ان اقول باحدی رجلی اخرجی مافیک من الذهب لا خرجت ،، قال فقام باحدی رجلیه فخطهافی الا رض خطاًفان فجرت الارض ثم قام بیده فاخرج سبیکة ذهب قدر شبر فتنا ولها فقال انظروافیها حسا حسنا لا تشکو اثم قال انظر وافی الارض فاذاسبائک فی الارض کشیر بعضها علی بعض یتلألأ۔ فقال له بعضنا جعلت فداک اعطیتم کل هذا و شیعتکم محتا جون ؟ فقال ان اللہ سیجمع لنا و لشیعتنا الدنیا والاخر ۔ة ید خلهم جنات النعیم وید خل عدونا الجحیم ۔،،

مومنین کی ایک جماعت کہتی ہے ہم امام صادقؑ کی خدمت میں تھے امامؑ نے ہمیں کہا زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں ہمارے پاس ہیں اگر میں چاہوں تو اپنی ایک ٹانگ کو حکم دوں کہ جو کچھ تیرے اندر سونا ہے اسے نکال دو تو میری ٹانگ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سونے کو باہر نکال دے پس امامؑ نے اپنی ایک ٹانگ کو اٹھایا اور زمین پر خط کھینچا پس زمین شگافتہ ہو گئی امامؑ نے اپنا دست مبارک زمین میں داخل کیا پس ایک بالشت چوڑی سونے کی ڈلی کو باہر نکالا اور اس کو ہاتھ میں پکڑا اور کہا اس کو اچھی طرح دیکھو اور شک نہ کرو۔

پھر فرمایا زمین میں نگاہ کرو جب ہم نے زمین میں نگاہ کی تو زمین کے اندر بہت زیادہ سونے کی ڈلیاں دیکھیں جو ایک دوسرے پر چمک رہی تھیں۔ ہم میں سے کچھ افراد نے کہا مولا اتنا کچھ آپ کو اللہ نے عطاء کیا اور آپ کے شیعہ پھر بھی محتاج ہیں تو فرمایا

عنقریب اللہ ہمارے شیعوں کے لئے دنیا اور آخرت کو اکٹھا کر دے گا اور شیعوں کو نعمتوں بھری جنت میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

سند پر مختصر بحث

یہ روایت سند کے اعتبار سے معتبر ہے کیونکہ صاحب بصائر محمد بن الحسن الصفار ثقہ ہیں۔ احمد بن محمد اس سے مراد ماتو ابن عیسی ہیں یا ابن خالد البرقی ہے اور دونوں ثقہ ہیں عمر بن عبد العزیز ابن ابی بشار ہے جو زحل کے نام سے معروف ہے اور آغاخوئی نے اس کو ثقہ کہا ہے اس نے الحمیری سے روایت کی ہے۔ جس کا نام ثقہ الجلیل عبد اللہ بن جعفر الحمیری ہے اس نے حسین بن ثویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے جو ثقہ ہے۔

حوالہ: بصائرالدرجات، جلد ۸، باب ۲، حدیث ۱

یہ کچھ روایات معصومین علیہم السلام کو حاصل ولایت تکوینی پر تھیں جبکہ ولایتِ تشریعی بھی معصومین علیہم السلام کا خاصہ ہے جس پر لاتعداد روایات موجود ہیں جنہیں یہاں پیش نہیں کر رہا کیونکہ یہاں تحریر کا عنوان ولایت تکوینی ہے۔

زندگی کے ساتھ توفیق رہی تو پھر کبھی معصومین علیہم السلام کے تشریعی اختیار پر لکھوں گا۔۔

اب ان عظیم فقہائے تشیع میں سے کچھ کے نظریات یہاں قلمبند کر رہا ہوں تاکہ وہ نادان مومنین جو فقط اردو ترجمے سے حدیث کو سمجھ کر معصومین علیہم السلام کے اختیارات کا انکار کر دیتے۔۔ ان کو یہ باور کرواسکو کہ آپ ان عظیم علماء و مجتہدین سے زیادہ حدیث شناسی اور دینی ادراک نہیں رکھتے۔۔

تو ملاحظہ فرمائیں فقہائے تشیع کے ولایتِ تکوینی پر نظریات

معصومین کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ جوادی آملی کا نظریہ

آیت اللہ جوادی آملی کتاب علی مظہر اسای حسنای الہی میں فرماتے ہیں کہ "ولی" اللہ کے اسماء فعلیہ میں سے ہے۔ بعض ہستیاں اس مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں اللہ تعالٰی کی ولایت کا مظہر بن جاتی ہیں۔

امیر المومنین (ع) تکوین اور تشریع میں اسم ولی "کا مظہرِ اتم اور اکمل ہیں۔ لہذا آپ کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ زمین اور آسمان کی طاقتیں ان کے اختیار اور قبضے میں ہیں۔۔

حوالہ: کتاب علیؑ مظہر اسماء حسناء الہی، صفحہ ۲۲

معصومین کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کا نظریہ

جس طرح معصومین کیلئے ولایت تشریعی ثابت ہے ویسے ہی ولایت تکوینی بھی ثابت ہے۔ یہ موت وحیات اور شفا دینے اور غنی کرنے پر خدا کے اذن سے قادر ہیں اور خدا نے انہیں یہ قدرت اس طرح عطا کی ہے کہ خود اسکی قدرت اور استقلال کا کمال محفوظ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا کفر کا مستلزم نہیں بلکہ یہ تو کمال توحید ہے۔ اس صحیح عقیدے کا معتقد یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قدرت الہی کا دائرہ محدود نہیں ہے اور خدا جس طرح خود موت وحیات پر قادر ہے ایسے ہی وہ دوسروں کو بھی یہ قدرت بخشنے پر قادر ہے۔ خدا کا اپنی برتری کو محفوظ رکھتے ہوئے کسی کو اس برتری سے نوازنا در اصل خود اسکی اپنی برتری ہے۔۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ولایت تکوینی کے اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے کیونکہ شرک اس وقت ہوگا جب ذات، فعل یا عبادت میں اتحاد رتبہ کا دعوی کیا جائے اور ہم اپنے آئمہ کے بارے میں ایسا اعتقاد نہیں رکھتے اور یہ عقیدہ کسی صورت شرک کی طرف نہیں پلٹتا۔ کیونکہ ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے تابع ہے اور یہ خدا کی قدرت کے عرض میں واقع نہیں ہوتی۔ جیسے وکیل کی قدرت موکل کی قدرت کے (عرض میں نہیں بلکہ اس کے) طول میں ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات تو تشیع میں واردات داخل کرنے والے ان افراد کی بات ہے جو امامت کا اعتقاد تو رکھتے ہیں لیکن دوسروں پر آئمہ علیہم السلام کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام کا امتیاز فقط استجابت دعا میں ہے اور وہ مذکورہ امور میں سے کسی پر قادر نہیں ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اذن سے مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں تو امام اس پر کیسے قادر نہ ہوں گے؟؟ اس اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے۔

حواله: الأسئلة الاعتقادية التي أجاب عنها مكتب سماحة آية الله الشيخ فاضل اللنكراني

معصومین کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ علی پناہ اشتہاردی کا نظریہ

بعض لوگوں کو جو یہ وہم لاحق ہے کہ آئمہ معصومین ولایت تشریعیہ تو رکھتے ہیں ولایت تکوینیہ نہیں تو میری نظر میں یہ ایک باطل اور بے فائدہ بحث ہے اور اس وہم کو لاحق ہونے کی وجہ حقیقتِ نبوت و امامت کو درک نہ کرنا ہے اور خدا کی درست معرفت سے محروم رہنا ہے۔۔

حواله: حقیقت معجزه از انبیاء و آئمه معصومین، صفحه 44,43

آیت اللہ سید محمد حسینی شاھرودی أجوبة المسائل الأعتقادية میں فرماتے ہیں

ولایت تکوینی یہ ہے کہ خدا نے اپنی قدرت سے آئمہ اور انبیاء کو عالم اور اسکی موجودات میں ہر قسم کے تصرف سے نوازا ہے۔ پس یہ اذن الٰہی سے مردہ کو زندہ کرنے اور مریض کو شفا دینے پر قادر ہیں اور فقط ایسا نہیں ہے کہ یہ دعا کرتے ہوں اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے بلکہ یہ تو ہر مومن کی شان ہے، ان معصومین کے لئے تو یہ ایک قدرت ہے جو انھیں خدا نے عطا کی ہے۔ جو لوگ آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی انکار کرتے ہیں وہ شیعیت کی حقیقت اور اس کے مسلمات سے واقف نہیں ہیں، بلکہ نہ وہ آیات قرآنی سمجھے ہیں اور نہ ان کا کامل اور دقیق فہم حاصل کر سکے ہیں۔۔

حواله: أجوبة المسائل الأعتقادية صفحه 110، آیت الله سید محمد حسینی شاهرودی

معصومین کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سیّد مھدی حسینی مرعشی کا نظریہ

مسئلہ ولایت تکوینی ہم شیعوں کے درمیان متفقہ مسائل میں سے ہے اور یہ آئمہ معصومین کیلئے ایک ثابت شدہ چیز ہے۔۔

حواله: إن مسألة الولاية التكوينية من المسائل المتفق عليها بيننافي كونهاثابتة لهم عليهم السلام، اجوبة الشبهات البيروتيه، سوال نمبر9

حضرت فاطمہ زہراؑ کا علم لدنی اور ولایت تکوینی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپایگانی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کائنات کی خواتین اور جنت کی خواتین کی سردار ہیں قرآن کے ہم پلہ ہیں اور مراتب اور درجات اور ولایت تکوینی اور علم لدنی کے اعتبار سے تمام معصومین علیہم السلام کے مثل اور برابر ہیں۔۔

اوسیدةنساءالعالمین وسیدة نساءاهل الجنه است، وعدل قرآن مجیدودرمقامات ودرجات ولایت تکوینی وعلم لدنی باسایر معصومین علیهم السلام همانندوهمطرازاست

حواله: کتاب معارف دین جلد دوم،سوال نمبر 22، آیت الله العظمی لطف الله صافی گلپایگانی

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سید محمد صادق روحانی سے ایک استفتاء –

سوال آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی کے بارے میں جناب عالی کی کیا رائے ہے؟

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آئمہ علیہم السلام ولایت تکوینی رکھتے ہیں تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف دنیا کے ظاہری امور پر خداوند عالم سے جدا ہوئے بغیر اختیار رکھتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ امام علیہ السلام فقط ظواہر کے بارے میں باخبر ہیں لیکن ان امور میں دخالت اور تصرف نہیں کر سکتے؟

جواب بسمہ تعالیٰ، کوئی شک نہیں کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کہ جن میں امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف بھی شامل ہیں، ولایت تکوینی رکھتے ہیں لیکن اس ولایت کو کس طرح اجراء اور نافذ کرتے ہیں اس کے بارے میں یا اللہ جانتا ہے یا یہ ہستیاں جانتی ہیں۔

حواله: پایگاه اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت الله العظمی روحانی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپائیگانی کا ولایت تکوینی پر مؤقف

احادیث وروایت متواترہ وکثیرہ جو سنی وشیعہ دونوں نے نقل کی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسو اللہ اور آئمہ اطہار اس ولایت (تکوینی واذن الہی کے حامل ہیں اور خارق العادۃ امور کے تحت بہت سے مقامات پر ان کا کائنات میں تصرف کرنا تاریخ کے مسلم حقائق میں سے ہے اور اسکا انکار عقلمندانہ کام نہیں کیونکہ خدا کی جانب سے اس ولایت تکوینی کے عطا کرنے پر اعتراض، ایک بڑی گستاخی اور خلاف تسلیم کام ہے جو جہالت اور بے معرفتی کا عکاس ہے۔۔

حواله: ولایت تکوینی و ولایت تشریعی صفحه 99۔آیت الله شیخ لطف الله صافی گلپائیگانی

مخلوقات پر حضرات معصومین کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی کا نظریہ

پس جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات پر معصومین کی ولایت کے ہونے میں کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایجاد میں واسطہ ہیں اور وجود میں بھی اور یہی ہیں جو خلق کا سبب ہیں کیونکہ اگر یہ نہ

ہوتے تو تمام انسان بھی خلق نہ ہوتے۔ بتحقیق یہ ان کے واسطے سے خلق ہوئے ہیں اور ان کا وجود انہی سے ہے اور یہی واسطہ فیض ہیں بلکہ خالق کے علاوہ باقی سب پر ان کی لیے ولایت تکوینی ہے اور یہ ولایت خلق پر خدا کی ولایت کے اسلوب سے ہے۔۔

حواله: مصباح الفقاهة - السيدالخوئي جلد 3 الصفحة 279

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق شیخ بہائی کا نظریہ

شیخ بہائی رسالہ قصیده وسيلة الفوز و الامان في مدح صاحب الزمان میں کہتے ہیں

امام زمانہ، اللہ کے خلیفہ اور کائنات عالم میں ہر شخص پر اللہ کا سایہ ہیں۔ کائنات کے علوم آپ کے پہلو میں اس طرح ہیں جس طرح چلو میں پانی ہوتا ہے۔ کائنات کا ہر نور آپ کی وجہ سے ہے اور کونین کو روشنی آپ ہی عطا کرتے ہیں۔ یہ وہ کریم ہیں جو ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں اور حتی کہ گونگے کو بولنے کی طاقت عطا کرتے ہیں۔

ولایت تکوینی کو مان کر ہی معصومین کی شان میں غلو و تقصیر سے بچا جا سکتا ہے۔۔۔ آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی

ہم آئمہ معصومین کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں لیکن یہ ولایت خدا کی اذن سے ہے، کوئی بھی شیعہ عالم اور فقیہ ایسا نہیں ہے جو یہ بتائے کہ ہم مستقل طور پر (بغیر اذن و ارادہ خدا کے) آئمہ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں۔ دشمن جہالت، عناد اور شیعہ دشمنی میں شیعوں سے یہ نامناسب نسبت دیتا ہے لیکن ہم آئمہ اطہار (ع) کی ولایت تکوینی اور ان کے علم ماکان و مایکون کو قبول کرتے ہیں لیکن اذن خدا سے اور یہی درمیانی راستہ ہے۔

اسی درمیانی راستہ کو انتخاب کرنے کے بارے میں ہمارے آئمہ معصومین نے بہت سفارش کی ہے، ہمیں اعتقاد میں معتدل ہونا چاہیئے نہ غلو کریں اور نہ تقصیر۔

حواله: درس خارج اصول فقه میں 1993/07/09 کوحضرت امام محمد باقر علیه السلام کی شخصیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کا خطاب

اللہ کے اذن سے آئمہ معصومینؑ کے معجزات اور ولایت تکوینی

استفتاء آیت اللہ سید محمد صادق روحانی

استفتاء۔ کیا کوئی ایسی روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہو کہ آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے کسی امام نے مردے کو زندہ کیا ہو؟

جواب بسمہ تعالی، ایسی بے شمار روایات موجود ہیں جو آئمہ اطہار علیہم السلام سے بعض ایسے افعال کے صادر ہونے کو بیان کرتی ہیں جو امام کی ولایت تکوینی کے تقاضے کے مطابق ہیں ان افعال میں سے ایک فعل مردے کو زندہ کرنا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم افعال آئمہ اطہار علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں جیسے کہ امام رضا علیہ السلام کے فقط ایک اشارے سے تصویر میں بنے شیر کا زندہ شیر میں تبدیل ہو جانا۔ نقل ہوا ہے کہ ایک پردے پر چند شیروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں خلیفہ وقت جو کہ اہل بیت علیہم السلام کے مقام خلافت کو غصب کر کے تخت نشین تھا اس نے کچھ جادوگروں کو جمع کیا اور چاہتا تھا کہ جادوگر اپنے جادو سے کچھ ایسے افعال امام علیہ السلام کے ساتھ انجام دیں جس سے لوگوں کی نگاہ میں ان کی بے حرمتی ہو اور لوگوں کی نگاہوں سے ان کا مقام و مرتبہ گر جائے۔ امام رضاؑ کے ایک اشارے سے تصویر میں بنے ہوئے شیر اللہ کے اذن سے اصلی شیر میں تبدیل ہو گئے جنہوں نے جادوگروں پر حملہ کیا اور انہیں سب کی نگاہوں کے سامنے نگل گئے اور پھر دوبارہ اسی طرح سے شیر کی تصویر میں تبدیل ہو گئے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر آئمہ علیہم السلام سے ایسی ہی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ مزید مطالعہ کے لئے کتاب القطرہ یا اس کے ترجمہ کی طرف رجوع کریں۔

حوالہ: پایگاه اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت الله العظمی روحانی

چھاردہ معصومین (ع) کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ محمد علی اراکی کا نظریہ

معصومین کی ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے اور تمام امور کا قبض و بسط ان کے ہاتھوں میں اس طرح دے دیا ہے کہ تمام اشیاء پر انہیں قدرت عطا کر دی ہے اور کائنات کی ہر چیز پر انہیں تصرف عطا کر دیا ہے۔

یفعلون مایشاؤن ویحکمون مایریدون

آپ جو چاہتے ہیں انجام دیتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کا حکم دیتے ہیں۔

حواله: ولایت تکوینی چهارده معصومینؑ یادنامه آیت الله العظمی اراکی۔ آیت الله استاد رضا استادی صفحه۴۰۵ تا ۴۱۲

اب آخر میں علامہ مجلسی (رح) کا ولایت تکوینی پر۔ نظریہ پیش کر کے حاصل کلام پر تحریر کو ختم کرتا ہوں

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق علاّمہ مجلسی کا نظریہ

آیت اللہ شہید دستغیب شیرازی اپنی کتاب ھشتاد و دو پرسش میں لکھتے ھیں کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں حضرت امیر المومنین (ع) سے متعلق ایک بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

امیر المومنین متفرق مقامات پر اپنے جسم اصلی ومادی سے نہیں گئے بلکہ اپنے جسم مثالی سے تمام مقامات پر حاضر ہوئے۔ جسم مثالی انتہائی لطیف ہوتا ہے اور شکل وصورت میں جسم مادی کی مکمل شبیہ ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں ارواح کا تعلق بھی اسی جسم مثالی سے ہوتا ہے اور ولایت کلیہ کے حامل حضرات کو اللہ تعالی نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بدن مثالی کے ساتھ مختلف مقامات پر حاضر ہو سکتے ہیں اور جس عمل کا ارادہ کریں اور جہاں ارادہ کریں اسے سر انجام دے سکتے ہیں۔۔"

حوالہ: ھشتاد و دو پرسش، صفحہ 87,86 آیت اللہ شھید دستغیب شیرازی جواب حاضر ھے ، صفحہ 107,106

یہی اب فقہائے تشیع کے نظریات کا بیان روکتا ہوں ورنہ تحریر مزید طول پکڑلے گی۔۔

آخر میں کچھ باتوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض حضرات ولایت تکوینی کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ معصومین علیہم السلام سے خارق عادت فعل یا تو معجزے سے ہوتا ہے یا اس کے علاوہ دعا کی صورت میں صادر ہوتا ہے معصومؑ دعا کرتے ہیں تو خدا انکی دعا کو قبول کرتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا آیات قرآنی اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولایت تکوینی استجابت دعا کی ایک قسم نہیں بلکہ ولایت تکوینی اور مستجاب دعامیں فرق ہے یہ دونوں ایک نکتہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایک نکتہ میں جدا ہوتے ہیں۔ دونوں جس نکتہ میں جمع ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے اور دعا کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے لیکن جہاں ولایت تکوینی اور دعا ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی میں تصرف کرنے والی ذات خود وہ معصوم ہستی ہوتی ہے مگر اللہ کے اذن سے یعنی اس کی عطا کردہ قدرت کے ساتھ تصرف کرتی ہے جبکہ دعاء مستجاب میں تصرف کرنے والی ہستی معصوم نہیں ہوتی بلکہ تصرف خدا کرتا ہے معصوم فقط طلب کرتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ معصومین علیہم السلام نے تکوینی تصرف نہ چیلنج کی صورت میں کیا نہ اپنے منصب کو ثابت کرنے کے لیے یعنی معجزہ دکھانا اور نہ ہی ہر جگہ دعا کا استعمال کیا اور اسی کو ولایت تکوینی کہتے ہیں۔

ولایت تکوینی سے قطعاً یہ بھی مراد نہیں کہ معصومین علیہم السلام ہی اس وقت خلق کر رہے ہیں وہی رزق دے رہے ہیں اور وہی مردہ کو زندہ کرتے ہیں، وہی زندوں کو موت دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اپنے اولیاء کو کائنات میں تکوینی تصرف کرنے کی قدرت دی ہے اور وہ تکوینی تصرف اور مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے

انھوں نے تکوینی تصرفات کیے بھی ہیں اور یہی عقیدہ آیات قرآنی واحادیث معصومینؑ اور علماء امامیہ کے اقوال و نظریات سے سمجھا گیا ہے اور اس عقیدے کا مالک مومن ہرگز مشرکانہ عقیدے کا حامل نہیں اور نہ ہی ایسا عقیدہ رکھنے سے انسان مفوضہ و شخنیت میں سے شمار ہوتا ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا انسان ہی حقیقی موحد ہے جو توحیدِ افعالی کی بارکیوں کو سمجھتا ہے۔

والسلام، ابوعبداللہ

حنفی امامِ اعظم ابو حنیفہ پر اہل سنت فقہاء کا موقف

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم صل على محمد وال محمد وسلم تسليما كثيراً كثيراً كثيراً وعجل فرجهم في عافية مني واهلك اعدائهم الى قيام يوم الدين
اللهم صل على فاطمة وابيها وبعلها وبينها والسر المستودع فيها بعدد ما احاط به علمك لعن الله ظالميك سيدتي وعذبهم عذاباً شديداً

آج کی تحریر کو آپ اسی کا تسلسل سمجھ سکتے ہیں جو میں نے بریلویت میں پنپتی وہابیت کے رد میں جواباً ملعون پیر مظفر حسین شاہ قادری پر لکھی تھی۔ جو تائید معصومین علیہم السلام کی برکت سے مومنین و مومنات میں کافی زیادہ مقبول رہی۔۔ شکرِ مولاؑ نوکری قبول ہوئی۔۔

"میری خواہش ہوگی کہ تحریر کو آخر تک ضرور پڑھیں کیونکہ جو نتیجہ مجھے آخرِ کلام میں دینا ہے اسے آپ قبول کر سکیں۔۔۔ جو کہ انتہائی اہم ہے۔۔ "

البتہ تمہید کو طویل نہیں ہونے دوں گا۔۔ بے فکر رہیں بس جلدی جلدی کچھ گزارشات پیش کر کے اصل عنوان پر آتا ہوں۔۔

ہوا یہ کہ ایک ایسی جگہ مجھے مدعو کیا گیا جہاں پروگرام تو اتحاد بین المسلمین کے عنوان پر تھا لیکن وہاں کی جانے والی تمام گفتگو ڈھکے چھپے انداز میں مکمّل طور پر شیعہ دشمنی پر مبنی تھی۔

کیونکہ میں شدید تقیہ کی حالت میں شریک ہوا تھا تو اپنے معروضات کو اس انداز میں پیش کیا کہ مکتبِ اہل بیت کا دفاع بھی ہو جائے اور اتحادی لولی پاپ بھی چوستی محسوس ہو۔۔

المختصر کے اس بار ان لوگوں نے توہین امامت کرتے ہوئے حدیں پار کر دیں اور ایسے شاطرانہ انداز میں کہ کوئی اعتراض بھی اٹھا نہ سکے۔

یعنی حنفیوں کے امامِ اعظم ابو حنیفہ کہ جسے دیوبندی و بریلوی دونوں ایسے پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ قیاسی امام پیدا نہ ہوتا تو معاذاللہ شریعتِ محمدی ﷺ کا خاتمہ ہو جاتا۔۔۔ استغفر اللہ۔۔ نقل کفر۔۔ کفر نباشد

چلیں جی اب کچھ معروضات جو اس محفل میں پیش کیے گئے تھے اسی کو مزید جامع انداز میں غیر متعصب اذہان کو ہدیہ کرنے جا رہا ہوں تا کہ اہلِ حق کے معصوم آئمہ علیہم السلام کے مقابلے میں جسے یہ امامِ اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں یعنی نعمان بن ثابت المعروف امام ابو حنیفہ کے فضائل ان محدثینِ اہل سنت کی زبانی پیش کروں جن کی لکھی ہوئی کتابوں کو یہ قرآن کے بعد سب سے صحیح مانتے ہیں اور بعد از کتاب باری، صحیح بخاری صحیح بخاری جیسے نعرے بلند کرتے ہیں۔

<u>اچھا ہاں ایک بات اور اس تحریر میں کچھ ایسے فتوے بھی ذکر کروں گا جو انتہائی شرمناک ہیں تو گزارش ہے کہ اس تحریر کو سمجھ کر ملاحظہ فرمائیں۔</u> PG 18

انشاءاللہ اس تحریر سے قارئین پر ابو حنیفہ کا اصل چہرہ بھی بے نقاب ہو گا اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ آخر "امام" کا منصوص من اللہ ہونا اور معصوم ہونا کیوں ضروری ہے۔۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔یا مولاتي يا فاطمة أغيثيني بحق مظلوميتك أغيثيني

تو جناب سب سے پہلے آپ سب کے سامنے پیش خدمت ہے مبینہ امامِ اعظم ابو حنیفہ کے متعلق ان محدثین وفقہاء کی رائے جن کی کتابوں کو قرآن کے بعد سب سے صحیح بھی مانا جاتا ہے۔۔تو سب سے پہلے بخاری صاحب۔۔

۱ - امام بخاری کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق:

علم اسماء الرجال وراویانِ حدیث کی سوانح عمری اور تاریخ پر لکھی گئی امام بخاری کی تصنیف "کتاب الضعفاء والمتروکین" یعنی ضعیف اور متروک راویان حدیث کی کتاب کہ جس میں امام بخاری نے مبینہ امامِ اعظم المعروف ابو حنیفہ کو شامل کر کے تا قیامت ابو حنیفہ کے متعلق اپنا نظریہ محفوظ کر دیا۔۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، فقال في كتابه «الضعفاء والمتروكين»: أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي، قال نعيم بن حماد: حدثنا يحيى بن سعيد ومعاذ بن معاذ: سمعنا سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة من الكفر مرتين۔

ترجمہ: امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے بارے میں کہتے ہیں سفیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ۲ بار کفر سے توبہ کی۔

حواله : الإمام البخاري وفقه أهل العراق، الصفحة ٦٦

تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری میں عبارت ملاحظہ فرمائیں :

حدثنا نعيم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال كنت عند سفيان فنعى النعمان فقال الحمد الله كان نيقص الاسلام عروة عروة ما ولد فی الاسلام اشام منه

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہا میں سفیان ثوری کے پاس تھا تو ان کے ہاں ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا الحمد اللہ اچھا ہوا مر گیا ابو حنیفہ تو اسلام کی تمام کڑیوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا اسلام میں اس سے زیادہ منحوس کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

نوٹ: کتاب کے محقق نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

حواله : تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری، باب نون، صفحه 113 - 114، طبع مکتبه اسلامیه پاکستان

-تاریخ الکبیر البخاری میں یوں درج ہے :

قال امام بخاری ابو حنیفة کان مرجئا سکتوا عنه وعن رایه وعن حدیثه

ترجمہ: امام بخاری نے کہا کہ ابو حنیفہ مرجیہ تھا اور محدثین نے اس سے حدیث لینے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اسی طرح اس کی رائے سے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔

حواله : تاریخ الکبیر البخاری، جلد 8، صفحه81

-جزالقراۃ میں بھی یوں بیان موجود ہے:

قال امام بخاری ویزعم ان الخنزیز البری لاباس به ویری السیف علی الامة ویزعم ان امرالله قبل ومن بعد مخلوق فلا یری الصلوة فجعلتم هذا واشباهه اتفاقا

ترجمہ: امام المحدثین امام بخاری نے کہا اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ جنگلی سور کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور امت محمدیہ سے قتال اور انہیں قتل کرنا جائز ہے اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ کا حکم من قبل و من یعنی کلام مخلوق ہے (نعوذ باللہ) اور نماز کو دین نہیں سمجھتا تو ان جیسی چیزوں پر اتفاق کر کے فقیہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

حواله : جزالقراة البخاری، صفحه 89

اب آگے بڑھتے ہوئے امام مالک کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے جانتے ہیں۔۔

-جامع بیان میں امام عبد البر لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ وَضَّاح، وَسَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ الْأَيْلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ نِزَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: لَوْ خَرَجَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالسَّيْفِ كَانَ أَيْسَرَ عَلَيْهِمْ مِمَّا أَظْهَرَ فِيهِمْ مِنَ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: اگر ابو حنیفہ اس امت کے خلاف تلوار لے کر نکل جاتا تو اس سے مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اس کے قیاس و رائے سے پہنچا ہے۔

امام عبد البر مزید رقم کرتے ہیں :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سُفْيَانَ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، وَوَهْبُ بْنُ مَسَرَّةَ قَالَا: نا ابْنُ وَضَّاح، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْأَيْلِيُّ قَالَ: أنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقُرَشِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَا زَالَ هَذَا الْأَمْرُ مُعْتَدِلًا حَتَّى نَشَأَ أَبُو حَنِيفَةَ فَأَخَذَ فِيهِمْ بِالْقِيَاسِ فَمَا أَفْلَحَ وَلَا أَنْجَحَ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: یہ معاملہ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن جب ابو حنیفہ آیا تو اس نے قیاس آرائی شروع کر دی اور خائب و خاسر ہوئے۔

نوٹ: محقق نے دونوں کی سند حسن لکھی ہے۔

حوالہ : جامع بیان العلم وفضلہ، ابن عبد البر، جلد 2، صفحہ 239، طبع دار ابن جوزی۔

-حلیتہ الاولیاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

وبسنده عن عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدّثنا منصور بن أبي مزاحم قال : سمعت مالك بن أنس . وذكر أبا حنيفة . فقال : كاد الدين ، كاد الدين وفي الحديث الذي بعده قال في آخره : ومن كاد الدين فليس له دين

ترجمہ: امام مالک نے ابو حنیفہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص دین کے ساتھ دھوکہ کرتا تھا اور جو دین کے ساتھ دھوکہ کرے وہ دیندار کبھی نہیں ہو سکتا۔

حوالہ : حلیتہ الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۱۱۲

-خطیب بغدادی اور دوسری سند سے امام ابن عدی لکھتے ہیں:

وقال جعفر حدثنا الحسن بن علي الحلواني قال سمعت مطرفا يقول سمعت مالكا يقول الداء العضال الهلاك في الدين وأبو حنيفة من الداء

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: دین میں ہلاکت بہت بڑی بیماری ہے اور ابو حنیفہ اسی بیماری کا نام ہے!

نوٹ: بشار عواد نے اس کی سند صحیح قرار دیا ہے۔

حوالہ : تاریخ بغداد، ۵۵۲/۱۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ،۲۳۷/۸

-اب امام حاتم رازی کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا ابی حدثنا ابن ابی سریح قال سمت الشافعی یقول سمعت مالک بن انس وقیل له تصرف ابا حنیفة؟ فقال نعم، ماطکم یرجل لو قال هذه الساریة من ذهب لقام دونها حتی یجعلها من ذهب ، وهی من خشب او حجارة قال ابو محمد یضی انه کان یثبت علی الخطا ویحتج دونه ولا یرجع الی الصواب اذابان له (اسنادصحیح)

ترجمہ: امام شافعی نے کہا کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ابو حنیفہ کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہے اور اس کو ثابت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کو سونے کا کر دکھائے گا اگرچہ وہ ستون لکڑی کا ہو یا پھتر کا، محمد ابن ابی حاتم نے کہا کہ

امام مالک کی مراد یہ تھی کہ بے شک ابو حنیفہ غلطی پر ڈٹے رہتا تھا اور اس پر دلیلیں دیتا رہتا تھا اور صحیح بات ابو حنیفہ کے سامنے ظاہر ہو جاتی تو اس کی طرف نہ لوٹتا تھا۔

حوالہ : آداب و مناقب الشافعی، صفحہ 210؛ خطیب فی تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 421

۳ - چلیں جی اب ذرا امام بخاری و مسلم کے بھی استاد امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی رائے بھی دیکھ لیتے ہیں احناف کے امام اعظم کے بارے میں

امام ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں ابو حنیفہ نے احادیث رسول اللہ کی مخالفت کی ہے اور اپنی رائے سے ان احادیث مبارکہ کو رد کر دیا ہے۔
امام ابو بکر ابی شیبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے کہ عمامہ پر مسح جائز نہیں

حوالہ : مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 36

آگے لکھتے ہیں۔۔۔
اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ نے پانچ رکعت پر سجدہ سہوا کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے پوری نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔
حوالہ : مصنف ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 37

ایک اور جگہ امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ہے وتر سنت ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے وتر فرض ہے
حوالہ : مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 173

المختصر کہ۔۔ ابو حنیفہ نے جن ایک سو پچیس حدیث مبارکہ کی خلاف ورزی کی ہے اس کی مکمّل داستان کے لیے مصنف ابن ابی شیبہ کی جلد 9 کے چھتیسویں صفحے سے 253 صفحات تک ابو حنیفہ کے متعلق امام ابن ابی شیبہ کی J I T رپورٹ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
چلیں اب جلدی جلدی آگے چلتے ہیں، تحریر طویل ہوتی جا رہی ہے اور اب فقط ایک ایک قول ایک ایک اہل سنت امام سے۔۔

۴ - امام شافعی کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

فحدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال سمعت الشافعي يقول قال لي محمد بن الحسن: أيهما أعلم صاحبنا أم صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة ومالك بن أنس - قلت: على الانصاف؟ قال: نعم۔ قلت: فأنشدك الله من أعلم بالقرآن - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم - يعنى ماكا۔ قلت فمن أعلم بالسُّنة - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: اللهم صاحبكم، قلت: فأنشدك الله من أعلم بأقاويل أصحاب رسول الله صلى الله عليه

وسلم والمتقدمين - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، قال الشافعي: فقلت: لم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء فمن لم يعرف الاصول فعلى أي شئ يقيس؟

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن الحسن نے کہا: کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ میں سے زیادہ عالم کون ہیں؟

امام شافعی نے فرمایا: کیا انصاف کے ساتھ بتلا دوں؟

محمد بن حسن نے کہا: جی ہاں۔

امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے کہا اللہ کے واسطے بتاؤ قران کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟؟

محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک قران کے زیادہ عالم تھے۔

اس کے بعد امام شافعی نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ حدیث کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟؟

محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک حدیث کے زیادہ عالم تھے۔

اس کے بعد امام شافعی نے کہا کہ اب باقی بچا قیاس تو قیاس انہیں قرآن وحدیث ہی پر ہوتا ہے پس جو شخص اصول یعنی قران وحدیث سے ناواقف ہو وہ قیاس کس پر کرے گا؟

نوٹ: امام ذھبی نے اعلام نبلاء میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے

حوالہ : الجرح و التعدیل، ۴/۱

۵ - امام احمد بن حنبل کی رائے ابو حنیفہ کے بارے میں

أَخْبَرَنِي ابن رزق، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَد بن سلمان الفقيه المعروف بالنجاد، قَالَ: حَدَّثَنَا عبد الله بن أَحْمَد بن حنبل، قَال: حَدَّثَنَا مهنى بن يحيى، قال: سمعت أَحْمَد بن حنبل، يقول: ما قول أبي حنيفة والبعر عندي إلا سواء

ترجمہ: احمد بن حنبل نے فرمایا: میرے نزدیک جانوروں کی گندگی اور ابو حنیفہ کا قول یکساں ہے۔

نوٹ: امام ذھبی اور بشار عواد کے نزدیک سند صحیح ہے۔

حوالہ : تاریخ بغداد، جلد ۱۵، صفحہ ۵۶۹

۶ - شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہ کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

حدثني محمد بن عبد العزيز بن أبي رزمة قال سمعتُ أبي يقول كنا عند حماد بن سلمة فذكروا مسألة فقيل أبو حنيفة يقول بها فقال هذا والله قول ذاك المارق۔(اسناده صحيح)

ترجمہ: امام عبد العزیز بن ابی رزمہ نے کہا ہم امام حماد بن سلمہ کے پاس تھے پس انھوں نے ایک مسئلہ ذکر کیا تو کہا گیا ابو حنیفہ یہ مسئلہ بیان کرتا ہے تو حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ مسئلہ اس خارجی ابو حنیفہ کی بات ہے۔

حوالہ : کتاب السنة، جلد 1، صفحہ 211

۷ - امام حماد بن زید کا ابو حنیفہ کے متعلق بیان

حدثني أبو معمر عن إسحاق بن عيسى الطباع قال سألت حماد بن زيد عن أبي حنيفة فقال إنما ذاك يعرف بالخصومة في الارجاء۔ (اسناده صحيح)

ترجمہ: اسحاق بن عیسی الطباع نے کہا میں نے امام حماد بن زید سے ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ صرف ارجاء میں جھگڑا کرنے میں معروف تھا۔

حوالہ : کتاب السنة، جلد 1، صفحہ 203

۸ - شیخ الاسلام امام ابو اسحاق الفزاری اور ابو حنیفہ

حدثني محمد بن هارون حدثنا أبو صالح قال سمعت الفزاري وحدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال كان أبو حنيفة يقول إيمان إبليس وإيمان أبي بكر الصديق رضي الله عنه واحد قال أبو بكر يا رب وقال إبليس يا رب۔ (اسناد ہ صحيح)

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہا کہ ابو حنیفہ کہتا تھا ابلیس کا ایمان اور ابو بکر صدیق کا ایمان ایک برابر ہے (نعوذ باللہ) ابو بکر صدیقؓ یا رب کہتا ہے اور ابلیس بھی یا رب کہتا ہے۔

حوالہ : خطیب فی تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 376

۹ - شیخ الاسلام امام اوزاعی کی ابو حنیفہ کے متعلق رائے

حدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن سلمة بن كلثوم عن الاوزاعي أنه لما مات أبو حنيفة قال الحمد لله الذي أماته فإنه كان ينقض عرى الاسلام عروة عروة۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: امام اوزاعی نے ابو حنیفہ کی وفات کے وقت کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس شخص کو فوت کر دیا یقینا ابو حنیفہ اسلام کے حلقوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا۔

حوالہ : کتاب السنة، جلد اول، صفحہ 207؛ اخرجہ خطیب فی تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 418

۱۰ - امام ابو بکر بن عیاش کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثني هارون بن سفيان حدثني أسود بن سالم قال كنت مع أبي بكر بن عياش في مسجد بني أسيد مما يلي القبلة فسأله رجل من مسألة فقال رجل قال أبو حنيفة كذا وكذا فقال أبو بكر بن عياش سود الله وجه أبي حنيفة ووجه من يقول بهذا۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: اسود بن سالم نے کہا میں امام ابو بکر بن عیاش کے ساتھ بنی اسید کی مسجد میں تھا پس ایک آدمی نے مسئلے کے بارے میں ان سے پوچھا پس اس آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہ ایسے ایسے کہتا ہے (اس مسئلے میں) تو امام ابو بکر بن عیاش نے کہا اللہ ابو حنیفہ کا چہرہ سیاہ کرے۔ اور اس شخص کا چہرہ جو اس کے ساتھ کہتا ہے (یعنی ابو حنیفہ کے اس مسئلے کے مطابق)

حوالہ : تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 435 بسلسلہ صحیح عن عباس بن صالح عن اسود بیحوہ

۱۱ - امام ابو ایوب سختیانی کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثنا ابوبكر خلاد قال سمعت عبد الرحمن بن مهدى قال سمعت حماد بن زيد يقول سمعت ايوب يقول ، وذكر ابا حنيفة ، فقال (يريدون ان يطفو انور الله بافواهم ويابى الله الا ان يثم نوره ولو كره الكافرون ۔ (اسناد ہ صحيح)

ترجمہ: امام حماد بن زید نے کہا کہ میں نے امام ایوب سختیانی سے سنا جب کہ ابو حنیفہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو اس وقت امام ایوب نے یہ آیت پڑھی: "یہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کا نور (اسلام) بجھا دیں۔ اللہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ اپنا نور پورا کر دے اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی بھی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حوالہ : کتاب الصفا الکبیر، جلد 4، صفحہ 280

۱۲ -اب میرے بارہ امامی ہونے پر یہ بارہویں عبارت خود ابو حنیفہ کی زبانی اس کا موقف پیش خدمت ہے۔

امام ترمذی نے علل الترمذی الکبیر کی جلد ا کے صفحہ ۳۸۸ جو طبع عالم الکتب، مكتبة النهضة العربية، بیروت ہے اس میں ابو حنیفہ کا اپنے بارے میں قول لکھا ہے کہ۔۔

سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ غَيْلَانَ , يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمُقْرِيَّ ,يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ , يَقُولُ: عَامَّةُ مَا أُحَدِّثُكُمْ خَطَأٌ۔

ترجمہ: مقری کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو حنیفہ کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں جو باتیں بھی تمہیں بتاتا ہوں وہ عام طور سے غلط ہی ہوتی ہیں۔

نوٹ: یہاں حجت تمام کرنے کے لیے اس قول کے راویان کا بیان ضروری ہے

اس کا پہلا راوی المقری ہے جس کے بارے میں علامہ ذھبی نے کہا کہ یہ امام، عالم، حافظ، محدث اور حجت ہیں:
المقرئ (ع) الإمام العالم الحافظ المقرئ المحدث الحجة
اسی قول کا دوسرا راوی محمود بن غیلان ہے یہ صحیح بخاری و مسلم کا راوی ہے اور امام ذھبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امام، حافظ اور حجت ہیں
عربی متن : محمود بن غيلان (خ ، م ، ت ، س ، ق) الإمام الحافظ الحجة أبو أحمد ، العدوي ، مولاهم المروزي ، من أئمة الأثر

تو جناب دیکھا آپ قارئین نے یہ دیوبندی و بریلوی علماء جس شخص کو امامِ اعظم سے پکارتے ہیں یعنی ابو حنیفہ صاحب جن کا اصلی نام نعمان بن ثابت تھا وہ کس قدر نالائق اور دین میں جھوٹ ڈالنے والے انسان تھے۔

اب کچھ desert کے طور پر کچھ ان کے فتوے بھی بیان کر دوں کہ ان کے ماننے والوں کو مزید سہولیات فراہم ہو سکیں۔

۱ - محارم کے ساتھ شادی پر حنفی امامِ اعظم ابو حنیفہ کی سہولت کاری

ابو حنیفہ کا دیوبندی و بریلوی حضرات کے لیے سستہ ٹکا پیکج ملاحظہ فرمائیں:
وقال أبو حنيفة : لا حد عليه فی ذلک كله ولا حد على من تزوج أمه التى ولدته وابنته ـ وأخته ـ وجدته ـ وعمته ـ وخالته ـ وبنت أخيه ـ وبنت أخته عالما بقرابتهن منه عالما بتحريمهن عليه
ترجمہ: اس پر کوئی حد جاری نہیں ہو گی جو شخص اپنی والدہ جس نے اسے پیدا کیا اس سے شادی کرے اسی طرح بیٹی بہن وغیرہ سے بھی شادی کرے تو کوئی حد نہیں۔ اگرچہ اس نزدیکی سے آگاہ ہو اور حرمت سے بھی آگاہ ہو۔

حواله : المحلى، ابن حزم، جلد ١١، صفحه ٢٥٣، ناشر دار الفكر

ھاھاھاھاھا۔۔۔ نکاح متعہ پر بکواس کرنے والے تمام غیر حلالی حنفی مُلا اب آرام سے اپنی ماں بہن بیٹی خالہ پھوپھی دادی نانی سب سے منہ کالا کر سکتے ہیں نو پرابلم۔۔
رکیں جناب بس ایک دو اور فتوائی پھکیاں پھر تحریر کا اختتام۔۔
اوپر بیان کیا ہوا ابو حنیفہ کا عظیم الشان Taboo فتوے کا دوسرا حوالہ۔۔۔

إذا نكح محارمه أو الخامسة أو أخت امرأته فوطئها لا حد عليه عند أبی حنيفة وان علم بالحرمة

حواله : كتاب بدائع الصنائع، أبو بكر الكاشانی، جلد ٧، صفحه ٣٥، المكتبة الحبيبية

2- ہیرا منڈی کے لیے ابو حنیفہ کی بمپر آفر۔۔

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: قَدْ ذَهَبَ إلَى هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ وَلَمْ يَرَ الزِّنَى، إلَّا مَا كَانَ مُطَارَفَةً، وَأَمَّا مَا كَانَ فِيهِ عَطَاءٌ أَوْ اسْتِئْجَارٌ فَلَيْسَ زِنًى وَلَا حَدَّ فِيهِ

ترجمہ: اگر عورت کو کرایہ پر لو اور زنا کرو تو اس پر زنا کی حد جاری نہیں ہو گی کیونکہ یہ عمل زنا میں حساب نہیں ہوتا۔۔۔

حواله : المحلى بالآثار۔ جلد 12، صفحه 196۔ طبع دار الكتب العلمية

ہاں جی نکاح متعہ کے حرام کرنے والے مفتیان۔۔ کچھ کہنا ہے؟؟

3- جانوروں، میت اور نابالغ بچوں سے بدفعلی کے لیے ابو حنیفہ کی جانب سے کھلی چھٹی۔۔

اگر چوپائے جانور میں دخول کرلے، مردے یا ایسی چھوٹی بچی جس کے مثل ایسی چھوٹی لڑکیوں کہ جس سے مجامعت نہیں کیا کرتے تو بغیر اِنزال کے غسل واجب نہیں ہو گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس بچی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جائیں تو وہ مجامعت کے قابل ہے۔۔ اور اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو تو مرد پر غسل واجب ہو گا اور اس لڑکی پر واجب نہ ہو گا۔

حواله : فتاویٰ ہنديه المعروف فتاویٰ عالمگيريه، كتاب الطهارة جلد ۱، صفحه ۲۰۵، ناشر مكتبه رحمانيه اردو بازار لاہور۔

دل تو کر رہا ہے مزید فتووں کی پھکیاں دیتا چلا جاؤں لیکن تحریر یقیناً انتہائی طویل ہو چکی تو حنفی حضرات کو اب یہاں بخش رہا ہوں اس امید پر کہ مذہبِ حق یعنی مکتبِ تشیع پر بھونکنا بند کر دیں اور یہ جو شیعوں کے خلاف اتحاد بنایا ہوا ہے اس سے باز آجائیں ورنہ تمہارے چہرے کو ایسا بے نقاب کیا جائے گا کہ اپنا چہرہ اپنے بچوں کو بھی دکھا نہیں پاؤ گے۔۔۔

آخرِ کلام میں ایک گزارش اپنے شیعہ مومنین و مومنات سے اور وہ یہ کہ قطعاً کبھی بھی اس ابو حنیفہ نامی شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد پیش کر کے مخالفین پر فخر کا اظہار مت کیجئے کیونکہ ایسے شخص کو امام جعفر صادق علیہ السلام کا شاگرد گردانا صریحاً توہینِ معصوم ہے۔۔

یہ ناصبی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر اس شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد کہا جائے گا تو اس کے بیان کیے ہوئے غلیظ ترین نظریات و فتاویٰ کو اہل بیت سے شیلٹر ملے گا جو اس کے جرائم کو چھپانے کے لئے کافی ہو گا۔۔ کیونکہ شاگرد ہمیشہ استاد کے عکاس ہوتے ہیں۔۔۔ ہوشیار رہیں مومنین!!

والسلام، ابو عبد اللہ

حروفِ مقطعات کیا ہیں اور ان کے کیا معنی ہیں؟

اس سوال کا جواب دینا واقعاً محال ہے کیونکہ یہ حروف اسرارِ خداوندی ہیں جس کا علم یا تو خدا کو ہے یا اس کی حجتوں کو۔

مختصر یہی بیان ہو سکتا ہے کہ ان حروف سے قرآن مجید کی 29 سوروں کا آغاز کیا گیا ہے اور ان حروف کی مجموعی تعداد 78 ہے۔

قرآنیات کے محققین کے مطابق ان حروف کا ایک راز یہ بھی ہے کہ جس سورہ کا آغاز ان حروف مقطعات سے ہوتا ہے اس سورہ کے اکثر الفاظ انہی حروف سے مل کر بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر "ق" اور "ح م ع س ق (حم عسق) حروف کو دیکھا جائے تو ان سورہ کے ناموں میں یہی الفاظ 57 بار استعمال ہوئے ہیں۔

کچھ حروف کی تشریح معصومین علیہم السلام سے بھی ملتی ہے۔

صادقِ آل محمد (ع) ارشاد فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی "ال م (اَلم)" کے معنی انا اللہ الملک ہے لیکن سورہ آل عمران کے ابتدائی الم کے معنی انا اللہ المجید ہے۔

ایک خوبصورت نقطہ ضرور بیان کرتا چلوں کہ 78 حروفِ مقطعات میں سے اگر تکراری حروف کو نکال دیں تو یہ 14 حروف بنتے ہیں یعنی ا ح ر س ص ط ع ق ک ل م ن ہ ی۔۔

یعنی 14 معصومین علیہم السلام سے تشبیہ بنتی ہے اور ان بکھرے حروف کو سمیٹ کر اگر جملے میں ڈھالا جائے تو یہ فقرہ بنتا ہے:

"صراط علی حق نمسکه"

ترجمہ: علیؑ کا راستہ حق ہے اور ہم اس سے متمسک ہیں۔

جواب از، ابوعبداللہ

افسانہ بناتِ رسول ﷺ اور ذوالنورین کا تحقیقی آپریشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔ درود و سلام بر محمد و آل محمد علیہم السلام

تو بناتِ الرسول یعنی نبی ﷺ کی بیٹیوں پر تحریر لکھنے کا وعدہ تھا جو پورا کرنے جا رہا ہوں۔۔
یہ میرے لیے ایسا موضوع ہے جس پر بفضلِ ابو الفضل میں پوری کتاب ترتیب دے سکتا ہوں، لیکن میرا مزاج آپ سب احباب جانتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحریر مختصر و جامع ہو اور ٹو دا پوائنٹ اپنا مدعا آزاد ذہنوں کو ہدیہ کر سکوں تا کہ سمجھنے میں اور جذب کرنے میں آسانی ہو سکے۔

تو یہاں بھی اسی عمل کی کوشش کرتے ہوئے اپنے قلم کو دفاع اہل بیت میں استعمال کر کے اپنی قبر کا سامان مہیا کروں گا۔
آپ حضرات جانتے ہیں کہ دشمنانِ رسول و آل رسول کی جانب سے معاویہ بن ابو سفیان کے نجس دور سے اب تک یہی کوشش جاری ہے کہ کسی بھی طرح سے ان اشخاص کی شان بڑھا کر جنہیں مبینہ اصحاب سے تعبیر کرایا جاتا ہے شانِ صحابہ کا نام دے کر اہل بیتؑ اور اصحاب کو ایک ہی فضائل کی لڑی میں پرو دیا جائے جبکہ یہ گھناؤنے کام فقط اہل بیتؑ تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ رسول پاک کی ذات کو بھی مسخ کرنے کی کوششیں جاری رہیں اور اب تک جاری ہیں۔

اسی گھناؤنی سازش کا ایک عنوان "بناتِ رسول" کو تاریخ کے تاریکی پنوں میں گڑھا گیا تا کہ اپنے مبینہ صحابی عثمان بن عفان کی شان کو بلند کیا جا سکے چاہے اس عمل سے ذات نبی ہی کیوں نہ مجروح ہو جائے کہ معاذ اللہ جو بت پرستی کو ختم کرنے آیا تھا اسی نے اپنی مبینہ بیٹیوں کی شادی بت پرستوں میں کر دی۔۔ اللہ اکبر۔۔

اسی عقیدے کے کچھ نام نہاد محقق شیعوں میں بھی موجود ہیں جو علماء تشیع کی بیان کی گئی روایات کو فقط متن سے ترجمہ کر کے اور رجال سے پرکھ کر اور وہ بھی ان رجالی کتب سے جو کہ خود مجتہدین نے لکھی ہیں عوام کو یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ رسول اللہ کی 4 بیٹیاں تھیں اور اس معاملے میں اہل سنت درست ہیں جبکہ حاضر اور قدیم میں جید علماء تشیع و مجتہدین کا قطعاً یہ نظریہ نہیں۔۔

ایسے نام نہاد کوچک محققین میں آج کل سید علی اصدق نقوی نامی ایک صاحب ہیں جنہیں شاید علوم دینیہ میں فقط سطحی و اصطلاحی علم حاصل ہے اور یہ اپنی ناقص تحقیق پیش کر کے ملت کے جوانوں کو اہل سنت عقائد کی طرف دھکیل رہے ہیں

اور کچھ مخصوص نادان مومنین ان کی ناقص تحقیق سے متاثر ہو کر ہر اس شخص کے خلاف محاذ کھول دیتے ہیں جو حقیقی معنوں میں عقائد و نظریاتِ تشیع کا دفاع کرتا ہے۔

اب تمہید بہت طویل ہو رہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔۔

میں اس تحریر کے پہلے حصے میں اہل سنت کو جواب دوں گا اور آخر میں ان محققِ عالی کو جو اپنا عقیدہ اہل سنت کی جانب پھیر چکے ہیں۔ لبیک یا زھراء (س)

اہل سنت کو رسول اللہ ﷺ سے منسوب بیٹیوں پر قرآن سے جواب

ایک اہم نقطہ جس کا تذکرہ میں نے اپنی تمہید میں پیش کیا کہ افسانہ ءبناتِ رسول گھڑنے کا اصل ہدف و فائدہ دراصل بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان رشتہ داری ثابت کر کے مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کو رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی نسبت دے کر اس کی شان کو بلند کرانے کی کوشش تھی۔

اس بات کو دہان میں رکھ کر اب آپ قرآن مجید اور اہل سنت تفاسیر کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔۔

دلیل نمبر 01: رسول خدا ﷺ کی فقط ایک بیٹی ہونے کا تذکرہ تفسیر در منثور میں

اہل سنت کے عظیم مفسرِ قرآن امام جلال الدین سیوطی اپنی قرآنی تفسیر، تفسیر الدر المنثور کہ جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں سورہ رعد کی آیت 29 کی تفسیر میں لکھتے ہیں

نوٹ: یاد رہے کہ امام سیوطی اپنی اس مایہ ناز تفسیر میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع کیا ہے۔ وہ اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث و آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا۔

"امام ابن حاتم نے حضرت فرقد السبخی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی طرف انجیل میں وحی فرمائی کہ اے عیسیٰؑ تم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے کہو کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر جو امی نبی ہے جس نے آخر زمانہ میں جلوہ فرما ہونا ہے پس تم اس کی تصدیق کرو اور اس کی اتباع کرو، اونٹ والے ہیں، زرہ والے، لاٹھی والے اور تاج والے ہیں جو موٹی آنکھوں والے ہیں جن کے ابرو ملے ہوئے ہیں۔ چادر والے ہیں اس کی مبارک نسل المبارکہ سے یعنی حضرت خدیجہ سے ہے۔۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے عیسیٰ! خدیجہ کا ایک محل ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی اذیت ناک بات سنی جاتی ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ ہے، اس کی بیٹی فاطمہؑ ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں، وہ دونوں شہید ہوں گے، یعنی الحسنؑ اور الحسینؑ۔"

حوالہ: تفسیر در منثور، جلد 4، صفحہ 165، تفسیر آیت 29، سورۃ الرعد

تو احباب آپ نے امام سیوطی کی تفسیر کا حوالہ ملاحظہ فرمایا کہ جس میں اللہ نے حضرت عیسٰی ابن مریم پر رسول اللہ کی ولادت سے کئی سو سال پہلے وحی فرما کر بتا دیا کہ رسول اللہ حضرت محمد ابن عبداللہ ﷺ کی ان کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ (س) سے فقط ایک ہی بیٹی ہو گی جن کا نام فاطمہؑ ہو گا اور اس بیٹی سے دو بیٹے ہونگے حسنؑ اور حسینؑ جو شہید کئے جائیں گے۔

اب مجھے میرے اہل سنت بھائی جواب دیں کہ آپ کی انتہائی معتبر تفسیر میں امام سیوطی ایسی حدیث پیش کر رہے کہ جس میں اللہ کی جانب سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فقط ایک ہی بیٹی ہیں تو اگر 3 بیٹیاں اور تھیں تو اللہ نے لگ بھگ 400 سو سال پہلے عیسٰیؑ پر وحی کر کے ان کے بھی نام کیوں نہ بتائے؟؟

کیا آپ معاذاللہ ثم معاذاللہ اپنے رب سے زیادہ علم رکھتے ہیں کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ 4 بیٹیاں تھیں اور اللہ کو معاذاللہ اس کا علم نہیں تھا۔

اب اگر آپ نہیں مانتے تو آپ کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو وحی کا انکار کرے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

دلیل نمبر 2: جس کا دین پسند ہو اسے رشتہ دو۔۔۔ حکم قرآن و رسول اللہ

سورہ بقرہ کی آیت 221 ملاحظہ فرمائیں

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَـٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

خبردار مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرنا جب تک ایمان نہ لے آئیں کہ ایک مومن کنیز مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو اور مشرکین کو بھی لڑکیاں نہ دینا جب تک مسلمان نہ ہو جائیں کہ مسلمان غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ یہ مشرکین تمہیں جہنّم کی دعوت دیتے ہیں اور خدا اپنے حکم سے جنّت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ شاید یہ لوگ سمجھ سکیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس پر اُمت کے لیے رسول اکرم ک ﷺ ا حکم کیا ہے۔

جامع ترمذی اور مشکوۃ شریف میں حدیثِ صحیح موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوّجوه ان لاتفعلو تکن فتنة فی الارض ، وفساد عریض

ترجمہ: جب کوئی شخص تم سے رشتہ مانگے کہ جس کے دین اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد بپا ہو جائے گا۔

حواله: جامع ترمذی، صفحه 148، کتاب النکاح - مشکوة ، صفحه 267

قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ کفر و شرک کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کافروں سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے تو جو چیز اللہ کو نہیں پسند وہ رسول اللہ ﷺ کو کیسے پسند آسکتی ہے؟؟
اور یہاں تک کہ رسول ﷺ امت کو حکم دے کر جا رہے ہیں کہ دین دیکھ کر رشتہ دو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے معاذ اللہ کہ رسول ﷺ اپنی بیٹیوں کی شادی کفار و مشرکین سے کریں اور صرف مشرک ہی نہیں بلکہ اسلام کے سخت ترین دشمن کہ جس کی مذمت میں سورہ نازل ہوئی یعنی ابو لہب کے بیٹوں سے عتبہ اور عتیبہ سے؟
تو آپ کو اب ماننا ہی پڑے گا کہ وہ رسول اللہ کی بیٹیاں نہیں تھیں ورنہ ان کے رشتے قطعاً نبی اکرم کسی کفار سے کبھی نہ کرتے۔۔ اور اگر اس پر اصرار کریں گے کہ نہیں چار بیٹیاں ہی تھیں تو یہ قرآن کی اور رسول کی کھلی مخالفت ہو گی جس کا نتیجہ آپ کے خود کافر ہو جانے پر تمام ہو گا۔
اب آگے بڑھتے ہیں۔۔۔

دلیل نمبر 3: رسول اللہ کی زندگی میں رسول ﷺ سے منسوب تینوں لڑکیاں یتیم تھیں، قرآن سے ثبوت

سورۃ الضحیٰ کی آیت 9 فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ نازل ہونے کے شان نزول میں امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔۔

فاما الیتیم فلا تقهر وردی انهانزلت حین صاح النبی علیٰ ولد خدیجه

ترجمہ: یتیم پر قہر نہ کرو، روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی کریم ﷺ نے اولادِ خدیجہؑ کو جھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

حواله: تفسیر کبیر، جلد 8 صفحه 427، پاره 30
اب اہل سنت خود بتائیں کہ اگر یہ تین بیٹیاں رسول کی اپنی بیٹیاں تھیں تو پھر قرآن نے انہیں یتیم کیوں کہا؟؟؟
ھاھاھاھاھا

دلیل نمبر4: رسول اللہ ﷺ سے منسوب تین بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی لے پالک بیٹیاں تھیں

اہل سنت کی معتبر ترین تفسیر کی کتاب، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان کی جلد 5 کے صفحہ 9 پارہ 4 میں سورہ نساء کی آیت 23 کی تفسیر میں امام نیشاپوری بیان کرتے ہیں:

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ: تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نیشاپوری لکھتے ہیں:

بربائیکم کما تقول بنات رسول لله من خدیجة

ایسی لڑکیوں کو عربی میں ربیبہ کہتے ہیں یعنی لے پالک پروردہ اور ان پرودہ لڑکیوں کی مثال رسول اللہ ﷺ کی وہ لڑکیاں تھی خدیجہؑ سے۔

اب آجائیں آپ کی سب سے معتبر کتاب سے دلیل یعنی صحیح بخاری سے:

امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب قرآن پاک کی تفسیر کے بیان میں، باب بَابُ: {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ} أَلِنْ جَانِبَكَ میں حدیث نمبر 4771 میں نقل کرتے ہیں:

حدثنا ابو اليمان، اخبرنا شعيب، عن الزهري، قال: اخبرني سعيد بن المسيب، وابو سلمة بن عبد الرحمن، ان ابا هريرة، قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم حين انزل الله: وانذر عشيرتك الاقربين سورة الشعراء آية 214، قال:" يا معشر قريش او كلمة نحوها اشتروا انفسكم، لا اغني عنكم من الله شيئا يا بني عبد مناف لا اغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب، لا اغني عنك من الله شيئا ويا صفية عمة رسول الله، لا اغني عنك من الله شيئا، ويا فاطمة، بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا اغني عنك من الله شيئا"۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جب آیت «وأنذر عشيرتك الأقربين»

"اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرا" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہؑ! محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ کیا دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر جب اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو کیا تمام بیٹیاں موجود نہ تھیں جو صرف رسول نے حضرت فاطمہؑ کو دعوتِ توحید دی؟

جب کہ آپ کا خود ماننا ہے کہ فاطمہ زہرا سب لڑکیوں سے عمر میں چھوٹی تھیں تو پھر بڑی لڑکیاں کہاں تھیں کہ اللہ فرما رہا ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی قریب ترین رشتہ داروں کو دعوت دو؟؟

تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اگر وہ تین لے پالک بیٹیاں رسول کی اپنی اولادیں ہوتیں تو ضرور بلا ضرور وہ اس دعوت میں شریک ہوتیں۔۔

ایک اور بات بہت عجیب ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جنابِ زہرا کم سن تھیں اور بالغ بھی نہیں تھیں جبکہ دوسری بیٹیاں جو آپ مانتے ہیں وہ بالغ اور سمجھدار تھیں تو آخر رسول نے نابالغ بچی فاطمہؑ کو تو توحید کی دعوت سناتے ہیں جبکہ شادی شدہ بالغ بچیوں کو نہیں سناتے؟

چلیں اب مزید آگے بڑھتے ہیں۔۔۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ

بعث رسول الله لما استكمل اربعين سنة

یعنی رسول اللہ جب چالیس برس کے ہو گئے تو اعلان نبوت فرمایا۔۔

اور مزید واضح کر دیتا ہوں۔۔

تاریخ خمیس، نور الابصار، شرح فقہ الاکبر، الاستعیاب میں موجود ہے کہ روای بیان کرتا ہے:

زینب پیدا ہوئیں تو حضور کا سن مبارک 30 برس تھا اور جب رقیہ پیدا ہوئیں تو آپ 33 برس کے تھے۔

تو اب ہمارا اہل سنت سے سوال ہے کہ وہ ہم شیعوں کو یہ بتائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جب اعلان نبوت چالیس سال کی عمر کیا تو اس وقت جنابِ رقیہ کی عمر 7 برس تھی اور بقول آپ کے ہی اعلان نبوت کے فوراً بعد رقیہ کو طلاق مل گئی یعنی ان کی شادی عتبہ کافر سے 6 سال کی عمر میں ہوئی۔۔

تو آخر ہمارے نبی کو ایسی کیا مجبوری تھی کہ 6 برس کی کم سن بچی کی شادی ایک کافر سے کر دیں اور بعثت کے بعد طلاق ہو جائے تو اس کا نکاح عثمان سے کرا دیں؟؟؟

اب آتے ہیں اس شخص پر کہ جس کی جھوٹی فضیلت بنانے کی خاطر یہ رسول اللہ ﷺ کی 4 بیٹیوں کا افسانہ گاڑھا گیا یعنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کہ جس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن قبیلے بنو امیہ سے تھا۔

اہل سنت معتبر کتب تاریخ و حدیث میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ عثمان نے زمانہ کفر میں رقیہ سے شادی کی۔۔

تزوج عثمان فی جاهلية رقية

ترجمہ: عثمان نے رقیہ سے زمانہء جاہلیت میں شادی کی

تو اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ جو عثمان کو ذوالنورین کہتے کہتے نہیں تھکتے تو عتبہ اور عثمان جب دونوں کافر تھے اس وقت ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی مبینہ بیٹی رقیہ سے شادی کی تھی تو اگر یہ فضیلت کا معیار ہے تو صرف عثمان کو ہی کیوں یہ فضیلت اکیلے ملے؟ اس میں برابری کی بنیاد پر دشمن رسول ابو لہب کے بیٹے عتبہ کو بھی فضیلت دینا ہوگی کیونکہ عثمان اور عتبہ اس وقت دونوں مشرکین نے رقیہ سے شادی کی؟

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ خمیس، جلد ا صفحہ 275
تذکرۃ الخواص الامۃ، صفحہ 172
ذخائر العقبیٰ، صفحہ 162
تاریخ الخلفاء، صفحہ 148
مدارج النبوۃ، صفحہ 458

مزید آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی عثمان کا رسول ﷺ سے دامادی کا رشتہ اس کے لیے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں۔۔

امام طبری اپنی کتاب النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ سے ارشاد فرمایا:

اوتيت ثلاثاً لم يوتهن احد ولا انا اوتيت صهراً مثلى ، ولم اوت انا مثلى، و اوتيت زوجة صديقة مثل ابنتى و لم اوت مثلها زوجة و اوتيت الحسن و الحسين من صلبک و لم اوت من صلبى مثلها و لكنكم منى وانامنكم

آپ کو تین ایسی چیزیں ملی ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں حتی مجھے بھی نہیں ملیں، سسر میری طرح، جبکہ مجھے بھی اپنی طرح کا سسر نہیں ملا، صدیقہؑ بیوی، میری بیٹی کی طرح جب کہ مجھے اس طرح کی کوئی بیوی نہ مل سکی اور آپ کے صلب سے حسنؑ و حسینؑ جیسے بیٹے عطا ہوئے، جب کہ مجھے ان کی طرح بیٹے نہ مل سکے، لیکن آپ سب مجھ سے ہو اور میں آپ سے ہوں۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ، جلد 3 صفحہ 220، باب 4، فصل 6

ینابیع المودۃ، صفحہ 255، باب 56

فرائد السمطین، صفحہ 142، باب 25

تو اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ رسول ﷺ کی دامادی کا اعجاز فقط امام علیؑ سے مخصوص ہے کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے "لم يوتهن احد" ارشاد فرمایا ہے یہ ایسا جملہ ہے جس میں "احد" نکرہ ہے اور سیاقِ نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے یعنی دامادِ رسول ہونے کی فضیلت فقط امام علیؑ کا شرف ہے۔

نوٹ: اگر اسی حدیث میں مزید غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ رسول ﷺ نے اپنی بیٹی کو صدیقہ کہہ کر مخاطب کیا تو جو حضرات فدک کے مسئلے میں ابو بکر کی صداقت کے قائل ہیں تو یہ حدیث کے الفاظ ان کے منہ پر طمانچہ ہیں۔

آگے چلتے ہیں۔۔۔

آپ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان بہت غنی تھا۔۔ تبھی اس کے ساتھ غنی لگاتے نہیں تھکتے۔۔

تو اب میں قرآن سے آپ کو ایک دلیل پیش کرتا ہوں جو نبی ﷺ کی فقط ایک بیٹی جنکا نکاح مولائے کائنات سے ہوا تھا ان کی سخاوت میں نازل ہوئی یعنی سورۃ دھر یا سورۃ انسان کی آیت 8 اور 9 میں ارشاد ہوتا ہے

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

یہ اس کی محبت میں مسکینؑ یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ

اس آیت کے شانِ نزول میں ہے کہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب مولا علیؑ، بی بی زہراؑ اور حسنینؑ نے 3 دن بھوکے رہ کر روزہ رکھا اور اللہ کی راہ میں سخاوت پیش کرتے ہوئے اپنی غذائیں یتیم، فقرا و مساکین و اسیر کو دے دیں تھی۔۔

اس واقعہ کا شان نزول کا واقعہ تفصیل کے ساتھ ان کتابوں نے موجود ہے جن کے متن کو اختصار کی وجہ سے نقل نہیں کر رہا۔۔

کفایت الطالب، صفحہ 345 باب 97
تذکرہ خواص الامہ صفحہ 176 باب 11
مناقب خوارزمی، صفحہ 190 باب 170

اب میں اہل سنت سے سوال کرتا ہوں کہ جب عثمان اتنا بڑا سخی تھا اور رسول کی ایک بیٹی اس کے نکاح میں تھی تو آج تک قرآن میں ایک آیت بھی اس کے غنی ہونے پر کیوں نہیں آئی؟؟؟ اگر کوئی آئی ہے تو ہمیں دکھائیں۔۔

اب آخر میں کچھ کیلکولیشن تاریخ سے پیش خدمت ہے:

میرے بھائیوں کوئی بھی عام سا مسلمان تھوڑی سی عقل رکھنے والا یہ تین بیٹیوں کا جھوٹا اور من گھڑت قصہ مان ہی نہیں سکتا کیونکہ کہ یہ عقل و منطق کے خلاف ہے۔

شیعہ و سنی دونوں مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہؑ سے 25 سال کی عمر میں ہوئی۔
اور یہ بھی دونوں مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت 40 سال میں ہوئی۔
اور یہ بھی آپ کے علماء نے لکھا کہ اعلان بعثت سے 5 سال پہلے ان تینوں بیٹیوں کی شادی رسول اللہ ﷺ نے معاذ اللہ مشرکین سے کر دی تھی۔
اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی کے چار سال بعد بی بی خدیجہؑ سے اولاد ہوئی۔
ٹھیک؟؟ چلیں اب جمع تفریق کرتے ہیں۔

شادی ہوئی 25 سال میں

اعلان نبوت کیا 40 سال میں

15 = 25 - 40 سال

5 سال بعثت سے پہلے شادیاں کر دیں۔

10 = 5 - 15 سال۔۔ ٹھیک

شادی کے 4 سال تک اولاد نہیں ہوئی۔۔

6 = 4 - 10 سال

اب آپ اگر تھوڑی بھی عقل رکھتے ہیں تو مجھے سمجھا دیں کہ 6 سال میں 3 بیٹیاں پیدا بھی ہو گئیں اور اُن کی شادیاں بھی ہو گئیں یہ کیسے ممکن ہے؟؟

ھاھاھا۔۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

حدیث غدیر میں موجود لفظ مولا پر ایک ناصبی سے مکالمہ!

وہ فرمانے لگے۔۔
ارے ابوعبداللہ یہ کیا آپ شیعوں نے حدیث غدیر کو لے کر شور مچایا ہوا ہے اور اس کو حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کہتے ہیں۔
ہم بھی حضرت علیؑ کو امام اور مولا مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یعنی جس کا میں دوست اس کا علیؑ دوست۔ مولا کے معنی تو دوست و مددگار کے ہیں نا کہ اولی بالتصرف حاکم و خلیفہ کے۔

میں نے زور سے ہنستے ہوا کہا۔۔۔
واہ قبلہ واہ کیا کہنے میرے آقا و مولا امام علی علیہ السلام کے کہ حدیث غدیر کو لے کر آپ نے آج خود ہی ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا

وہ جھنجھلا کر بولے میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو آپ کو ہنسی آ رہی ہے۔۔

میں پھر ایک بار زور سے ہنسا اور بولا۔۔۔ ارے آج آپ نے "یا علیؑ مدد" پر خود دلیل دے دی یہ کہہ کر کہ لفظ مولا کے معنی آپ کے نزدیک دوست اور مددگار کے ہیں یعنی رسول فرمارہے ہیں کہ جس کا میں دوست اور مددگار ہوں اس کا علیؑ دوست و مددگار ہے یعنی یا علیؑ مدد کہنا عین حکم رسول ﷺ ہے۔۔

سر کو جھٹک کر فوراً بات گھماتے ہوئے بولے۔۔
تو مولا کے معنی آپ شیعوں نے کب سے صاحبِ اختیار، جانشین اور خلیفہ کے بنا لیے کہ اس سے اولی بالتصرف ثابت ہے؟؟

اب میں ایک دم سنجیدہ مسکراہٹ سجا کر بولا۔۔ قرآن تو پڑھا ہی ہو گا آپ نے۔۔

میرا سوال ابھی اختتامی نوک تک ہی پہنچا تھا کہ دھڑم سے بول اٹھے۔۔ الحمدللہ۔۔ میں حافظ ہوں۔۔

میں نے کہا ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔۔

تو پھر ذرا سورہ احزاب کی آیت 6 تو باآواز بلند دہرا دیں۔۔
کہتے ہیں کیوں نہیں بالکل۔۔
النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔۔۔۔

میں نے کہا اس کا ترجمہ بھی آتا ہو گا تو بھی پیش کر دیں۔۔

جھٹ سے بولے۔۔ **یہ نبی مومنوں کی جانوں پر ان سے زیادہ مالک و مختار ہیں۔**

میں کہا واہ واہ کیا کہنے جناب آپ کی جہالت کے۔۔
مولا لفظ اولی سے نکلا ہے قبلہ۔۔ تو آپ کی تشریح کے مطابق یہ ترجمہ بنتا ہے
یہ نبی مومنوں کی جانو پر ان سے زیادہ "دوست" ہیں۔ ہاہاہاہا
کیا یہ ہضم ہو رہا ہے آپ کو۔۔۔؟؟؟

پھر سے جھنجھلا گئے بری طرح۔۔۔ ارے تم شیعہ کبھی نہیں مانو گے۔

میں جھٹ سے بولا۔۔ ہاں بالکل بالکل جناب ہم قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی کوئی بات نہیں مانتے اور ہاں سوچیے گا جو آیت بیان کی ہے اس پر۔۔۔

ایک دم مڑے جانے کے لیے۔۔ میں نے پیچھے سے کہا۔۔
لیکن میں آپ کا مشکور ہوں ولی و مولا کا ترجمہ جو بھی ہو کم از کم آپ نے یا علیؑ مدد کو سنت رسول و حکم رسول ثابت کر دیا۔۔

سلامت رہیں۔۔ مولا علیؑ مدد سرکار

افسانۂ عقدِ ام کلثومؑ کا تحقیقی، منطقی اور اخلاقی آپریشن

یوں تو تاریخ اسلام میں بہت سے لطیفے مشہور ہیں جیسا کہ رسول ہم جیسا (معاذاللہ)، رسول کی چار بیٹیاں تھیں، فلاں کو بنت رسول سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا (س) نے معاف کر دیا تھا، فلاں بہت جلالی و بہادر تھے وغیرہ وغیرہ۔۔ لیکن تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے مسلمان کو جس پر سب سے زیادہ قہقہہ لگا کر ہنسی آتی ہے وہ ہے افسانہ عقد ام کلثوم۔۔

جس میں مسلم تاریخی راہزنوں نے اپنے اُس پیر کی عزت بچانے کے لئے جس نے بارہا کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا ایک عجیب و غریب قصہ گھڑا کہ فقط ایک داماد و خلیفہ رسول، صدیقِ اکبر اور فاروق اعظم یعنی مشکل کشائے دین خدا حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی جنابِ ام کلثوم کا نکاح مسلمانوں کے دوسرے غاصب خلیفہ حضرتِ لھلک عمر سے کر دیا تھا۔۔۔ہاہاہاہاہاہاہاہاہا۔۔ کیا مذاق ہے بھائی۔۔

سوچ تو رہے ہونگے کہ کیوں مجھے اتنی ہنسی آ رہی ہے، ارے بھائی کیوں نہ آئے ؟؟ جس کو بچانے کے لیے یہ افسانہ گھڑا گیا اسی کی عزت کو اسی افسانوی گڑھے میں گرا دیا۔۔ہاہاہاہاہاہا۔۔ اچھا اوکے اوکے ہنسی روکتا ہوں۔۔

میرے بھائی ذرا یہ تو بتاؤ یہ کیسی فضیلت ہے کہ عمر کی بیٹی حفصہ تمہاری ام المومنین ہیں۔۔ رائٹ۔۔ تو ام کلثوم بنتِ علیؑ رشتے میں حفصہ کی نواسی ہوئیں اور حضرتِ لھلک عمر کی پر نواسی۔۔ ٹھیک کہا نا؟؟؟

تو یہ فضیلت کیسے ہو گئی کہ اولڈ ایج عمر بن خطاب اپنی زندہ تین بیویاں رکھنے کے باوجود اپنی پَر نواسی جو کہ فقط 6 یا 7 سال کی ہو اس سے شادی کر لے ؟؟

کیا کسی نوبل فیملی میں ایسا کچھ سنا یا دیکھا کسی نے ؟؟ کیا کوئی شریف النفس انسان ایسا کرے گا ؟؟؟ یہ فضیلت ہوئی یا تمہارے پیر کی توہین ؟؟

تو کیوں نا ہنسو حد ہے۔۔ کیا بے ہودگی ہے یار۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔

اچھا اب ہنسی مذاق ایک طرف۔۔ مجھے مسلمان کچھ سوالوں کے جواب دیں۔۔

اگر یہ اتنی ہی بڑی فضیلت تھی تو آپ کی صیحیحہ ستہ یعنی قرآن کے بعد سب سے متعبر کتابیں اس پر کیوں خاموش ہیں ؟؟ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اگر ایسا کوئی نکاح تاریخ میں ہوا تھا تو وہ نکاح کس جگہ واقع ہوا، کس نے پڑھایا ؟؟ کون گواہ بنے ؟؟ اور کون کون سے صحابی اس نکاح میں شریک ہوئے ؟؟

کوئی جواب ہے ؟؟ نہیں نا۔۔ تو آؤ بھائی اب میں اس تاریخی لطیفے کا فل اخلاقی آپریشن شروع کروں۔۔

غلیظ ترین اہل سنت روایات کا اخلاقی آپریشن!

پہلی غلیظ روایت: الإصابة في تمييز الصحابة امام حافظ ابن حجر عسقلانی

عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو انھوں نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ حضرت علی نے آپ کو رشتہ دینے سے جواب دے دیا ہے پس انھوں نے پھر طلب کیا تو حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھاری طرف بھیجوں گا اگر تم کو پسند آ گئی تو وہ تمھاری بیوی ہے پس علی نے ام کلثوم کو بھیجدیا اور عمر نے ان کی پنڈلی کھولی۔ ام کلثوم نے کہا ہٹ جا اگر امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھوں پر تھپڑ مار دیتی۔

حوالہ: الاصابہ، جلد ۲، ص صفحہ ۴۶۲

دوسری غلیظ روایت: ذخائر العقبى - احمد بن عبد الله الطبري

عمر نے حضرت علیؑ سے ان کی دختر ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ابھی وہ کمسن ہے پس عمر نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ آپ مجھ کو رشتہ نہیں دینا چاہتے اگر وہ کمسن ہے تو اس کو میرے پاس بھیجدو۔ پس حضرت علی نے ام کلثوم کو بلا کر ایک پوشاک دی اور کہا یہ عمر کے پے لے جاؤ اور ان سے کہہ دو میرے والد کہتے ہیں کہ یہ پوشاک کیسی ہے ؟ پس وہ پوشاک لے کر عمر کے پاس آئیں اور پیغام دیا تو عمر نے ام کلثوم کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ام کلثوم نے کہا میرا بازو چھوڑ دو۔ پس انھوں نے چھوڑ دیا اور کہا بڑی اچھی پاکدامن لڑکی ہے جا کر باپ سے کہدے کہ کتنی حسین اور کتنی خوبصورت ہے ایسی نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔ پس پھر علی نے ام کلثوم کی عمر سے شادی کر دی۔

حوالہ: ذخائر العقبی، صفحہ ۱۶۸

تیسری غلیظ روایت: صواعق محرقه- ابن حجر مکی

حضرت علیؑ نے حکم دیا اور ام کلثوم کو آراستہ کیا گیا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا جب عمر نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور لڑکی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بوسے دیئے اور دعا کی اور جب وہ اٹھنے لگی تو پنڈلی سے پکڑ لیا اور کہا۔ باپ سے کہدینا میں بلکل راضی ہوں جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو علیؑ نے ان کا نکاح عمر سے کر دیا۔

حوالہ: صواعق محرقہ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۹

چوتھی روایت بھی صواعق محرقہ سے۔۔

جب عمر نے علیؑ سے رشتہ مانگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی رسول خدا کا نسب و سبب حاصل ہو تو علیؑ نے حسنؑ اور حسینؑ سے کہا تم اپنی بہن کی شادی اپنے چچا عمر سے کر دو۔ انھوں نے کہا وہ عورت ہے اپنے لئے خود اختیار کرے گی۔ پس علیؑ غصّہ میں کھڑے ہو گئے اور حسنؑ نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا اے ابا جان آپ کی ناراضگی ناقابل برداشت ہے پس حسنؑ و حسینؑ نے ام کلثوم کی شادی کر دی۔

صواعق محرقہ: صفحہ ۱۵۵

ایک استعاب سے نقل کر کے روک رہا ہوں کیونکہ مجھ جیسا غیرت مند عام سا مسلمان بھی یہ بے ہودہ اور غلیظ ترین روایات لکھتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہے۔

پانچویں غلیظ ترین روایت:الاستیعاب فی معرفة الاصحاب - ابن عبد البر

عمر نے ام کلثوم کا رشتہ کیا تو انھوں نے کہا وہ ابھی چھوٹی بچی ہیں۔ عمر نے کہا کہ میری اس سے شادی کر دیں۔ میں اس کی فضیلت طلب کرنا چاہتا ہوں جس کو کوئی بھی طلب کرنے والا نہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں اگر تم اس کو پسند کر لو تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی۔ پس حضرت علیؑ نے اس کو ایک چادر دے کر بھیجا اور کہا اس سے کہہ دینا کہ یہی وہ چادر ہے جو میں نے تم سے کہی تھی۔

ام کلثوم نے جا کر عمر سے یہ بات کہی تو عمر نے کہا، اللہ تم سے راضی ہو میں نے پسند کر لی۔ پس عمر نے ام کلثوم کی پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو کھول دیا۔ ام کلثوم نے کہا تم ایسا کرتے ہو اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمھاری ناک توڑ دیتی پھر ام کلثوم واپس گئیں اور حضرت علیؑ سے واقعہ بیان کیا اور کہا آپ نے مجھے بدکار بڈھے کی طرف بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے بیٹی وہ تمھارا شوہر ہے۔ پھر مہاجرین کی محفل میں آئے اور کہا مجھے مبارک کہو۔ انھوں نے کہا کس لئے؟ کہا میں نے ام کلثوم بنت علی سے شادی کر لی۔

حوالہ: استیعاب، جلد ۴، صفحہ ۴۶۷

تو قارئین یہ تھیں ان غلیظ و بے ہودہ ترین روایت میں کچھ جو اہل سنت روایات جس کو لکھتے لکھتے میں خود شرم سے پانی پانی ہو رہا ہوں۔۔

ان روایات کو اگر کوئی بھی غیر تمند مسلمان پڑھے گا تو یقیناً اس پر عجیب کیفیت طاری ہو گی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ کس طرح سے مسلم تاریخ دانوں نے عمر بن خطاب کی فضیلت گھڑنے میں امام علیؑ کی توہین کی جو کہ آیت تطہیر کی روح سے ہر نجاست سے بالکل پاک ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیسے امام علیؑ کی توہین ہے تو دل پر ہاتھ رکھ پر ان نکات پر غور کریں کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باپ ایسا بے غیرت ہو کہ اپنی 6 یا 7 سالہ بیٹی کو خود ہی ایک بڈھے امیدوار کے گھر بھیج دے کہ وہ چیک کرے۔ توبہ توبہ یہ گھٹیا حرکت تو کوئی رذیل سے رذیل انسان بھی کرنے پر موت کو ترجیح دینا گوارہ کریگا چہ جائیکہ امیر المومنین امام علی ؑ کے بارے میں ایسی تہمت!!!

اور پھر وہ شخص جو بڑھاپے میں نابالغ لڑکی سے شادی کرنے پر بضد ہے کس قدر درندہ صفت اور کمینہ ہے کہ معصوم بچی سے نازیبا حرکت کر رہا ہے جبکہ ابھی تک وہ اس کے نکاح میں بھی نہیں۔ الامان۔

مطلب عجیب۔۔ کہ لاچار باپ درندہ صفت حاکم کے محل میں اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے اور وہ ننگ شرافت اس بچی کی پنڈلی کھول کر جبر کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بچی کراہیت شدید کر کے مزاحمت کرتی ہے اور اعتراف کرتی ہے کہ اگر تو بادشاہ نہ ہوتا تو تجھے تھپڑ رسید کر دیتی۔ کیا اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو مسلمانوں کے دونوں خلفاء کے کرداروں سے اس روایت کے مطابق ظاہر ہوتی ہے اگر یہی اسلام ہے تو پھر کفر اس سے لاکھ درجے بہتر ہے۔

یہ مسلمانوں کے اپنے خلیفہ کی توہین ہے یا فضیلت کہ مسلمانوں کا امیر المومنین خلیفہ المسلمین، صحابی رسول ساٹھ سالہ بزرگ ایک غیر محرم نابالغ بچی کو نکاح کے بغیر اپنی گود میں کھینچ کر بوس و کنار کرتا ہے پھر پنڈلی کی طرف ہاتھ پڑھاتا ہے یہ خلیفہ راشد کا کردار ہے یا کسی اوباش و عیاش فاسق و فاجر بادشاہ کی بدکرداری کا نمونہ ہے؟؟؟؟

جواب دو سقیفائی اسلام کے جاہل پیروکارو۔۔

اوپر جو صواعق محرقہ کی دوسری روایت جو نقل کی ذرا اس پر بھی غور کریں کہ نابالغ بچی یا بالغ عاقلہ عورت کے نکاح کا اختیار شرعی ولی کو ہے۔ کوئی عورت اپنے شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ امام مالک نے موطاء میں لکھا ہے جب ام کلثوم کے شرعی والی یعنی والد امام علی خود موجود تھے تو ان کو حسن و حسین سے شادی کی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ شرعاً نکاح کی اجازت دینا اور کروانا ان ہی حق کا تھا۔

خدا کی لعنت ہو ان تاریخ دانوں پر بے شمار۔۔ لگاتار

ان ملعونہ روایات کو مزید دقت سے دیکھا جائے تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عمر بن خطاب، امام علیؑ کو جھوٹا کہہ رہے ہیں یعنی عمر بن خطاب، امام علی سے ایک کمسن اور روایت میں موجود لفظ صبیہ کے مطابق دودھ پیتی بچی کا رشتہ طلب کر رہا ہے جبکہ امام علیؑ یہ کہہ منع کر رہیں کہ وہ بچی ابھی چھوٹی ہے شادی کے لائق نہیں ہے مگر خلیفہ باپ کو جھٹلا دینے کے ساتھ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو تمہارے دل میں اس سے واقف ہوں یعنی قسم کھا کر عمر نے حضرت علیؑ کو جھوٹا قرار دیا ہے جبکہ خود اہل سنت عقائد میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔

تو قارئین اگر ان روایات پر میں اپنی جے آئی ٹی رپورٹ لکھوں تو آپ کو قطعاً اعتراض کرنے کا حق نہیں کیونکہ جو میں اب اخذ کرکے لکھوں گا وہ انہی روایات کی روشنی میں ہوگا جو خود اہل سنت کے ہاں قابل قبول ہیں۔

مختصر الفاظ میں عقد ام کلثوم پر عمر بن خطاب پر جے آئی ٹی رپورٹ۔۔

مذکورہ اہل سنت کی روایات میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک نامحرم، کمسن بچی پر مجرمانہ حملہ کیا اور اگر کوئی دوسرا فرد ایسا کرتا تو اس کو عبرت ناک سزا دی جاتی مگر جب حاکم وقت نے یہ وحشیانہ قدم اٹھایا تعزیری کاروائی ساکت رہی۔ ان روایات سے تو صریحاً عمر کا ظالم، فاسق و فاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کوئی بھی تھوڑی سی عقل رکھنے والا مسلمان جو ریاضی یعنی Mathematics سے لگاؤ رکھتا ہے اور آسان جمع تفریق کر سکتا ہے وہ بآسانی سمجھ لے گا کہ عقد ام کلثوم واقعاً ایک تاریخی لطیفہ و افسانہ ہے۔

پہلے کچھ نکات پر توجہ دلاؤں پھر جمع تفریق شروع کرتا ہوں۔

قارئین کرام کسی بھی اہل سنت روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ مبینہ نکاح کے وقت یعنی سنہ ۱۷ ہجری میں عمر کی زوجہ ام کلثوم بالغہ تھیں بلکہ صغیرہ اور صبیہ یعنی انتہائی کمسنی کے الفاظ بیان ہوئے ہیں جبکہ جنابِ ام کلثوم بنت امام علیؑ سنہ ۱۷ھ میں شادی کے قابل تھیں۔ ام کلثوم کی نابالغی اور کمسنی پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اور ابن حجر مکی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھا:

جب حضرت علیؑ نے ام کلثوم کو عمر کے پاس بھیج تو وہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ ان کے بوسے لئے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور عمر نے ام کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے چمٹایا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ان کی عزت کے خیال سے کیا کیونکہ ام کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو نہ پہنچی تھیں کہ ان پر شہوت ہو سکتی

جس کی وجہ سے حضرت عمر پر یہ باتیں حرام ہو تیں۔ اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہو تیں تو ان کے والد ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجتے ہی نہ۔

اب ساتھ ساتھ ذرا اہل سنت محقق کا یہ قول بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور عہد معاویہ میں ان کا انتقال ہوا اور مدینہ میں وفات پائی مگر یہی صاحب آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں اور شام میں مدفون ہوئیں۔

حوالہ: السیدہ زینب، صفحہ ۲۳ اور صفحہ ۶۴

علمائے اہل سنت جن میں ابن سعد، امام نووی، حافظ ذہبی اور مسعودی شامل ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر کا انتقال معاویہ بن ابو سفیان کے دور میں ہوا پھر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زینبؑ بنت علیؑ کے پہلے شوہر عبداللہ بن جعفر ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کا عقد ام کلثوم سے ان کی بہن زینب کے انتقال کے بعد ہوا۔ لیکن ابن انباری نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی شادی پہلے ام کلثوم سے ہوئی ان کے مرنے کے بعد زینبؑ سے نکاح کیا اور حسن عدوی کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر ابن انباری اور عدری کا قول مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بی بی زینبؑ کی شادی ۴۹ سال کی عمر میں ہوئی جو قطعا باطل ہے کیونکہ سنہ ۱۷ امام علی علیہ السلام خود نے حضرت زینبؑ کا عقد جناب عبداللہ سے کیا تھا۔

اب ذرا اس مبینہ نکاح کے حاضر باراتی مجھے بتائیں کہ جس ام کلثوم کا انتقال دورِ معاویہ میں ہو چکا تھا وہ بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر کیسے کربلا میں آئیں اور کیسے قیدی ہو کر شام چلی گئیں؟؟ ہاہاہاہا عجیب و غریب۔۔

چلیں اب جمع تفریق ہو جائے۔۔

1- تو تاریخ کہتی ہے کہ جب عمر ابن خطاب اسلام لایا تو اس کی عمر چالیس 40 برس تھی اور ترسٹھ 63 برس کی عمر میں عمر ابن خطاب کا قتل ہو گیا۔

2- تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ دعوتِ ذوالعشیرہ یعنی اسلام کی پہلی دعوت کے وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 9 برس تھی۔

3- تمام شیعہ سنی مورخین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ امام علیؑ کا جنابِ فاطمہ زہراؑ سے نکاح 25 برس کی عمر میں ہوا۔۔ یعنی دعوت ذوالعشیرہ کے 16 برس بعد۔

4- یعنی عمر بن خطاب، دعوت ذو لعشیرہ کے 7 سال بعد اسلام لیا، یعنی جب اس نے کلمہ پڑھا تو اس وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 16 برس تھی۔

5- عمر کے اسلام لانے کے 9 برس بعد امام علیؑ کا نکاح بحکم خدا جنابِ زہراؑ سے ہوا یعنی 25 سال کی عمر میں۔

یعنی جب امام علیؑ کی شادی ہوئی تب عمر ابن خطاب 49 برس کے تھا(49=9+40 برس)

6- تمام مورخین نے یہ بھی لکھا کہ امام علیؑ کی شادی کے ایک سال بعد امام حسنؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اور 2 برس بعد امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے اور پھر 4 برس بعد سیدہ زینبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ٹھیک!

7- اہل سنت مورخین کے مطابق جنابِ ام کلثوم بنت امام علیؑ، جناب زینبؑ کے 2 سال بعد پیدا ہوئیں۔

8- تو بی بی ام کلثوم کی پیدائش پر عمر بن خطاب کی عمر 55 برس تھی (49+6=55)

9- جنابِ ام کلثوم کی ولادت کے ٹھیک 8 سال بعد عمر قتل ہو گیا یعنی 63 سال کی عمر میں (63-55=8)

اب نتیجہ نکالتے ہیں۔۔

اہل سنت تاریخ دانوں کے مطابق عقد ام کلثوم عمر کے مرنے سے 3 سال پہلے ہوا اور سب نے یہ بھی لکھا کہ اس مبینہ نکاح سے عمر کے ہاں ام کلثوم سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید بن عمر تھا۔

یعنی شادی کے وقت ام کلثوم کی عمر 5 برس ہوئی (8-3=5)

لو جی افسانہ عقد ام کلثوم کے موجودہ باراتیوں کا تو جنازہ ہی نکل گیا۔۔ ذرا باراتی مجھے بتائیں گے کہ کس عقلی اور منطقی قانون کے تحت 5 برس کی عمر میں کسی بچی کی شادی بھی ہو جائے اور اس سے ایک بچہ بھی پیدا ہو جائے۔۔؟؟؟ ہاہاہاہاہاہا

لعنت اللہ علی الکاذبین۔۔۔ خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔۔۔ بے شمار۔۔

چلیں جی اب عقلی و منطقی رد کے بعد آگے بڑھتے ہیں اور علم الحدیث سے وہ تمام روایات کو جانچتے ہیں جو اس مبینہ نکاح برائے دفاعِ عمر بن خطاب تاریخ میں گھڑا گیا۔۔

اوپر جو اہل سنت روایات میں نے پیش کی تھیں ان روایات اور اس کے علاوہ جتنی بھی اس افسانے پر روایات نقل ہوئی ہیں ان کا ایک ایک کر کے اہل سنت علماء سے رد پیش خدمت ہے۔

محمد بن اسحاق:

جس کی روایت ذخائری العقبیٰ میں درج ہے اس کے بارے میں یحیٰ قطان نے کہا ہے کہ

"اسحاق کذاب ہے"۔ مالک نے کہا "ابن اسحاق دجّال ہے"۔ سلیمان تمیمی نے کہا "ابن اسحاق کذاب ہے"۔ دار قطنی نے کہا کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ،جلد ٣ ،صفحه ٢١

زبیر بن بکار:

كتاب الإستيعاب في معرفة الأصحاب کی روایت میں ابو عمرو نے زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے۔

زبیر بن بکار حدیث گھڑتا تھا اس کی حدیث ناقابل قبول ہے!

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ، جلد ١ ، صفحه ٣۴٠

عمرو بن دینار:

الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی روایت جسے سفیان نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ ابن دینار ضعیف ہے۔ امام نسائی اور مرّہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ، جلد نمبر ٢ ،صفحه ٢٨٧

محمد بن عمر واقدی:

طبقات ابن سعد کی روایت جسے ابن سعد نے محمد بن عمر واقدی سے روایت کیا ہے

امام نسائی نے کہا ہے کہ واقدی کذاب ہے اور بغداد میں اپنی کذب بیانی کی وجہ سے مشہور ہے

حواله : تهذيب التهذيب لابن حجر، جلد ٩ ص ٣۶۶

امام بخاری نے کہاہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔

مرّہ نے کہاہے کہ واقدی کوئی شے نہیں ہے

یحیٰی بن معین نے کہاواقدی ضعیف ہے۔

ابن مدائنی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں بے اصل ہیں۔

امام شافعی نے کہاواقدی کی تمام کتب جھوٹ کاانبار ہے۔

صواعق محرقہ پہلی روایت کی کوئی سند ہی نہیں ہے

بہیقی کی روایت جس پر جرح کی جاچکی ہے اسی طرح ساتویں روایت پر بھی بحث ہوچکی ہے یہ روایت عموما مجہول الحال رواۃ سے مروی ہیں جن کے احوال بھی کتب رجال میں نہیں ملتے ہیں مثلاابن سعد نے انس بن عیاض لیثی۔ عمار بن ابی عامر ،۔ابو حصین اور ابو خالد اسماعیل وغیرہ سے روایت کی میزان اعتدال میں ان تمام روایوں کو مجہول الحال لکھاگیاہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي، جلد ٣ ،صفحه ٣٩٥

اسی طرح ہشام بن سعد بھی راوی ہے جسے نسائی نے ضعیف کہاہے

ميزان الاعتدال جلد ٣ ص ٢٥٤

اسماعیل بن عبدالرحمان سدی کو یحیٰی بن معین نے ضعیف لکھاہے۔لیث نے کاذب قرار دیاہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١١٠

عطابن مسلم خراسانی کو بخاری نے ضعیف قرار دیاہے۔اس کی حدیث سے احتجاج باطل ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١١٩

عبید اللہ بن موسی کو امام احمد بن حنبل صاحبِ تخلیط کہاہے۔اس کی حدیث بری ترین ہیں

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١٧٠

عبدالرحمان بن زید بن اسلم کو امام نسائی نے ضعیف کہاہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١٠٥

اسی طرح ابن شہاب زہری کا ناصبی ہونااور دشمن علی ہونامشہور ہے۔

تو یہ ہو گیا عقد ام کلثوم کے حوالے سے اہل سنت کتابوں میں موجود روایات کا رجالی آپریشن بھی۔۔

جس پر مختصر یہ لکھ کر آگے بڑھوں کہ عقد ام کلثوم کی تمام روایات خود اہل سنت علمائے رجال ہاں ضعیف السند باطل، جھوٹی اور مردود ہیں۔ جو کسی طور بھی قابل قبول نہیں۔۔

اب بات ہو جائے عقد عمر کے ان باراتیوں پر جن کے لئے یہ کہاوت ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا یعنی شیعہ کتابوں میں اس نکاح کا ذکر کہ امام علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا تھا (معاذاللہ)

تو اے جاہل براتیوں۔۔ پہلے ایک بات اچھی طرح سے یہ سمجھ لو کہ شیعوں کا اپنی کتابوں کے بارے میں ہر گز یہ دعویٰ نہیں کہ ہماری کتابیں قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں۔ نہ ہی ہم شیعہ اپنی چار کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں بلکہ محض کتب اربعہ کہتے ہیں اور ان کتابوں میں بھی جھوٹی سچی ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ تبھی تشیع میں اجتہاد کا نظام آج تک قائم ہے اور ہر ایک حدیث کی جانچ پڑتال کو عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

جبکہ تم لوگوں کا اپنی کتابوں پر اُن کے صحیح ہونے کا دعویٰ ہے یعنی تم اپنی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہو اور اُن چھ میں سے دو کو تو صحیحین کہتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ ان صحیح کتابوں میں لاتعداد غلط اور غیر معقول باتیں موجود ہیں جو اب تک فرانس، ہالینڈ اور مغربی دنیا میں موجود اسلام دشمنوں کو آج بھی توہین رسالت کا مواد مہیا کر رہی ہیں۔۔

عمر کے اس مبینہ نکاح کی خوشی میں ناچتے جاہل باراتیوں۔۔ میں تمہیں شیعہ تنکے کا سہارا بھی نہیں لینے دوں گا، کیونکہ اول تو تمہارے لئے شیعہ کتابیں حجت ہی نہیں دوسرا یہ کہ جو تمہارے لئے حجت ہیں ان کا تفصیلی آپریشن میں پہلے ہی کر چکا ہوں ۔۔ لیکن چلو۔۔ یہ شیعہ تنکا بھی توڑ ہی ڈالتے ہیں۔۔

وہ جو تم شیعہ روایات کا حوالہ دیتے ہو ذرا ساتھ میں ان کا رجال بھی شیعہ علماء سے نقل کر دیا کرو جیسے میں نے تمہاری کتابوں میں موجود روایات کا تمہارے ہی علمائے حدیث و رجال سے پیش کیا ہے۔ تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی لگے ہاتھوں ہی ہو جائے۔۔ پر تم ایسا کیوں کرو گے ؟؟ ہے نا

چلو پھر ایک ایک کر کے میں ہی ان روایات کی سند پر بحث کر لیتا ہوں اس امید پر کہ اب آئندہ جب بھی تم ہماری کسی شیعہ روایت کو پیش کرو تو ساتھ میں اس کی سند پر ہمارے علماء کی رائے بھی پیش کر سکو (جو تم کبھی کرو گے ہی نہیں)۔۔ خیر میں ہی حجت تمام کر دوں۔۔ تو شروع کرتے ہیں۔

1- شیعہ کتب میں عدت والی روایات کا رد

فروع کافی، استفسار و تہذیب کی جو روایت عدت گزارنے کے مسئلہ میں تم پیش کرتے ہو اس کے راوی مجروح و مقدوح اور فاسد العقیدہ ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب واقفی سے ہے جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ رجالِ مامقانی جلد اول ص۳۴۷ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ اسی راویت کا ایک راوی حسن بن محمد بن سماعہ ہے جو علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق واقفی المذہب تھا۔

حوالہ : رجال کشی، صفحہ ۲۹۳

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ تھا اور اللہ کی صورت مانتا تھا

حوالہ : رجال کشی ص ۱۸۴

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے جو زیدیہ فرقہ سے تھا۔ نجاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے

حوالہ : تنقیح المقال ،جلد ۵۷

اور مقیاس الدرایہ ص ۸۴ پر ہے کہ زیدی، واقفی، ناصبی، ایک منزلت پر ہیں۔

2- زید اور ام کلثوم کا ایک ہی وقت میں فوت ہونے والی روایت کا رد

اس روایت کا راوی سعید بن سالم قداح ہے جو مجہول الحال ہے

حوالہ: رجال مامقانی ، جلد ۱، صفحہ ۶۵

3- مسالک الافہام الی شرائع الاسلام میں نکاح والی روایت کا رد

مسالک الافہام شیعہ علماء میں معتبر شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے جو حجت قرار نہیں پا سکتا ہے ۔ حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں۔

4-شہید ثالث کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کارد

قاضی نوراللہ شوستری نے یہ بیان اس نکاح کی تردید میں دیاہے اور "اگر" سے مفروضہ قائم کیاہے کہ بالفرض محال یعنی یہاں فرض کیاہے ناکہ نکاح کے ہونے پر دلیل پیش کی ہے۔

5- علامہ ابن شہر اشوب کی کتاب مناقب آل ابی طالبؑ میں موجود روایت کارد

علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ و سنی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ اس روایت کے بعد یہ تحریر کیا گیاہے کہ "علامہ شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شافی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے۔ نہ کہ اپناعقیدہ۔

6- علم الہدیٰ کی کتاب سے پیش کی جانی والی روایت کارد

علامہ مرتضی علم الہدیٰ نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینافرض کیاہے نہ کہ عمر اور جنابِ ام کلثوم کے عقد کو صحیح تسلیم کیاہے۔

7- شیخ عباس قمی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کارد

شیخ عباس قمی نے صرف اس قصّے کا کتابوں میں لکھاہونا بیان کیاہے نہ کہ تائید کا اظہار۔

8- کتاب منتخب التواریخ سے پیش کی جانی والی روایت کارد

یہ کتاب مناظرانہ ہے نہ محققانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے لہذا حجت قرار نہیں پاسکتی۔

9- علامہ مجلسی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

جو روایت علامہ کی کتاب سے پیش کی جاتی ہے وہ صحیح السند نہیں جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے وہ تمام ضعیف روایات ہیں۔

تو یہ تھا شیعہ کتب میں موجود وہ نازک و خستہ تنکے جس کو پکڑ کر تم اس عقد کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ پر ہائے افسوس کے وہ تنکے بھی اسی افسانوی نکاح میں فسانہ ہو گئے۔

اب آخر میں بس ایک نقطے کی وضاحت اور پھر زحمت تمام۔۔

اگر عمر نے کسی ام کلثوم نامی لڑکی سے نکاح کیا تھا تو آخر وہ تھیں کون؟

تو قارئین کرام تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر سے منسوب ام کلثوم نام کی کئی بیویوں کا تذکرہ بھی موجود ہے،

جیسے۔۔

۱ -ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت۔ جو عاصم بن عمر کی ماں تھیں۔

تاریخ الخمیس، جلد ۲ ،ص ۲۵۱

۲-ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ۔ ان کا اصل نام ملیکہ تھا۔ یہ زید بن عمر کی ماں تھیں۔

تاریخ کامل، جلد ۳ ،ص ۲۲

۳ -ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط۔

زہری کے مطابق یہ بی بی زمانہ جاہلیت میں عمر بن عاص کے پاس بھاگ کر آئی تھیں اور انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے رشتہ داروں نے رسول اللہ سے واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ "جو عورت اسلام قبول کرے وہ واپس نہیں جائیگی چونکہ ابن عاص ابھی کافر تھا لہذا واپس نہ کیا گیا اور عمر بن خطاب نے ان سے نکاح کر لیا۔

تفسیر کبیر ، امام فخرالدین رازی ،جلد ۸ -شرح بخاری، امام قسطلانی، جلد۴ ،ص ۳۴۹

۴ -ام کلثوم بنت راہب۔

سنن ابن ماجه اور سنن ابو داؤد

۵ - ام کلثوم بنت ابو بکر۔ دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ

طبقات الاتقیاء ابن جہاں -اعلام النساء ،جلد ۴ ، ص ۲۵۰

کتاب ہدایۃ السعداء میں علامہ دولت آبادی لکھتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس جو کہ پہلے خلیفہ ابو بکر کی بیوہ تھی ان کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابو بکر پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا۔

عمر کا بی بی عائشہ کے پاس ام کلثوم بنت ابو بکر کے لئے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے۔

۱- تاریخ الخمیس علامہ حسین دیار بکری مطبوعہ العامرہ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۲۶۷

۲ - تاریخ کامل علامہ ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد نمبر ۳ ص ۲۱

۳ -: استیعاب فی معرفتہ الاصحاب علامہ ابن عبد البر مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۷۹

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد کوئی بیٹی ان کی پیدا نہ ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا حالانکہ مندرجہ ذیل شواہد سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔

۱ - تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبعہ الحسینہ قاہرہ مصر الجزء الثانی ص ۵۰

۲ - تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۶۱

۳ - تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ العامرہ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۲۷۶

۴- الاصابہ فی تمیز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعہ الشرفیہ مصر الجزء الثامن ص ۲۷۶۔ الجزء الثالث ص ۲۷ ترجمہ زید بن خارجہ اور الجزء الثالث ص ۲۱۱ ترجمہ الشماخ۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ ام کلثوم بنت ابو بکر حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں۔ چنانچہ صاحب محرقہ نے استیعاب اور کنز العمال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ام کلثوم کی ماں جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

تو ثابت ہوا کہ سنہ ۱۷ ہجری میں جس چار یا پانچ سالہ لڑکی ام کلثوم کہ جس کا عقد عمر سے ہوا وہ ابو بکر کی صاحبزادی تھیں اور مولا علی علیہ السلام کی ربیبہ تھیں۔ چونکہ عرب ثقافت و رواج کے مطابق لے پالک لڑکی کو پالنے والے کی بیٹی شمار کیا جاتا تھا تو ان کو بنت علیؑ کہا گیا۔

تحریر کو ختم کرتے ہوئے میں اس نکاح کے دور حاضر کے باراتیوں کو ایک چھکی ضرور دوں گا اور وہ بھی انہی کے شیخ الحدیث، آئمہ اور محققین کی رائے سے۔۔

شیخ المحدثین جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب رجال مشکواۃ کے صفحہ ۱۱۵ پر، امام ابن اثیر اپنی تاریخ کامل کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳ پر اور جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس نکاح کی اصلیت یوں بیان کرتے ہیں۔

اسماء بنت عمیس اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابو بکر آمده از ابو بکر یک پسر و یک دختر ام کلثوم نام زائید بعد از ان به نکاح علی بن ابی طالب آمد ۔ام کلثوم همراه مادر آمده عمرابن خطاب بام کلثوم دختر ابو بکر نکاح کرد

ترجمہ: اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں ان کے بعد ابو بکر کے نکاح میں آئیں ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئے۔ ابو بکر کے بعد آپ علی ابن ابی طالبؑ کی زوجیت میں آئیں۔ ام کلثوم اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور عمر بن خطاب نے ان ام کلثوم بنت ابو بکر سے نکاح کیا۔

تو اب اس افسانے کا جنازہ یہاں دفن کرتے ہوئے تمام اس مبینہ نکاح کے حاضر باراتیوں کے لیئے فاتحہ پڑھ کر آپ سب سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

والسلام، غلامِ ام کلثوم بنت امام علیؑ

ابوعبداللہ

آیت تطہیر میں حضرت عائشہ و حفصہ کو شامل کرنے پر ناصبی پیر مظفر شاہ قادری کو جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔ درود و سلام محمد و آل محمد علیہم السلام پر

آج کی تحریر میں بریلویت میں پنپتی ناصبیت کے رد میں قلم کو جنبش دی ہے اور سچ کہوں تو مجھے اپنے بریلوی بھائیوں سے ویسے ہی بہت ہمدردی ہے کیونکہ مکتبِ اہل بیت کی طرح عام بریلوی بھی وہابی و دیوبندی و اہل حدیث کے نشانے پر ہوتے ہیں۔ لیکن اس بار جس انداز میں بریلوی حضرات نے اپنے تیور بدلے ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہے۔ کبھی نجس النسب ایک بریلوی عالم ملعون ڈاکٹر آصف جلالی، جنابِ سیدہ (س) پر بھونک کر اپنی ماں کی نجاست کا ثبوت دیتا ہے تو کہیں خود کو سید ظاہر کرنے والے پیر اپنے باپ کا تعارف پیش کرتے نظر آتے ہیں جن میں پیر عرفان شاہ مشھدی اور پیر مظفر حسین شاہ جیسے ملعونین شامل ہیں۔

فقط بریلوی علماء تک ہی اب یہ ناصبیت محدود نہیں رہی بلکہ جھوم جھوم کر مبینہ نعت خواں حضرات بھی اس میں اپنی نسبی نجاست کی بھنگ ملا کر عام سنی بریلوی عوام کو وہابیت کا پاٹ پڑھا رہے ہیں۔

خیر تحریر طویل نہ ہو تو تمہید یہی پر روک کر اب اس مدعا پر آتا ہوں جو یہ تحریر لکھنے کی وجہ بنا۔۔

سوشل میڈیا پر کچھ ناصبی نعت خوانوں نے اس ماہ رمضان میں ناقص شہرت طلبی میں اپنے فیس بک پیجز سے براہ راست نشریات شروع کر رکھی ہیں اسی نشریات میں ایک دن نام نہاد پیر مظفر شاہ قادری کو بھی بلایا گیا جسے یہ مناظر اہل سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔۔۔

سنیوں کا شہنشاہ۔۔۔ مظفر شاہ مظفر شاہ۔۔

یاد رہے کہ اس ناصبی مولانا کو برادر محترم شہباز نقوی نے ولایت ٹی وی کے پلیٹ فارم سے مختصر مگر عمدہ جواب دیا تھا، خدا ہمارے بھائی کو اپنے حفظ و آمان میں رکھے۔۔

اس ویڈیو کا لنک آپ ولایت ٹی کے پیج پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

خیر تو اسی ملعون مظفر شاہ نامی ناصبی نے آیت تطہیر پر اپنے تیئں جگتیں مار کر اس کا مصداق اپنی امی عائشہ بنت ابو بکر اور عمر بن خطاب کی بیٹی امی حفصہ کو بنانے کی کوشش کی۔

تو آؤ خبیث الصفت پیر مظفر شاہ تمہیں آج قرآن بھی پڑھاتے ہیں اور احادیث بھی پھر دکھاتے ہیں کہ اس عظیم الشان آیت تطہیر سے تمہاری امیاں بلکہ ممیاں مراد ہیں یا پنجتن پاک کہ جس میں رسول اکرم، جنابِ سیدہ فاطمہؑ، مولائے کائنات امام علیؑ اور امامِ حسن و امامِ حسین علیہم السلام اجمعین شامل ہیں۔

بیٹا یہ تمہارا جلسہ نہیں کہ جس میں قرآنی ادبیات کی ایک دو اصطلاحات استعمال کر کے لوگوں کو بے وقوف بنالو گے۔۔۔ ہم پکے علیؑ والے ہیں۔۔ گھر تک چھوڑ کر آتے ہیں۔۔

اس پروگرام میں یہ نجس پیر مظفر شاہ بڑی ہوشیاری سے کہتا ہے کہ شروع سے دیکھیں تو مونث کے صیغے استعمال ہو رہے ہیں اور ان میں خطاب ازواج مطہرات سے ہو رہا ہے۔۔۔ ان الفاظ کو استعمال کر کے کہتا ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے آیت تطہیر سے مراد اس کی ممیاں ہیں۔۔۔ نان سینس۔۔

چلو منے پہلی پھکی ابھی سے لیتے جاؤ۔۔

تمہیں گیارہ ازواج رسول میں یہ اپنی دو ممیاں ہی کیوں نظر آئیں اس آیت کے مصداق میں؟؟؟

باقی نو امہات المؤمنین کو تم کیا مانتے نہیں؟؟ یا آیت تطہیر میں فقط ابو بکر و عمر کی بیٹیاں ہی شامل ہیں اور باقی امہات المؤمنین شامل نہیں؟؟ اگر نہیں ہیں تو ذرا ہمیں بھی ثابت کرو کہ باقی نو ازواج کیوں شامل نہیں؟؟؟

تو وہ تمام غیر متعصب محبانِ اہل بیتؑ متوجہ ہوں جو بیچارے خود کو بریلوی مسلمان کہتے ہیں۔۔۔ آیئے اب ناصبی پیر صاحب کا آپریشن شروع کیا جا رہا ہے۔

یہاں میں یہ بھی واضح کر تا چلوں کہ اس تحریر میں ملعون مظفر کو ٹو دا پوائنٹ جواب دوں گا اور دقیق مطالب کو بیان نہیں کروں گا۔۔ جیسا کہ لفظ اہل کے لغوی معنی و اصطلاحی معانی کیا ہے وغیرہ وغیرہ

اور میری پوری کوشش ہو گی کہ تحریر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں پیش کروں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں کہیں تحریر عام قارئین کے لیے مشکل بھی ہو جائے کیونکہ عربیات کو سمجھانا ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید سے ہی بات ہو جائے تا کہ اس ناصبی صفاتی مونث کو عربیات سمجھ آ جائیں۔۔ تو آئیں آیات ملاحظہ فرمائیں آیت تطہیر سے پہلی اور بعد والی۔۔

سورہ احزاب کی آیت 29 ملاحظہ فرمائیں

وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

اور اگر اللہ اور رسول اور آخرت کی طلبگار ہو تو خدا نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کے لئے بہت بڑا اجر فراہم کر رکھا ہے۔

اب سورہ احزاب کی آیت 30 ملاحظہ فرمائیں، جہاں ارشاد ہوتا ہے

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

اے زنانِ پیغمبر جو بھی تم میں سے کھلی ہوئی برائی کا ارتکاب کرے گی اس کا عذاب بھی دوہرا کر دیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

اب 31 ویں آیت ملاحظہ ہو۔

وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اور جو بھی تم میں سے خدا اور رسول کی اطاعت کرے اور نیک اعمال کرے اسے دوہرا اجر عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق فراہم کیا ہے

اب 32 نشان والی آیت دیکھیں۔۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾

اے زنانِ پیغمبر تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا مرتبہ کسی عام عورت جیسا نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی سے لگی لپٹی بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو اسے لالچ پیدا ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔

پھر آیت 33 آتی ہے جس کا آخری حصہ آیت تطہیر کہلاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** ﴿٣٣﴾

اور اپنے گھر میں بیٹھی رہو اور پہلی جاہلیت جیسا بناؤ سنگھار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ **بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت علیہم السّلام کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔**

اب آیت تطہیر کے بعد والی آیت ملاحظہ فرمائیں

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

اور ازواج پیغمبر تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد رکھنا کہ خدا بڑا باریک بین اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔

جی قارئین یہ تھیں وہ آیات جس سے یہ جاہل ناصبی بریلوی عالم ازواج رسول میں سے فقط ابو بکر اور عمر کی بیٹیوں کو آیت تطہیر میں شامل کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ آیت تطہیر سے پہلی اور بعد والی آیات میں ازواج سے کلام ہے اور ان آیات میں مونث کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو آیت تطہیر میں اس کی مَمیاں حضرت عائشہ و حفصہ شامل ہیں۔

اب آئیں ذرا اور دقت کریں کہ کہاں کہاں **صیغہ مونث** استعمال ہوا ہے جس سے مراد ازواج ہیں اور کہاں نہیں استعمال ہوا جس سے مراد فقط اور فقط رسول خدا ﷺ، امام علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ مراد ہیں۔

(ان كنتن تردن الله)، (من يات منكن بفاحشة)

(و قرن فی بیوتکن)، (واذکرن ما یتلی فی بیوتکن)

ان آیات میں جمع مونث کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ ٹھیک۔۔ اب آیت تطہیر میں الفاظ ملاحظہ فرمائیں

(عنکم ۔۔۔ یطھرکم ۔۔) یہ حصہ بالکل الگ ہے کیونکہ یہاں **جمع مذکر** کی ضمیر استعمال ہوئی ہے یعنی یہاں خواتین کی کثرت مراد نہیں تبھی اللہ نے واضح طور پر **جمع مذکر کا صیغہ** ارشاد فرمایا۔

اگر مزید آسان کروں تو میرے قارئین **جمع مونث کی ضمیر** وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں خواتین کی کثرت مراد ہوتی ہے اور **جمع مذکر کا صیغہ** وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مردوں کی کثرت ہو۔۔

تو اب ذرا یہ جاہل پیر ہمیں بتائے گا کہ وہ کون سے مرد ہیں جن کی وجہ سے خدا نے یہاں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی ہے جبکہ اس ناصبی کا دعویٰ ہے کہ آیت تطہیر میں ازواج شامل ہیں۔۔ اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو یہاں پر خدا **جمع مونث** ہی استعمال کرتا کیونکہ 11 ازواج **کثرت مونث** میں آتی ہیں تو کوئی بھی مسلمان اگر یہ دعویٰ کرے کہ معاذ اللہ قرآن جیسا

فصیح و بلیغ کلام عربی نقائص رکھتا ہے جیسا کہ یہ ملعون مظفر شاہ ثابت کرنے کے در پے ہے تو فوراً ہی وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اللہ کا کلام ناقص ہو ہی نہیں سکتا۔

تو قارئین اب کوئی راہ ہی نہیں بچتی جس سے کہا جائے کہ آیت تطہیر میں موجود **جمع مذکر کی ضمیر** میں عورتوں کی کثرت ہے جبھی ازواج بھی شامل ہیں کیونکہ ایسا کہنا صریحاً توہین قرآن و توہین اللہ میں آئے گا کہ معاذ اللہ قرآن ناقص ہے اور معاذ اللہ خدا کو یہی نہیں پتا کہ کہاں پر مذکر استعمال کرنا ہے اور کہاں پر مونث کی ضمیر۔۔

تو بس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں موجود ضمیر **جمع مذکر** ہے جس میں مردوں کی تعداد زیادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تو آئیں اب اسی پیرِ جاہل کی صحیح کتابوں اور اس کے اسلاف کی جمع کی ہوئی احادیث کو دیکھتے ہیں کہ آیا وہ کون سے مرد ہیں جو اس آیت میں کثیر ہیں یعنی 3 اور اس سے زیادہ اور اس آیت میں موجود اہل بیت میں کون کون شامل ہے۔۔

تو جی سب سے پہلے آپ کے امام طحاوی کے مشہور شاگرد امام طبرانی سے حوالہ پیش خدمت ہے جو تیسری و چوتھی صدی ہجری کے سر فہرست علمائے اہل سنت میں شمار کیے جاتے ہیں اور معجم الکبیر طبرانی، معجم الاوسط طبرانی اور معجم الصغیر طبرانی جیسی کتب ان کی وجہ شہرت ہیں۔

امام طبرانی المعجم الاوسط کی جلد 3 کے صفحہ 380 پر کہ جس کا حدیث نمبر 3456 ہے بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا

آیت تطہیر سیدنا علی، سیدہ کائنات، امام حسن اور امام حسین (علیہم السلام) کے متعلق نازل ہوئی۔

قال: نزلت فی خمسة: فی رسول الله، وعلی وفاطمة، والحسن والحسین۔

یہ آیت پانچ ہستیوں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی۔

حواله : طبرانی، المعجم الاوسط، 3:380، رقم الحدیث: 3456

اب پیش خدمت ہے اس کتاب سے حوالہ جو آپ حضرات کی ان کتابوں میں بھی صحیح ترین کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں

۔۔جی جی۔۔ صحیح مسلم کی ہی حدیث پیش کرنے جا رہا ہوں۔۔

آپ کے امام مسلم اپنی صحیح کے بابِ فضائل اہل بیتؑ میں یہ حدیث 6261 پر رقم فرماتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: " {§إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں کی صورتیں یا ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں کالے بالوں کی، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا بعد اس کے فرمایا: ”«إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا»

(۳۳-الأحزاب:۳۳) یعنی ”اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو اے گھر والو!۔“

حوالہ : صحيح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب فَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حديث نمبر 6261، ترقيم فوادعبدالباقی

ہاں جی پیر مظفر شاہ ناصبی ؟؟؟ اب کیا کہو گے کہ کون مراد ہیں آیت تطہیر میں جبکہ یہاں تمہاری ماں عائشہ خود اقرار کرتے ہوئے روایت کر رہی ہیں کہ آیت تطہیر میں کون شامل ہے۔۔۔

ویسے اے جاہل مظفر شاہ چلو تمہیں ایک اور بات بتاتا چلوں کہ روایات صریحہ و صحیحہ کے ہوتے ہوئے سیاق سے استدلال کرنا عقل و منطق کے خلاف ہوتا ہے۔۔ سمجھے منے۔۔ سیاق کبھی بھی سند نہیں ہوا کرتا اس لئے کہ قرآن کوئی تصنیف یا تالیف نہیں ہے کہ اس میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔ اس میں بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں ایک تذکرہ کے بعد دوسرا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر پلٹ کر وہیں پہنچ جاتی ہے۔

چلو پھر اور احادیث پیش کرتا ہوں مگر جلدی جلدی۔۔

اب دیکھتے ہیں تمہارے مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ کہ جن کا نام امام جلال الدین سیوطی ہے جنہوں نے 500 سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور تفسیر جلالین اور تفسیر در منثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہیں وہ امام سیوطی اپنی مشہور زمانہ تفسیر در منثور میں اس آیت میں اہل بیت سے مراد کس کو لے رہے ہیں اور اس کا کیا شانِ نزول بیان کر رہے ہیں

امام سیوطی تفسیر در منثور کی جلد 6 میں لکھتے ہیں

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی، ابوسعید الخذری- سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:نزلت ہٰذہ الآیة فی خمسة فیّ،وفی علی و فی فاطمة و حسن وحسین انما یرید اللہ لیذہب۔

ترجمہ: پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا کہ یہ آیت شریفہ پانچ ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، ان میں، میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ شامل ہیں۔

اسی طرح ابن مردویہ اور خطیب نے ابی سعید الخذری سے روایت کی ہے:

قال :کان یوم ام سلمة ام المومنین لقی اللہ علیہا فنزل جبرئیل علیہ السلام علیٰ رسول اللہ ہٰذہ الآیة:انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً،قال فدعا رسول اللہ بحسن وحسین و فاطمة و علی فضّمہم الیہ و نشر علیہم الثوب و الحجاب علیٰ ام سلمة مضروب ثم قال اللہم ہٰؤلآء اہل بیتی اللہم اذہب عنہم الرجس و طہرھم تطہیراً قالت ام سلمة فانا معہم یا نبی اللہ؟ قال: انت علیٰ مکانک و انک علیٰ خیرٍ۔

ترجمہ: ابی سعید الخذری نے کہا کہ ایک دن حضرت رسول اسلام (ص) حضرت ام المومنین ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے اتنے میں "انما یرید اللہ" کی آیت لے کر جبرئیل امین نازل ہوئے، پیغمبر اکرم (ص) نے حسن و حسین اور فاطمہ و علی کو اپنے پاس بلا لیا اور ان کے اوپر ایک چادر اوڑھادی اور حضرت ام سلمہ اور ان کے درمیان ایک محکم پردہ نصب کیا پھر آنحضرت (ص) نے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر برائی کو دور رکھ اور انہیں اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ یہ سن کر جناب ام سلمہ نے درخواست کی: اے خدا کے نبی! کیا میں ان کے ساتھ ہو جاؤں؟ آنحضرت (ص) نے فرمایا: تم بہترین خاتون ہو لیکن ان کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

حوالہ : سیوطی، درمنثور، جلد 6، صفحہ 604

اگلی حدیث

امام ترمذی اپنی سنن کے باب سورۃ الاحزاب سے بعض آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا قتيبة، حدثنا محمد بن سليمان بن الاصبهاني، عن يحيى بن عبيد، عن عطاء بن ابي رباح، عن عمر بن ابي سلمة، ربيب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا سورة الاحزاب آية 33 في بيت ام سلمة، فدعا فاطمة، وحسنا، وحسينا فجللهم بكساء وعلي خلف ظهره فجلله بكساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي، فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا "، قالت ام سلمة: وانا معهم يا نبي الله، قال: " انت على مكانك وانت على خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث عطاء عن عمر بن ابي سلمة۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت «إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا» "اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے" (الاحزاب: ۳۳)، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فاطمہ و حسن حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے نیچے ڈھانپ دیا، علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے آپ نے انہیں بھی چادر کے نیچے کر لیا، پھر فرمایا: "اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت، میرے گھر والے، ان سے ناپاکی دور کر دے اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پوری طرح پاک و صاف کر دے"، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں، اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: "تم اپنی جگہ ہی ٹھیک ہو، تمہیں خیر ہی کا مقام و درجہ حاصل ہے"

حوالہ: سنن ترمذي، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، 34۔ باب وَمِنْ سُورَةِ الأَحْزَابِ، حديث نمبر: 3205

امام ترمذی ہی باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ میں یہی حدیث رقم کرتے ہیں جس پر امام البانی کی تخریج بھی موجود ہے

حدثنا محمود بن غيلان، حدثنا ابو احمد الزبيري، حدثنا سفيان، عن زبيد، عن شهر بن حوشب، عن ام سلمة، ان النبي صلى الله عليه وسلم جلل على الحسن , والحسين , وعلي , وفاطمة كساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي اذهب عنهم الرجس , وطهرهم تطهيرا "، فقالت ام سلمة: وانا معهم يا رسول الله؟ قال: " إنك إلى خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وهو احسن شيء روي في هذا

الباب، وفي الباب عن عمر بن ابي سلمة، وانس بن مالك، وابي الحمراء، ومعقل بن يسار، وعائشة۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر سے ڈھانپ کر فرمایا: «اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» "اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں، تو ان سے گندگی کو دور فرما دے، اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے"، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا بولیں: اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "تو (بھی) خیر پر ہے"۔

امام ترمذی کہتے ہیں:

۱ - یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مروی ہیں ان میں سب سے اچھی ہے،

۲ - اس باب میں عمر بن ابی سلمہ، انس بن مالک، ابوالحمراء، معقل بن یسار، اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

تخريج الحديث: «تفرد به المؤلف، وانظر ماتقدم برقم 3205، و3787 (تحفة الأشراف: 18165) (صحيح)

قال الشيخ الألباني: صحيح بما تقدم رقم(3435)

حواله : سنن ترمذي، كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، 61۔ باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ، حديث نمبر: 3871

ویسے تو اس پر اتنی احادیث موجود ہیں اگر پوری بیان کرنے بیٹھ گیا تو مکمل کتاب تشکیل دینا پڑ جائے گی تو اب فقط دو احادیث پیش خدمت ہیں جس سے قارئین کو تشفی حاصل ہو جائے گی۔

امام مسلم اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابة کے باب من فضائل علي بن أبي طالب میں لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بكار بن الريان ، حدثنا حسان يعني ابن إبراهيم ، عن سعيد وهو ابن مسروق ، عن يزيد بن حيان ، عن زيد بن ارقم ، قال: دخلنا عليه، فقلنا له: لقد رايت خيرا لقد صاحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه، وساق الحديث بنحو حديث ابي حيان، غير انه قال: الا وإني تارك فيكم ثقلين احدهما كتاب الله عز وجل، هو حبل الله من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على ضلالة وفيه، فقلنا:

من اهل بيته نساؤه؟ قال: لا وايم الله إن المراة تكون مع الرجل العصر من الدهر، ثم يطلقها، فترجع إلى ابيها وقومها اهل بيته اصله، وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده۔

ترجمہ: یزید بن حیان سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہم سید نا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے کہا: تم نے بہت ثواب کمایا، تم نے صحبت اٹھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔ اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک تو اللہ کی کتاب، وہ اللہ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہو گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا۔" اس روایت میں یہ ہے کہ ہم نے کہا: اہل بیت کون لوگ ہیں بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم عورت ایک مدت تک مرد کے ساتھ رہتی ہے، پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے تو اپنے باپ اور قوم کی طرف چلی جاتی ہے۔ اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھیال کے لوگ اور عصبہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

حوالہ : صحیح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، حدیث نمبر: 6228

لو جی یہاں تو امام مسلم کہہ رہے ہیں کہ اکابر صحابہ بھی ازواج رسول کو اہل بیتؑ میں شمار نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قسم کھا کر کہہ رہے ہیں۔۔ ھاھاھاھا

اب ان سے ایک روایت جن کی ایک بیٹی کو یہ ناصبی ملاماں حفصہ کہتا ہے۔۔

عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں آگے آگے جا رہا ہوں اور تم سب میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے والے ہو، یہ ایسا حوض ہے جس کی وسعت صنعاء سے بصریٰ کے برابر ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر چاندی کے پیالے ہوں گے اور جب تم لوگ وارد ہو گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا لہذا اس کا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، یاد رکھو سبب اکبر کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا خدا کے پاس ہے اور ایک تمھارے پاس ہے، اس سے وابستہ رہنا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کرنا اور دوسرا ثقل میری عترت اور میری اہلبیت (ع) ہیں، خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کی عترت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے اہلبیت (ع) اولاد علی (ع) و فاطمہ (ع) ہیں، جن میں سے نو حسین (ع) کے صلب سے ہوں گے، یہ سب ائمہ ابرار ہوں گے اور یہی میری عترت ہے جو میرا گوشت اور میرا خون ہے۔

حوالہ: کفایۃ الاثر ص 91 ، تفسیر برہان ، 9/1 نقل از ابن بابویہ در کتاب النصوص علی الائمۃ

تو قارئین بہت سی روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس آیۂ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد چند مہینے تک بعض روایات میں 4 مہینے، بعض میں 8 مہینے اور بعض میں 9 مہینے ذکر ہوئے ہیں کہ نماز صبح کے وقت پیغمبر اکرم (ص) جب در فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے گزرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:

"الصلاة! یا اٴہلَ البیتِ ;!إِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمْ الرِّجْسَ اٴہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا

"اے اہل بیتؑ نماز کا وقت ہے، خداوند عالم کا ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس اور برائی کو دور رکھے اور ایسا پاکیزہ قرار دے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے!"

اس حدیث کو مشہور و معروف مفسر حاکم حسکانی نے اپنی تفسیر "شواہد التنزیل" میں "انس بن مالک" سے نقل کیا ہے۔

اسی مذکورہ کتاب میں ایک دوسری حدیث کے ضمن میں "سات مہینے" کی روایت "ابی الحمراء" سے نقل کی ہے، (یعنی پیغمبر اکرم (ص) سات مہینے تک درِ فاطمہ پر آکر مذکورہ جملے فرمایا کرتے تھے

نیز اسی کتاب میں آٹھ مہینے کی روایت "ابوسعید خدری" سے نقل کی گئی ہے۔

قارئین کرام! مدت میں فرق ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انس نے چھ ماہ، ابوسعید خدری نے آٹھ ماہ اور ابن عباس نے نو ماہ تک اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو۔ جس نے جتنی مدت دیکھا ہے اسی اعتبار سے نقل کیا ہے حالانکہ ان کی روایت میں کوئی دوسرا اختلاف نہیں ہے۔

بہر حال اتنی مدت تک پیغمبر اکرم (ص) کا ہر روز اسی عمل کی تکرار کرنا ایک طے شدہ مسئلہ تھا، کیونکہ آنحضرت (ص) اپنے اس عمل سے یہ بات بالکل واضح کرنا چاہتے تھے کہ "اہل بیت" سے مراد صرف اس گھر کے رہنے والے ہیں، تاکہ آنے والے زمانہ میں کسی کے لئے کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے، اور یہ بات سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ آیت صرف اور صرف ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن واقعاً تعجب کی بات ہے کہ اس قدر تاکید کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک یہ مسئلہ واضح نہ ہو سکا، کیا واقعاً یہ تعجب کا مقام نہیں ہے!!

خصوصاً جب مسجد النبی (ص) کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرا دئے گئے، صرف پیغمبر اکرم (ص) اور حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کھلے رہے کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمان جاری کیا تھا کہ ان دو دروازوں کے علاوہ تمام دروازے بند کر دئے جائیں۔

یہاں تحریر کو جبراً روک رہا ہوں تا کہ قارئین اکتا نہ جائیں۔۔ پر ایک سوال کا اعادہ ضرور کروں گا جو برادر شھباز نقوی نے ولایت ٹی وی پر کیا تھا۔

اپنی ہی کسی کتاب سے اپنے اکابر اصحاب یا خود امہات المؤمنین میں سے کسی زوجہ فقط ایک قول ہی دکھادو جس میں یہ دعویٰ ہو کہ آیت تطہیر میں ازواج بھی شامل ہیں۔؟

پس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں اہل بیتؑ سے مراد فقط اور فقط رسول اکرم (ص)، مولا علی (ع)، جنابِ سیدہ فاطمہ (س)، امامِ حسن (ع) اور امام حسین (ع) ہیں۔

خدا کی لعنت ہو خدا کی کتاب کو ناقص قرار دینے والوں پر اور اس کی تفسیر میں تقصیر کرنے والوں پر۔۔

لعنت بر ناصبی پیر مظفر شاہ قادری

والسلام، ابوعبداللہ

اولادِ رسول امام حسنؑ کا قاتل کون؟

معاویہ بن ابوسفیان پر مکمل جے آئی ٹی رپورٹ!

تو ایک جاہل مفتی عامر لیاقت کے پروگرام میں بیٹھ کر اپنے اجداد کا دفاع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قتل امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام میں صحابہ شامل نہیں تھے۔۔

چلو مفتی حنیف قریشی آؤ تمہیں تمہاری ہی مستند کتابوں سے دکھادیتے ہیں کہ اولادِ رسول اکرم کے قاتل یقیناً تمہارے کاتبِ وحی اور اصحاب اور ان کے بیٹے ہی تھے۔۔

نوٹ: ممکن ہے یہ تحریر تھوڑی طویل ہو جائے

میں قطعاً کوئی تمہید نہیں باندھ رہا بلکہ براہ راست اہل سنت کے حوالے مع عربی متن پیش کر رہا ہوں تاکہ کم الفاظ میں منہ توڑ جواب دے سکوں۔

قاتل امام حسن علیہ السلام کون؟

پہلا حوالہ: الطبقات الکبری میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ:

وقال الشعبي: إنما دس اليها معاوية فقال سمي الحسن وأزوجك يزيد وأعطيك مائة الف درهم فلما مات الحسن

شعبی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

و قال ابن سعد في الطبقات: سمه معاوية مرارا لأنه كان يقدم عليه الشام هو و أخوه الحسين (ع)۔

ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ: معاویہ نے امام حسن (ع) کو کئی بار زہر دیا کیونکہ وہ معاویہ کے پاس شام آنا چاہتے تھے۔

حواله :سبط بن الجوزى الحنفى، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلى بن عبد الله البغدادى ، تذكرة الخواص، ص191۔ 192، ناشر: مؤسسة أهل البيت . بيروت

دوسرا حوالہ:

معاوية كما قيل دهاء فدس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس و كانت زوجة الحسن رضي الله عنه شرية و قال لها إن قتلت الحسن زوجتك بيزيد۔ فلما توفي الحسن بعثت إلي معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد۔

معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کر دیا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو، معاویہ نے پیغام دیا کہ میں یزید سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ سالہاسال زندہ رہے۔

حواله: السعدي الخزرجي، موفق الدين أبي العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ج1، ص174، تحقيق: الدكتور نزار رضا، ناشر: دار مكتبة الحياة – بيروت۔

تیسرا حوالہ: امام اہل سنت امام قرطبی اپنی کتاب التعریف بالأنساب میں لکھتے ہیں:

و مات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية۔

حسن مسموم دنیا سے گئے کہ ان کی بیوی نے معاویہ کے حکم ان کو زہر دیا تھا۔

حواله: القرطبی الحنفی، أحمد بن محمد بن إبراهيم الأشعري (متوفى550ھ)، التعريف بالأنساب والتنويه بذوي الأحساب، ج1، ص3

چوتھا حوالہ: امام نویری اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں

قال: و قال أبو قتادة و أبو بكر بن حفص: سم الحسن ابن علي رضي الله عنهما: سمته امرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ قال: و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها في ذلك، وكان لها ضرائر و أنه وعدها بخمسين ألف درهم، و أن يزوجها من يزيد، فلما فعلت وفي لها بالمال، و قال: حبنا ليزيد يمنعنا من الوفاء لك بالشرط الثانى۔

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ: یہ کام معاویہ کی سازش کی وجہ سے ہوا کیونکہ معاویہ امام کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ معاویہ نے اس کو وعدہ دیا کہ اگر یہ کام کرو گی تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید کی تم سے شادی کروں گا۔ جب جعدہ نے یہ کام

انجام دے دیا تو معاویہ نے اس کو درہم تو دے دیئے اور کہا کہ مجھے یزید کی جان عزیز ہے اس لیے میں اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا۔

حوالہ: النويري،شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب(متوفى733ھ)، نهاية الأرب في فنون الأدب،ج 20، ص201، تحقيق مفيد قمحية و جماعة، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

پانچواں حوالہ: امام زمخشری نے لکھا

جعل معاوية لجعدة بنت الأشعث امرأة الحسن مائة ألف حتي سمته، و مكث شهرين و إنه ليرفع من تحته كذا طستاً من دم

معاویہ نے ایک لاکھ دینار امام حسن کی بیوی کو دیئے اور اس سے کہا کہ امام کو زہر دے دو، امام اس واقعے کے دوماہ بعد زندہ رہے۔ زہر کا اتنا اثر ہوا کہ خون سے بھرا ہوا طشت بار بار امام کے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

حوالہ: الزمخشري الخوارزمي، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله (متوفى538ھ)، ربيع الأبرار، ج1، ص438

چھٹا حوالہ: امام بلاذری نے انساب الأشراف میں لکھا

معاوية دس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس امرأة الحسن، و أرغبها حتي سمته و كانت شانئة له۔

معاویہ نے مخفی طور پر جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ اور اس کو اتنا اصرار کیا کہ امام کو مسموم کرو، اس کا رابطہ امام سے ٹھیک نہیں تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔۔

و قال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلي ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مائة ألف دينار علي أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت

ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے سازش کی اور سہیل ابن عمرۃ کی بیٹی کہ جو امام حسن کی بیوی تھی، سے کہا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دو تو تم کو ایک لاکھ دینار دوں گا، اس نے بھی اس کام کو انجام دے دیا۔

حوالہ: البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفى279ھ)، أنساب الأشراف، ج1، ص389

ساتواں حوالہ:

أن مروان بن الحكم الذي كان حاكما للمدينة من قبل معاوية بن أبي سفيان قد أرسله معاوية و معه منديل ملطخ بالسم و قال له أن عليه بأي تدبير يستطيعه أن يخدع جعده بنت الأشعث بن قيس زوجة الحسن حتي تقدم بعدها علي إزالة وجود الحسن من هذه الدنيا بواسطة هذا المنديل، وقل لها عني أنها إذا أرسلت الحسن إلي العالم الآخر وأتمت المهمة فإن لها خمسين ألف درهم و أنها ستكون زوجا ليزيد۔ فأسرع مروان بن الحكم إلي المدينة ليقوم بما قاله معاوية و سعي جاهدا إلي خداع جعدة التي كان لقبها (أسماء) التي انطلت عليها الحيلة و نفذت ما قاله معاوية و دست السم للإمام الحسن عليه السلام الذي سري في جسده فنقل إلي دار السلام۔

مروان ابن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ آیا تاکہ معاویہ کے حکم پر عمل کر سکے۔

آخر کار مروان نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

حواله: الأحمد نكري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسول الحنفي الهندي، دستور العلماء أو جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، ج4، ص50، تحقيق: عرب عباراته الفارسية: حسن هاني فحص، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

آٹھواں حوالہ: ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا:

عن مغيرة، قال: أرسل معاوية إلي ابنة الأشعث إني مزوجك بيزيد ابني، علي أن تسمي الحسن بن علي، و بعث إليها بمائة ألف درهم

مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: ابو الفرج الاصفهاني، مقاتل الطالبيين، (متوفى356هـ)، مقاتل الطالبين، ج1، ص20، باب رجع الحديث الي خبر الحسن

نواں حوالہ: امام ابن اعثم شافعی اپنی کتاب الفتوح میں لکھا ہے

سمعنا من الثقات أنه حين قرر معاوية بن أبي سفيان أن يجعل ولده يزيدا ولي عهده، مع علمه بأن هذا الأمر صعب المنال نظر لأن الصلح الذي أبرم بينه و بين الحسن بن علي كان من بين شروطه أن يترك معاوية أمر المسلمين شوري بينهم بعد وفاته۔ لذلك سعي في موت الحسن بكل جهده، و أرسل مروان بن الحكم (طريد النبي صلي الله عليه و آله وسلم) إلي المدينة و أعطاه منديلا مسموما و أمره بأن يوصله إلي زوجة الحسن جعدة بنت الأشعث بن قيس بما استطاع من الحيل لكي تجعل الحسن يستعمل ذلك المنديل المسموم بعد قضاء حاجته و أن يتعهد لها بمبلغ خمسين ألف درهم و يزوجها من ابنه۔ فذهب مروان تنفيذا لأمر معاوية و استفرغ جهده حتي خدع زوجة الحسن و نفذت المؤامرة و علي إثر ذلك انتقل الحسن إلي دار السلام و اغترت جعدة بمواعيد مروان و أقدمت علي تلك الجريمة الشنعاء۔

میں نے مورد اطمینان افراد سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس نے صلح نامے میں امام حسن کو وعدہ دیا تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنائے گا۔ اس لیے اس نے پوری کوشش شروع کر دی کہ امام حسن کو قتل کر دے۔ اسی لیے معاویہ نے مروان ابن حکم کو مدینہ روانہ کیا اور معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ گیا اور آخر کار اس نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر اس گناہ کو انجام دیا اور امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

حواله: الكوفي، أبي محمد أحمد بن أعثم (متوفى314ھ)، كتاب الفتوح، ج 4، ص 319، تحقيق: علي شيري (ماجستر في التاريخ الإسلامي)، ناشر: دار الأضواء للطباعة و النشر و التوزيع . بيروت

دسواں حوالہ: امام تلمستانی نے لکھا ہے کہ:

و مات الحسن، رضي الله عنه، مسموما يُقال إن امرأته " جَعْدة " بنت الأشعث بن قيس سمَّته۔ دَسَّ إليها معاوية أن تسمَّه فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، و زوَّجها من يزيد فلما مات الحسن وفَّي لها بالمال و قال لها: حاجة هذا ما صنعت بابن فاطمة، فكيف تصنع بابن معاوية؟ فخسرت و ما ربحت۔

حسن (ع) مسموم دنیا سے گئے اور کہا گیا ہے کہ امام کی بیوی نے جعدہ بنت اشعث بن قیس نے امام کو زہر دیا تھا۔ معاویہ نے مخفی طور پر اس کو پیغام دیا کہ اگر تم امام حسن کو شہید کرو تو میں تم کو 40 ہزار درہم دوں گا اور تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کیا تو معاویہ نے اسے درہم تو دیئے لیکن اس سے کہا کہ جب تم نے فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ یہ کیا ہے تو تم میرے بیٹے یزید کے ساتھ کیا کرو گی۔ پس جعدہ نے اپنا نقصان کیا اور اسکو کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

حواله: الانصاري التلمساني، محمد بن أبي بكر المعروف بالبري (متوفى644هـ) الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة، ج1، ص282

گیارہواں حوالہ: امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں

و قال قتادة و أبو بكر بن حفص سم الحسن بن علي سمته إمرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي. و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها من ذلک و كان لها ضرائر و الله أعلم

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

یہ کام معاویہ نے جعدہ کے ساتھ سازش کی تھی اور اسکو یہ کام کرنے پر مال بھی دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاویہ کی چند بیویاں تھیں کہ شاید انھوں نے معاویہ کو یہ کام کرنے کا کہا تھا۔

حواله: النمري القرطبي المالكي، ابوعمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر (متوفى 463هـ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج1، ص389، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار الجيل – بيروت

بارہواں حوالہ: امام مسعودی شافعی نے لکھا ہے کہ:

و ذكر أن امرأته جَعْدة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم، و قد كان معاوية دسَّ إليها: إنك إن احتلْتِ في قتل الحسن وَجَّهت إليك بمائة ألف درهم، و زوَّجتك من يزيد

جعدہ بنت اشعث بن قیس کہ جو امام حسن کی بیوی تھی۔ اس نے امام کو معاویہ کے کہنے پر زہر دیا کیونکہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى346هـ) مروج الذهب، ج1، ص346، باب ذكر خلافة الحسن بن علي بن أبي طالب

حوالے اور بھی ہیں پر میں یہاں بارہ امامی ہونے کے باعث فقط 12 حوالے پیش کیے ہیں۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

مسیار اور جہاد النکاح کی ناجائز اولادوں کو نکاح متعہ پر جواب

یہاں میں اپنا وہ مناظرہ نقل کرتا ہوں جو کئی سال پہلے شاید میں انٹر کے فرسٹ ایئر میں ہونگا۔۔ ایک اہل سنت بریلوی عالم سے ہوا تھا جس کے بعد اس بیچارے عالم کو اس کی مسجد سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔

تو وقت ضائع کیے بغیر وہی مکالمہ (مزید حوالوں) کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

مولانا: آپ لوگ متعہ کیوں کرتے ہیں؟

ابوعبداللہ: آپ لوگ متعہ کیوں نہیں کرتے؟

مولانا: یہ حرام نکاح ہے۔

ابوعبداللہ: حرام نکاح؟؟ اگر یہ حرام نکاح ہے تو پھر قرآن مجید میں اس نکاح کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے اس کا مہر ادا کرنے کا حکم کیوں دیا؟؟

مولانا: ہیں ہیں۔۔ قرآن میں کہاں آ گیا؟؟

ابوعبداللہ: محترم آپ اس مسجد میں کہاں سے آ گئے بنا قرآن پڑھے اور وہ بھی مولانا بن کر اور اتنا بڑا بڑا کیوں لکھ رکھا ہے اپنے حجرے کے باہر کہ آپ اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹر ہیں اور نجانے کس دارالعلوم سے فاضل بھی؟ کیا وہاں قرآن مجید کے علاوہ کچھ اور پڑھا کر عالم فاضل کی جعلی ڈگری دی جاتی ہے؟؟ (مولانا کا چہرہ عجیب ہونے لگا اور رنگ بھی)

مولانا: آپ مجھے چھوڑیں اور سیدھا سیدھا ثابت کریں (جھنجھلا کر بولے)

ابوعبداللہ: محترم لگتا ہے آپ قرآن کو چھوڑ چکے ہیں تبھی مجھ سے ثبوت مانگ رہے ہیں (میں ہنستے ہوئے بولا)۔۔ اور بھائی ہم شیعہ ہی کیوں ثابت کرتے رہیں؟؟ آپ نے بھی تو دعویٰ کیا ہے کہ یہ حرام نکاح ہے تو آپ مجھے ثابت کر دیں کہ یہ

حرام کیسے ہے۔۔ پھر میں قرآن اور شریعتِ محمدی کا دفاع کرتے ہوئے یہ ثابت کروں گا کہ آپ بالکل غلط ہیں۔۔ اور ویسے بھی میں آپ سے عمر (دل میں بولا بے شمار) بہت چھوٹا ہوں شروعات تو آپ کو کرنی چاہیے۔۔
لو جی جاہل کی دم پر تعریف کا پاؤں رکھ دیا میں نے۔۔

مولانا: ٹھیک ہے میں ثابت کر دیتا ہوں کہ یہ حرام ہے۔۔

ابوعبداللہ: یہ ہوئی نابڑوں والی بات۔۔ جی بسم اللہ

مولانا: صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ
ال عمر ثلاث كن على عهد رسول الله(ص) وانا محرمهن و معاقب عليهن : متعة الحج، متعة النساء وحیّ على خير العمل في الاذان ۔
عمر نے کہا رسول اللہ (ص) کے زمانے میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور انجام دینے والوں کو سزا دوں گا، وہ متعہ حج، متعہ نساء اور اذان میں حی علی خیر العمل کا جملہ ہے۔
صحيح بخارى ، باب التمتع والقران والافراد، ح ١٥٦٣ ، صحيح مسلم، باب جواز التمتع، ح١٢٢٣

ابوعبداللہ: مجھ سے تو ہنسی کنٹرول نہ ہوئی اور بولا۔۔ مولانا صاحب آپ نے شیعوں کے بغض میں متعہ کو حرام کرتے کرتے دوسرے خلیفہ کو بھی مشکوک کر دیا؟ (مولانا اور ان کے ساتھ بیٹھے کچھ چیلے ایک دم سٹ پٹا گئے)

مولانا: بیٹا آپ ابھی بچے ہیں ایسی باتیں نا کریں جبکہ میں حدیث شریف دکھا چکا ہوں۔

ابوعبداللہ: اچھا یہ جو حدیث آپ نے بیان کی ہے اس میں یہی ہے نا کہ رسول اللہ کے زمانے میں یہ تین چیزیں جن میں سے ایک متعہ ہے وہ حلال تھیں اور دوسرے خلیفہ نے اقرار بھی کیا اور ساتھ میں حرام بھی کر دیا۔۔ ایسا ہی ہے؟

مولانا: جھٹ سے بولے۔۔ ہاں بالکل ان چیزوں کو فاروقِ اعظم نے اجتھاد کرتے ہوئے حرام کیا تھا؟

ابوعبداللہ: ٹھیک یعنی آپ بھی حضرت عمر کی طرح یہ مانتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کے زمانے میں حلال اور جائز تھا۔

مولانا: بالکل بالکل۔۔

ابوعبداللہ: تو کیا دوسرے خلیفہ نے یہ حدیث نہیں سن رکھی تھی کہ

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
اللہ اور اس کے رسول کا حرام قرار دیا ہوا، قیامت تک حرام ہے۔۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے ان کا حلال اور جائز کیا ہوا قیامت تک جائز و حلال ہے؟ آپ ہی کی صحیح السند حدیث ہے نا یہ؟؟ (میں مسکراتے ہوئے بولا) تو پھر جب خدا اور اس کے رسول نے حرام نہیں کیا جو کہ عمر خود اقرار کر رہے ہیں تو پھر انہوں نے اجتہاد کرتے ہوئے حلالِ محمد کو اپنے زمانے میں حرام کیسے کر دیا؟؟ جواب دیں؟؟ یا تو یہ مانیں کہ میری پیش کی گئی حدیث غلط ہے اور ساتھ میں یہ بھی ثابت کریں کہ کیسے غلط ہے جبکہ یہ حدیث جامع الحدیث الصحیحۃ میں بھی موجود ہے اور تمام علماء رجال اس کی سند کو صحیح مانتے ہیں۔
اب تو چہرے پر ہوائیاں اڑانے لگیں۔۔ قسم سے۔۔

مولانا: ہکا بکا ہو کر بولے۔۔۔ یہ بھی تو حدیث ہے جو میں نے پیش کی ہے وہ بھی تو صحیح ہے تو اسے مان لیں آپ؟
(ساتھ ساتھ وہ کتابوں کے صفحات پلٹتے ہوئے بولے)

ابوعبداللہ: یعنی جواب ہے ہی نہیں آپ کے پاس جو میں نے آپ سے سوال کیا ہے (ساتھ بیٹھے ان کے چیلوں کا منہ دیکھنے والا تھا)۔۔ میں پھر بولا۔۔ اچھا چلیں اس کو مان لیتے ہیں۔۔ ٹھیک۔۔ تو یہ بتائیں کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے ٹکرائے تو کیا آپ حدیث کو مانیں گے یا قرآن مجید کی آیت کو؟

مولانا: (اپنی کتاب کے صفحات پلٹتے ہوئے) یقیناً قرآن کا مقابلہ کسی سے ہو نہیں سکتا۔۔

ابوعبداللہ: سبحان اللہ مولانا سبحان اللہ۔۔ آپ کی ان کتابوں کے ساتھ جو قرآن رکھا ہے کیا اس میں سورہ نساء کی آیت 24 کھول کر پڑھ سکتے ہیں ترجمہ کے ساتھ؟

مولانا: (مولانا کو سارے چیلے گھورنے لگے۔۔ اتنے میں سے ایک چیلے نے فوراً قرآن اٹھا کر سورہ کھول لی) مولانا نے جذباتی انداز میں فوراً قرآن پاک اس کے ہاتھ سے لیا اور بولے کون سی آیت ہے نشان بتائیں؟

ابوعبداللہ: بتایا تو تھا۔۔ سورہ نساء کی چوبیسویں آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔۔

مولانا: بات کاٹتے ہوئے۔۔ میں پڑھتا ہوں آپ تحمل کریں۔۔

ابوعبداللہ: جی جی بسم اللہ۔۔ معذرت چاہتا ہوں۔۔ ترجمہ بھی ضرور پڑھیے گا

مولانا: یقیناً۔۔ پھر مولانا نے شروع سے آیت پڑھنا شروع کر دی۔ اور ترجمہ پڑھتے ہوئے کہتے: اللہ فرمارہا ہے کہ

ابوعبداللہ: اب میں بات کاٹتے ہوئے۔۔ قبلہ بس اس کا ترجمہ کر دیں کہ جہاں سے فما استمتعتم سے شروع ہے۔

مولانا: (مولانا اور اس کے چیلوں نے عجیب نظروں سے مجھے گھورا) مولانا اپنی عینک نیچے کرتے ہوئے پڑھنے لگے۔۔ اللہ فرمارہا ہے: اور ان عورتوں میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو ان کی مقررہ اجرتیں ادا کر دو۔ اور اگر زرِ مہر مقرر کرنے کے بعد تم آپس میں (کم و بیش پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ بہت جاننے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

ابوعبداللہ: (آیت کا ترجمہ پڑھنا تھا کہ چیلوں پر بجلی گری) میں نے فوراً ترجمہ کو وہیں سے پکڑا اور بولا۔۔ جن عورتوں سے تم متعہ کرو۔۔ قبلہ یہی ترجمہ ہے نا۔۔ یہ تو محکم آیت ہے جناب۔ صاف صاف قرآن کا حکم ہے۔

مولانا: (چیلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے) ہاں یہی ترجمہ ہے۔۔ لیکن یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تبھی تو فاروق اعظم نے اجتھاد کیا تھا۔

ابوعبداللہ: (میں مسکراتے ہوئے) اچھا منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تو جناب اگر یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی بقول آپ کے تو پھر اس آیت کے نسخ پر دوسری ناسخ آیت آئی ہو گی، وہ دکھادیں کہاں پر ہے اور کون سی ہے؟

مولانا: (اپنی کتابوں کے صفحات ٹٹولتے ہوئے) اس آیت کو رسول نے منسوخ کیا تھا اپنے حکم سے۔۔

ابوعبداللہ: ارے قبلہ۔۔ پہلی بات تو یہ کہ آیت کوئی دوسری آیت ہی منسوخ کر سکتی ہے، کوئی حدیث آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چلیں فی الحال مان بھی لیں تو دوسری بات یہ ہے کہ آپ فرما چکے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رسول کے زمانے میں جائز تھا جسے میں حرام کرتا ہوں۔۔ تو جب رسول نے اپنے زمانے میں ہی اسے منسوخ کر دیا تھا تو پھر عمر یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ رسول کہ زمانے میں جائز تھا؟؟ اور منسوخ ہی ہو چکا تھا تو پھر عمر کو کیا ضرورت تھی اسے حرام کرنے کی؟

اب تو مولانا کی نیچے سے زمین سرکنے لگی۔۔ پھنس گئے بری طرح۔۔ اتنے میں ایک چیلہ جذباتی ہو کر بولا، امام صاحب۔۔ جواب دیں نا اس کا۔۔
مولانا کچھ نا بول سکے اور کتابوں کے صفحے پلٹتے رہے

ابوعبداللہ: (اتنے میں نے اس چیلے کو مخاطب کر کے کہا) یہ جواب ہی نہیں دے سکتے۔۔ کیونکہ اگر جواب ہاں میں ہو گا تو قرآن اور ان کی پیش کی گئی حدیث کو جھٹلانا پڑے گا اور اگر نہ میں دیا تو، حضرت عمر دائرہ اسلام سے باہر ہو جائیں شریعت کا اور قرآن کا حکم جھٹلا کر چلیں میں خود ہی آپ کی کتابوں سے کچھ احادیث پیش کر کے حجت تمام کر دیتا ہوں۔۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ زمانہ رسول سے لے کر پہلے خلیفہ اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ عرصے تک متعہ نا صرف جائز تھا بلکہ صحابہ کرام خود بھی متعہ کیا کرتے تھے۔۔۔ کیوں مولانا کو مزید زحمت دیں۔۔

حوالہ نمبر 1 :

وحدثنا الحسن الحلواني ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، قال: قال عطاء : قدم جابر بن عبد الله معتمرا، فجئناه في منزله، فساله القوم عن اشياء، ثم ذكروا المتعة، فقال: " نعم استمتعنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر، وعمر " .

عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے آئے اور ہم سب ان کی منزل میں ملنے کے لیے گئے اور لوگوں نے ان سے بہت باتیں پوچھیں پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا ہے۔

باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ أَنَّهُ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيمُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: صحيح مسلم - حديث نمبر: 3415

حوالہ نمبر 2 :

وحدثنا محمد بن بشار ، حدثنا محمد بن جعفر ، حدثنا شعبة ، عن عمرو بن دينار ، قال: سمعت الحسن بن محمد ، يحدث، عن جابر بن عبد الله ، وسلمة بن الاكوع ، قالا: خرج علينا منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: " إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اذن لكم ان تستمتعوا يعني: متعة النساء " .

سیدنا جابر اور سلمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی نکلا اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

صحيح مسلم، باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، حديث نمبر: 3413

حوالہ نمبر 3:

صحیح مسلم حدیث نمبر: 3416

حدثني محمد بن رافع ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، اخبرني ابو الزبير ، قال: سمعت جابر بن عبد الله ، يقول: " كنا نستمتع بالقبضة من التمر، والدقيق الايام

على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر حتى نهى عنه عمر في شان عمرو بن حريث" ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم متعہ کرتے تھے یعنی عورتوں سے کئی دن کے لئے ایک مٹھی کھجور اور آٹا دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے عمرو بن حریث کے قصہ میں منع کیا۔

حوالہ نمبر4:

حدثنا حدثنا حامد بن عمر البكراوي ، حدثنا عبد الواحد يعني ابن زياد ، عن عاصم ، عن ابي نضرة ، قال: كنت عند جابر بن عبد الله، فاتاه آت، فقال ابن عباس، وابن الزبير، اختلفا في المتعتين، فقال جابر : فعلناهما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم نهانا عنهما عمر، فلم نعد لهما۔

ابو نضرہ نے کہا کہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دونوں متعوں (یعنی حج تمتع اور عورتوں کے متعہ) میں اختلاف کیا ہے۔ سو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دونوں متعے کیے ہیں پھر ان دونوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کو نہیں کیا۔

حوالہ: صحيح مسلم الجزء الأول صفحة 672

حوالہ نمبر5 :

حدثنا إسحاق بن جبرائيل البغدادي، اخبرنا يزيد، اخبرنا موسى بن مسلم بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر بن عبد الله، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" من اعطى في صداق امراة ملء كفيه سويقا او تمرا فقد استحل"۔ قال ابو داود: رواه عبد الرحمن بن مهدي، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر موقوفا۔ ورواه ابو عاصم، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر، قال: كنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نستمتع بالقبضة من الطعام على معنى المتعة۔ قال ابو داود: رواه ابن جريج، عن ابي الزبير، عن جابر، على معنى ابي عاصم۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی عورت کو مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجور دیا تو اس نے (اس عورت کو اپنے لیے) حلال کر لیا“۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے صالح بن رومان سے انہوں نے ابوزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اسے ابوعاصم نے صالح بن رومان سے، صالح نے ابوالزبیر سے، ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مٹھی اناج دے کر متعہ کرتے تھے ا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے ابن جریج نے ابو الزبیر سے انہوں نے جابر سے ابوعاصم کی روایت کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

سنن ابي داود، كِتَاب النِّكَاحِ، 30۔ باب قِلَّةِ الْمَهْرِ، حديث نمبر: 2110

حوالہ نمبر6:

سورہ نساء کی آیت 24 کے ذیل میں حضرت ابن عباس نے فرمایا:

ما كانت المتعة الا رحمة من الله رحم بها امة محمد لو لا نهى عمر مازنى الاشقى ۔

امت محمد (ص) کے لیے متعہ اللہ کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اگر حضرت عمر اسے ممنوع قرار نہ دیتے تو شقی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا۔

نهاية المجتهد ۲:۵۷۔ تفسیر قرطبی ۵ :۱۳۰۔ تفسیر سمرقندی ۱ :۳۴۶

حوالہ نمبر7:

أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَ اللَّفْظُ لَهُ قَالَ أُنْزِلَتِ الْمُتْعَةُ فِي كِتَابِ اللهِ وَ عَلِمْنَاهَا وَ فَعَلْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ص وَ لَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ بِتَحْرِيمِهَا وَ لَمْ يُنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ رَسُولُ اللهِ (ص)

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں عمران بن حصین سے متعۃ النساء اور اس کے الفاظ کے بارے میں روایت کرتے ہوئے کہا: متعہ کا حکم قرآن میں آیا ہے اور ہم اسے جانتے بھی ہیں اس پر رسول اللہ (ص) کی موجودگی میں عمل بھی کئے ہیں۔ اور قرآن میں کوئی آیۃ بھی نہیں اتری ہے جو اسے حرام قرار دیتی ہو اور اس سے منع بھی نہیں کیا گیا؛ یہاں تک کہ رسول خدا (ص) اس دار فانی سے رخصت کر گئے۔ اسی روایت کے ذیل میں نقل کیا ہے: عبد المحمود بن داود نے کہا دیکھئے کہ صحاح ستہ کی واضح احادیث جو نکاح متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سب کا یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے فقط یہ دیکھیں کہ ان کے خلیفہ عمر نے نبی کی شریعت میں تبدیلی لائی ہے پھر یہ دیکھیں کہ ان کے ماننے والے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے ممنوع سمجھتے ہیں پس کیا یہ جائز ہے کہ انبیاء کی شریعت میں ان کے اصحاب اور نمائندے تبدیلی لائیں یا اپنے لئے ایک جدید حکم منتخب کرے جو سنت رسول کے خلاف ہو؛ تو کیا یہ لوگ اس آیہ شریفہ کا مصداق نہیں ہونگے ؟!!

الطرائف فی معرفة مذاهب الطوائف،ج۲۴۵۹،نہی عمر عن المتعة، ص ۴۵۷

حوالہ نمبر8:

ایک مرد شامی نے عبداللہ بن عمر سے متعہ حج کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا حلال ہے۔ تو مرد شامی نے کہا: آپ کے والد نے تو اسے حرام قرار دیا ہے عبداللہ نے نے کہا: میرے بابا نے مع کیا ہے اور رسول خدا (ص) نے اس پر عمل کیا ہے۔ اب تو خود بتا کہ میں کیا کروں؟ میرے بابا کے روکنے کو عملی کروں یا سنت پیغمبر (ص) کو اپناؤں؟! اور میں پیغمبر (ص) کی سنت کو اپناؤں گا دور ہو جا یہاں سے۔

سنن ترمذی،ح ۴۲۸

حوالہ نمبر9:

اور میرے بھائیوں جو اوپر حدیث نقل کی تھی میں نے محمد کا حرام قیامت تک حرام والی اس کا حوالہ یہ ہے۔

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

تخريج الحديث: صحيح: أخرجه المصنف في التاريخ الكبير: 8/54 و أحمد: 23854 و الطبراني في الكبير: 20/256 و البزار في مسند: 6/50 و البيهقي في الشعب: 12/99 - الصحيحة: 65

اب تو وہ زلزلہ آیا کہ چہرے پیلے ہو گئے مولانا اور ان کے چیلوں کے۔۔۔ ایسا لگتا تھا جسموں میں روح ہی نہیں۔۔

پھر تھوڑی دیر بعد سکوت ٹوٹا۔۔ تو مولانا نے فرمایا۔۔

آپ سادات میں سے ہیں؟؟

میں نے کہا الحمد للہ۔۔ سید ہوں۔۔

پھر انکساری چہرے پر چڑھا کر اپنے چیلوں کو گھورتے ہوئے ایک جملہ کہا جسے میں آج تک نہیں بھولا اور نا ہی ان کا وہ انداز۔۔۔ کہنے لگے۔۔

"بے شک۔۔ سید کا بیٹا، سید ہی ہوتا ہے!!"

مناظرہ، ابوعبداللہ

مبینہ علمی کتابی جاہل مولوی سے توسلِ اہل بیتؑ پر ابو عبداللہ کا مناظرہ

ناصبی: ابو عبداللہ، تم اور تمہارے شیعہ اب تک مشرکین مکہ کی طرح ہو جو غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کی واضح آیات میں سے ایک ہے جو ہر بچے کو حفظ ہے۔۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُؕ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے الَّذينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا يَسْتَجيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ، اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اب تم لوگ جو یا علیؑ مدد کہتے ہو وہ قرآن کے خلاف ہے تبھی تم لوگ مشرک ہو کیونکہ جس علی کو تم مدد کے لیے پکارتے ہو وہ تو خود اللہ سے مدد مانگتے تھے اور جبکہ وہ اب اس دنیا جا چکے ہیں تو پھر بھی تم باز نہیں آتے اور کھلم کھلا قرآن کا مذاق اڑاتے ہوئے غیر اللہ سے مدد مانگ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہو۔۔

ابو عبداللہ: میں نے مسکرا کر کہا، آپ کی تکفریت کا راگ پورا ہو چکا یا باقی ہے؟

ناصبی: اسی کا جواب دے دو۔۔ باقی باتیں بعد میں!

ابو عبداللہ: ٹھیک ہے جلدی کیا ہے۔۔ اچھا بتاؤ تم نے جو کچھ بکواس کی کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے پاس جو توحید ہے وہ حقیقی معنوں میں توحید ہے جبکہ شیعہ توحید سے ناواقف ہیں؟

ناصبی: یقیناً سو فیصد۔۔ ایسا ہی ہے (فل سینہ چوڑا کر کے بولے)

ابو عبداللہ: اس کا پتا تو تمہیں جلد چل جائے گا جب میں تمہارے علمی کتابی کیڑے سے تمہیں ہی ڈسواؤں گا۔۔ جلدی کیا ہے ھاھاھاھا

ناصبی: ہنس کر کیا ثابت کر رہے ہو۔۔؟؟ حق پر ہو تو قرآن سے جواب دو۔

ابو عبداللہ: وہاں۔۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم لوگ تو اس خلیفہ کے پیروکار ہو جس نے دورِ رسالت میں ہی سنت نبوی کو چھوڑ دیا تھا یہ نعرہ لگا کر حسبنا کتاب اللہ۔۔ ھاھاھاھا (میں ہنس ہنس کر اسے مزید جلا رہا تھا)

ناصبی: ہم تم سے زیادہ کتاب و سنت کے قریب ہیں، ادھر ادھر کی باتیں مت کرو سیدھا سیدھا جواب دو اگر دے سکو تو۔

ابو عبداللہ: یعنی تم یہ کہہ رہے ہو کہ اگر میں کوئی حدیث رسول تمہارے خلیفہ کے دعوے کے خلاف پیش کر دوں تو تم مان لوگے جبکہ ان حضرت نے تو کہہ دیا تھا کہ ان کے لیے فقط کتاب اللہ کافی ہے؟؟

اب تم بتاؤ قرآن کے ساتھ حدیث رسول کو بھی مانو گے یا نہیں؟

ناصبی: بالکل مانو گا۔۔ جس کا کلمہ پڑتا ہوں اس کی ماننا بھی ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی۔۔ تم جواب تو دو۔۔ (مسکرا کر بولے)

ابو عبد اللہ: چلو جی یہ تو اچھا ہو گیا۔۔ تو اب چھترول شروع کرتا ہوں۔۔ (میں نے سانس بھرتے ہوئے کہا۔۔اور فوراً مخاطب ہوا۔۔ ایک بات کا اور جواب دے دو پہلے کہ کیا تمہیں عربی گرامر کی الف ب آتی ہے؟

ناصبی: میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوں اور حافظ بھی ہوں، اس کی فکر چھوڑو۔۔ آپ جواب دو شاباش۔۔

ابو عبد اللہ: ارے ماشاء اللہ۔۔ اب تو خوب مزہ آئے گا۔۔ تو شروع سرکار۔۔ یہ بتائیں کہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

ناصبی: کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل اور اختیار عطا کیا ہے جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا اسی لیے انسان سب مخلوقات پر اشرف ہے۔۔

ابو عبد اللہ: واہ بھائی۔۔ یعنی عقل امتیاز ہے دوسری مخلوقات کے مقابلے پر۔۔۔ چلیں پھر عقل سے ہی شروع کرتے ہیں۔۔ آپ نے سب سے پہلے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ والی آیت پیش کی تھی درست؟

تو اب عقل سے ایک سوال کا جواب دے کر خود کو دیگر مخلوقات سے اشرف بھی ثابت کریں۔۔ سوال: اگر اس آیت سے یہی مراد لیا جائے کہ کسی سے مدد نہیں مانگی جا سکتی سوائے اللہ کے تو اس دنیا میں بھی کوئی کسی زندہ سے بھی مدد نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس آیت میں زندہ و مردہ کا کوئی فرق نہیں رکھا گیا، تو پھر آپ جو اپنے مدرسوں کے لیے کسی زندہ سے چندہ جمع کر کے مدد مانگتے ہیں وہ کس عقلی اصول پر درست ہوا؟؟

ایک دم سناٹا۔۔ ھاھاھا ناصبی کا رنگ اڑ گیا

ناصبی: جھنجھلا کر۔۔۔ زندہ سے مانگ سکتے ہیں۔۔۔

ابو عبد اللہ: ارے یہی تو پوچھ رہا ہوں کیسے مانگ سکتے ہیں جبکہ اس آیت میں تو ایسی کوئی قید نہیں کہ فقط زندوں سے مدد مانگ سکتے اور مردوں سے نہیں؟ (میں ہنستے ہوئے بولا)

ناصبی: تم اسی آیت کو پکڑ کر کیوں بیٹھ گئے ہو؟؟ باقی آیات بھی ہیں ان کا ہی جواب دے دو

ابوعبداللہ: پھر ایک اور قہقہہ لگایا میں نے اور کہا قبلہ آپ نے ہی کہا تھا کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے اب جب عقل سے جواب چاہ رہا ہوں تو آپ بچ نکلنے کا راستہ کھوج رہے ہیں۔۔ تو ثابت ہوا کہ آپ اشرف نہیں۔۔

ناصبی: تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔۔ دوسری آیت کا جواب دو۔۔

ابوعبداللہ: ہاں ہاں کیوں نہیں... دوسری آیت جو آپ نے پیش کی کہ الَّذينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا يَسْتَجيبُونَ لَهُمْ بِشَيْ‏ءٍ۔۔ یعنی: اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس آیت سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے نہیں پکارا جا سکتا تو پھر ایک اور عقلی جواب عنایت فرمائیں۔۔ اگر عقل رکھتے ہیں... قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: تنصر اللہ ینصرکم یعنی تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا یہاں تو قادر مطلق اللہ خود ہم سے مدد مانگ رہا ہے۔۔ اب اس پر کیا جواب ہے آپ کا؟؟؟

(آیت پیش کرنی تھی کہ ایسا محسوس ہوا کہ ناصبی کو ایک دم ہیٹ اسٹروک ہو گیا۔۔ سب کچھ خشک) کافی دیر سوچنے کے بعد بولا۔۔

ناصبی: تم نے جو آیت پیش کی اس کا میری پیش کی گئی آیت سے کیا تعلق؟؟ اس آیت کا جواب دو۔۔

ابوعبداللہ: واہ بھئی واہ۔۔ کیا صرف آپ کو ہی سوال حق ہے؟؟ کیا ہم سوال نہیں کر سکتے...؟؟

ناصبی: تمہاری پیش کی گئی آیت کی تاویل کی جائے گی۔۔

ابوعبداللہ: اچھا ایسا ہے تو پھر یہ تاویلی اصول اسی آیت سے مخصوص کیوں؟؟ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی بھی تاویل ہونی چاہیے البتہ عقلی اصول کے مطابق تو بنا تاویل کے ہی آپ منہ کی کھا چکے ہیں۔۔ اب تاویل کی رٹ کیوں؟

ناصبی: (عجیب سی شکل بنا کر) تو پھر اس آیت میں تو بہت واضح ہے جس میں تاویل کی بھی ضرورت نہیں کہ أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى‏ رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔ اب ہے کوئی جواب؟؟

ابوعبداللہ: محترم لگتا ہے آپ کو علم نہیں کہ لفظ وسیلہ قرآن مجید میں دو بار آیا ہے، ایک اس آیت میں جو آپ نے پیش کی اور دوسرا سورہ مائدہ میں جہاں ارشاد ہوتا ہے: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسيلَةَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ اوپر اگر خدا وسیلے سے منع کر رہا ہے تو پھر اس آیت میں یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ اللہ تک آنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو؟؟ جبکہ آپ نے جو آیت

پیش کی وہ سورہ اسراء کی آیت ہے اور اللہ اس میں کافروں سے مخاطب ہے اور میں نے جو آیت پیش کی وہ شروع ہی ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہے۔۔ اب دو ہی صورتیں بچتی ہیں۔ یا تو آپ کفار میں سے ہیں جو اس آیت کا اطلاق اپنے اوپر کر رہے ہیں یا پھر میری پیش کی گئی آیت کو ماننا پڑے گا جس میں وسیلے کا حکم ہے، اگر خود کو مومن مانتے ہیں؟ اب فرمائیں آپ کس کو گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟

ہاہاہاہاہا... چہرہ دیکھنے والا تھا... ہوا خشک... تھوڑی دیر منہ جھکا کر سوچتے رہے پھر ایک دم بولے...

ناصبی: آپ والی آیت میں جس وسیلے کا تذکرہ ہے وہ اعمالِ صالح اور عبادات ہیں نا کہ کوئی زندہ و مردہ شخصیات۔۔

ابوعبداللہ: میں جھٹ سے بولا... پھر سے شروع ہو گئے آپ؟؟ سورہ الحمد کی آیت کی طرح یہاں بھی کوئی ایسی قید نہیں تو کیا آپ نے لوح محفوظ سے دیکھ کر فرمایا ہے، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟؟؟

ناصبی: تو کیا آپ عمل صالح اور عبادت کو وسیلہ نہیں مانتے؟؟ کیا اس سے تقرب حاصل نہیں ہوتا؟؟

ابوعبداللہ: بالکل یقیناً ہم مانتے ہیں لیکن شاید آپ نے عربی لغت کا مطالعہ نہیں فرمایا کہ وسیلے کے لفظ کے کیا معنی ہیں۔۔؟ چلیں میں ہی بتا دیتا ہوں۔ ذرا لسان العرب کی جلد 11 کھول کر اس میں صفحہ 724 ملاحظہ فرمائیں جس میں اس لفظ کے بارے میں لکھا ہے: توسل اليه بكذا، تقرب اليه بحرمة آصرة تعطفه عليه یعنی کسی چیز کے وسیلے سے کسی سے متوسل ہوا، کسی کی شان اور احترام کے خاطر جو دوسرے کو مجذوب کرتا ہے اس کے قریب ہوا۔

تو محترم "وسیلہء تقرب" کے معنی بہت وسیع ہیں یہ انسانی اعمال بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی ذات بھی ہو سکتی ہے۔

لہٰذا توسل لغوی اعتبار سے صرف اعمال میں منحصر نہیں بلکہ اس میں شخصیات بھی شامل ہیں۔

ورنہ آپ ثابت کریں کہ یہاں وسیلے سے مراد فقط اعمال ہیں نا کہ ساتھ اشخاص بھی؟؟

مجھے ایسے تکنے لگے جیسے پورے شہر کے کوے بلا کر ان پر چھوڑ دیئے ہوں

ناصبی: جب آپ نے خود کہہ دیا کہ وسیلے میں عبادات اور اعمال بھی شامل ہیں تو میرا دعویٰ سچ ثابت ہوا تو اب آپ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ کیسے اس میں شخصیات بھی شامل ہیں؟؟

ابوعبداللہ: واہ سائیں۔۔ یہ والا حملہ تو خوب کیا ہے۔۔ اب آیا نا مزہ۔۔ میرا جواب نہ دیتے ہوئے میرا سوال میری طرف ہی موڑ دیا۔ لگتا ہے شیطانِ مردود آپ کی مکمل نصرت کر رہا ہے۔۔ ھاھاھاھا

چلیں جی۔۔ ہم بھی ناطقِ قرآن کے ماننے والے ہیں۔۔ جواب تو ضرور دیں گے۔۔

آپ نے جو اوپر آیت پیش کی؛أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔ بھائی جان یہاں حضرت عیسٰی اور روح القدس کو جو معبود سمجھتے ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔۔

ذرا اس سے پہلے والی آیت بھی ملاحظہ فرمائی ہوتی جس میں ارشاد ہو رہا ہے:قُلِ ادْعُوا الَّذينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لا تَحْويلاً۔ کہہ دیجئے: جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو انہیں پکارو، پس وہ تم سے نہ کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

یہاں قُلِ ادْعُوا الَّذينَ میں الذین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اسمِ موصول، اب اتنی عربی تو آپ کو آتی ہی ہو گی کہ اسمِ موصول کہتے کسے ہیں؟؟ نہیں آتی تو یہ علی کا غلام ہے نا ابھی سمجھا دیتا ہے۔۔

تو محترم لفظ "الذین" عربی قواعد کے مطابق عاقل افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی اس آیت میں صاحبِ عقل و شعور معبود مراد ہے۔ لہٰذا اس جملے میں (وہ جن کو پوجتے ہیں) سے مراد بت وغیرہ نہیں بلکہ یہاں فرشتے یا حضرت عیسٰی اور اسی طرح دوسرے عقل و شعور رکھنے والی موجودات مراد ہے۔

مزید آسان کروں تو... سورہ اسراء کی آیت 57 میں جو ذکر ہوا کہ: فرشتے اور عیسی مسیح خود بھی خدا کے نزدیک تر وسیلے سے متوسل ہوتے ہیں۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے نزدیک تر وسیلہ کے لیے ضمیر جمع عاقل یعنی ایھم اَقرب استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اور حضرت عیسی، خود سے برتر اور مقرب تر اولیاء سے متوسل ہوتے ہیں قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے۔۔

تو اب آپ مجھے بتائیں کہ فرشتوں اور عیسٰی علیہ السلام سے برتر وہ کون سے اولیاء اللہ ہیں جن کو وسیلہ بنانے پر خدا کا نبی بھی مجبور ہے؟؟

دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر نزدیک تر وسیلہ سے "بت" مراد ہوتا تو ایھا اقرب استعمال کرنا چاہیے تھا نہ کہ ایھم اقرب۔ لہٰذا "ایھا" کی جگہ "ایھم" کی ضمیر کا استعمال ہونا اس پر دلیل ہے کہ یہ جو وسیلہ اقرب ہے وہ اشخاص اور عاقل ذات سے توسل ہے۔

لو جی ہو گئی آپ کی فاتحہ ھاھاھاھا۔۔ آپ کی پیش کی گئی آیت سے اس حقیر نے ثابت کر دیا کہ ان آیات میں وسیلے سے مراد فقط اعمال صالح یا عبادات نہیں بلکہ خدا کے وہ مقرب ترین بندے ہیں جن کو خدا نے اپنے تک آنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اس وسیلے کو تلاش کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

یقین مانیں قارئین کرام... اس کی جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے

چلو اب کچھ تمہاری کتابی احادیث بیان ہو جائیں تا کہ قرآن کے بعد سنتِ رسول اور خاص طور پر تمہارے لیے سنتِ رسول ﷺ سے زیادہ اہم تمہارے اصحاب کی سنت سے مسئلے کو مکمّل قفل لگا دوں تا کہ تمہاری تکفیریت کو لگام ڈال سکوں۔۔

پہلے سنتِ نبوی سے کچھ پیش خدمت ہے تا کہ تمہیں جب "یا" کہیں نظر آ جائے تو فوراً کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہو۔ آؤ جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کی تعلیمات تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے سنن میں عثمان بن حنیف سے نقل کیا:

ان رجلا ضریر البصر اتی النبی فقال: ادع الله ان یعافینی ! قال: ان شئت دعوت لک و ان شئت اخّرت ذاک، فهو خیر۔ فقال: ادعه فامره ان یتوضا فیحسن وضوءه و صلی رکعتین و یدعو بهذا الدعا: اللهم انیّ اسئلک و اتوجه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انیّ توجهت بک الی ربیّ فی حاجتی هذه فتقضی لی اللهم شفعّه فیّ

ایک نابینا شخص نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: خدا سے دعا کریں کہ وہ مجھے صحت عطا کرے، پیغمبر نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں گا اور اگر چاہو تو اسے تمہارے لیے ذخیرہ کر دونگا کہ یہ بہتر ہے۔ اس شخص نے کہا: میرے لیے دعا کریں! پیغمبر نے اسے وضو کرنے اور اس پر توجہ کرنے کا حکم دیا پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھنے کا حکم دیا:

پروردگارا میں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، یا محمد میں آپ کے واسطے پروردگار کی جانب جاتا ہوں، اے اللہ انہیں میرا شفیع قرار دیں۔

حواله : مسند احمد، جلد 4، صفحه 138، سنن ابن ماجه، جلد 1، صفحه 441 حدیث 1385

بغور دیکھو... یہاں اللہ کے نبی کیا تعلیم فرما رہے ہیں... کہو یا محمد

اب یقیناً تمہیں رجال کا کیڑا ضرور کاٹے گا تا کہ اس حدیث کو ضعیف ثابت کر سکو۔۔ تو رجالی انجیکشن میں پہلے ہی ٹھوک دیتا ہوں۔۔

تمہارے امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

حواله : سنن ترمذی، جلد 5 صفحه 223

تمہارے امام ابن ماجہ القزوینی الربعی نے بھی اس حدیث کو صحیح السند لکھا ہے۔

حواله : سنن ابن ماجه، جلد 1 صفحه 441-442

اور تو اور سب سے بڑھ کر تمہارے اس خبیث امام نے بھی اسے صحیح کہا ہے جو وسیلے اور غیر اللہ سے مدد کا سب سے بڑا مخالف تھا یعنی امام ابن تیمیہ۔

ابن تیمیہ مجموعہ الرسائل والمسائل میں اس حدیث کے بارے میں لکھتا ہے:

و اما حدیث الاعمیٰ فالذی فی الحدیث متفق علی جوازہ

جو کچھ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کے جائز ہونے پر سب متفق ہیں۔

فقط یہی نہیں مزید لکھتا ہے۔۔

وقدروی الترمذی حدیثاً صحیحاً عن النبی انّه علّم رجلا ان یدعو فیقول: اللهم انیّ اسئلک و اتوجُه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد یا رسول الله انیّ اتوسل بک الی ربیّ فی حاجتی لتقضی لی اللهم فشفعّه فیّ

ترمذی نے ایک صحیح حدیث میں پیغمبر سے نقل کیا ہے کہ: آپ نے ایک شخص کو اس دعا کی تعلیم دی: پروردگارا میں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، اے محمد اے رسول خدا میں آپ کو وسیلہ بنا کر پرورگار سے دعا کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو، اے اللہ! ان کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

حواله : مجموعه الرسائل و المسائل، جلد 1، صفحه 12-13

اسی حدیث کا روای عثمان بن حنیف کا قصہ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک علی الصحیحین میں کچھ اس طرح سے نقل کیا ہے۔

عثمان کے دور خلافت میں ایک شخص کسی کام کی خاطر کئی بار عثمان کے پاس جاتا رہا لیکن اس کی مشکل حل نہ ہوئی، ایک دن عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی اسے داستان سنادی، عثمان نے اسے حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھے: اللهم انیّ اسئلک و اتوجُه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربیّ فی لتقضی حاجتی پروردگارا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری

طرف آتا ہوں، اے محمد میں آپ کو وسیلہ بنا کر پرودگار سے دعا کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو، اس شخص نے اس پر عمل کیا اور خلیفہ کے پاس گیا، پس عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور دعا کی سند مانگ لی عثمان بن حنیف نے اسے نابینا شخص کی داستان سنادی۔

حوالہ جات : مسند احمد، جلد 4، صفحہ 138، المعجم الکبیر، جلد 9 صفحہ 30-31، حدیث:8311، المستدرک الصحیحین، جلد1، صفحہ 519

چلیں جی اب تمہارے اس خلیفہ کی سیرت بھی پیش کیے دیتے ہیں جس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے کتاب اللہ کافی ہے ...

تمہاری قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں درج ہے اور نا صرف صحیح بخاری بلکہ لاتعداد کتب احادیث میں بھی موجود ہے کہ

عام الرّمادہ یعنی وہ سال جب خشک سالی کی وجہ سے نوبت قحط اور ہلاکت تک پہنچ چکی تھی۔ مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ تو تمہارے دوسرے خلیفہ کیا کر رہے تھے یہ بھی جان لو...امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس سے روایت کی ہے کہ جب عمر بن خطاب نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا طلب کی تو فرمایا:

اللهم! إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا فتسقینا و إنا نتوسل إلیک بعم نبینا فاسقنا۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم اپنے نبی کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے پس تو ہم کو سیرابی بخش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس ہم کو (ان کے وسیلے سے) سیراب کر دے۔

یہ لو ایک نہیں پورے 10 حوالے۔۔

صحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 526 اور 1372

صحیح ابن حبان، جلد 7، صفحہ 110، حدیث 28613

صحیح ابن خزیمہ، 2 : 8- 337، رقم : 14214

السنن الکبری للبیہقی، 3 : 3525

دلائل النبوة للبیہقی، 6 : 1476

شرح السنه للبغوی، 4 : 409، رقم : 11657

شفاء السقام : 1288

الاستیعاب لابن عبدا البر، 3 : 979

فتح الباری، 2 : 49410

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنية، 11 : 152

اسی طرح عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے عام الرمادہ (قحط و ہلاکت کا سال) میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کو وسیلہ بنایا اور اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا مانگی۔ پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

أیها الناس! إن رسول الله کان یری للعباس ما یری الولد لوالده، یعظمه و یفخمه و یبر قسمه، فاقتدوا أیها الناس برسول الله فی عمه العباس، واتخذوه وسیلة إلی الله عز وجل فیما نزل بکم۔

اے لوگو! رسول اللہ حضرت عباس کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسے بچہ باپ کو سمجھتا ہے۔ (یعنی نبی حضرت عباس کو بمنزلہ والد سمجھتے تھے۔) آپ ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے۔ اے لوگو! تم بھی حضرت عباس کے بارے میں نبی کریم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے۔

پھر حضرت عباس نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! إنه لم ینزل بلاء إلا بذنب ولم یکشف إلا بتوبة، وقد توجه القوم بی إلیک لمکانی من نبیک، وهذه أیدینا إلیک بالذنوب ونواصینا إلیک بالتوبة فاسقنا الغیث۔

اے اللہ! گناہ ہی کی وجہ سے بلاء (و تکلیف) نازل ہوتی ہے اور صرف توبہ ہی اس بلاء کو اٹھاتی ہے اور لوگوں نے مجھے تیری بارگاہ میں اس تعلق کی وجہ سے جو میرا تیرے نبی کے ساتھ ہے، وسیلہ بنایا ہے اور ہمارے یہ ہاتھ گناہوں میں لتھڑے ہوئے تیرے سامنے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں۔ پس ہم کو بارش دے دے۔

المستدرک للحاکم، جلد 3 صفحہ 334فتح الباری، جلد 2 صفحہ 497المواھب اللدنیة، جلد 4 صفحہ 277شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، جلد 11 صفحہ 152

امام عبدالبر نے مزید کھول کر لکھ دیا کہ:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عباس نے دعا فرمائی تو اس کے بعد فوراً دیکھتے ہی دیکھتے بادل پہاڑوں کی طرف سے اٹھے اور آسمان پر چھاگئے۔ زمین بارش سے بھر گئی، لوگ خوش ہوگئے اور حضرت عباس کے جسم کو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے اور کہنے لگے: اے ساقی حرمین! آپ کو مبارک ہو۔

اور عمر نے اس موقع پر یہ بھی کہا:

هذا والله الوسلیة إلی الله والمکان منه۔

ترجمہ: خدا کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ اسی کو کہتے ہیں اور مرتبہ اسی چیز کا نام ہے۔

حوالہ : الاستیعاب لابن عبدالبر، جلد 3 صفحہ 98

تواے منکر وسیلہ۔۔ تم تو فقط وسیلے کو لے کر بیٹھے ہوئے تھے یہ تمہارے امام عبد البر نے کیا لکھ دیا کہ مدینے کے افراد عمر بن خطاب کی موجودگی میں حضرت عباس کے جسم کو چھو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے...ھاھاھاھا

اب کر کے دکھاؤ اعتراض علم وذوالجناح پر اور قبورِ اہل بیت پر جہاں ہم شیعہ خود کو ان سے مس کر کے تبرک حاصل کرتے ہیں...ہے ہمت اپنے دوسرے خلیفہ اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس پر انگشت بازی کرنے کی؟؟؟

(ناصبی منہ اٹھائے اور نظریں چرائے بس سنتا جا رہا تھا اور میں غلامِ علی مسلسل علمی حملے کر تا جا رہا تھا) اتنے میں ناصبی کو نماز یاد آگئی کہتا ہے ابوعبداللہ... عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے... میں نے کہا رکو۔۔ اب میرے حملے تیز رفتاری سے ہونگے بے فکر رہو، وہ نماز قضاء نہیں ہونے دوں گا جو قبول ہی نہیں ہو گی۔

یہ تو سنتے جاؤ کہ امام سبکی اس پر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔۔

تقی الدین سبکی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و کذرک یجوزُ مثل ہذا، التوسل بِسائرِ الصالحینَ، و ہذا شئ لا ینکر مسلم، بل مُتَدَیِّن بملةِ من المِللِ۔

اور اسی طرح اس (واقعہ) سے تمام صالحین سے توسّل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا مسلمانوں نے انکار نہیں کیا بلکہ صرف فرقوں میں سے ایک فرقے... مُتَدَیِّن نیا دین ایجاد کرنے والے نے توسّل کا انکار کیا ہے۔

حوالہ : شفاء السقام، صفحہ 128

رکو میاں... ابن حجر کا نام تو تم ناصبی خوب لیتے ہو، ذرا یہ بھی جان لو کہ تمہارے امام ابن حجر عسقلانی کیا کہتے ہیں ...

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

و یستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأہل الخیر والصلاح و أہل بیت النبوة، و فیه فضل العباس و فضل عمر لتواضعه للعباس و معرفته بحقه۔

حضرت عباس کے واقعہ سے یہ نکتہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اہلِ خیر، صالحین اور اہلِ بیتِ نبوی سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ سے حضرت عباس کی فضیلت بیان کرنا اور عمر کا حضرت عباس کی تواضع کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کو پہنچاننا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ : فتح الباری، جلد 2، صفحہ 497

ایسے میں چھوڑنے والا نہیں... یہ بھی سنو اور جواب دو کے وہ کون بندے جس کا تذکرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں۔۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ نے فرمایا:

إن الله خلقا خلقهم لحوائج الناس، تفزع الناس إليهم فى حوائجهم أولئک الآمنون من عذاب الله۔

بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لے آتے ہیں اور اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔

حواله : مجمع الزوائد، جلد 8، صفحه 192

تم جو یہ اعتراض کرتے ہو کہ یہ ذوالجناح کہ جس کی نسبت اس نواسے سے ہے جس نے خدا کا دین بچایا، اس مٹی کو خاک شفا کیوں کہتے ہو جو کربلا کی عام مٹی ہے؟؟ اس کا اتنا احترام کیوں ہے؟؟

آؤ اب تمہاری صحیح مسلم سے ایک حدیث نقل کر دوں۔۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے:

أن الناس نزلوا مع رسول الله على الحجر أرض ثمود، فاستقوا من آبارها وعجنوا به العجين، فأمرهم رسول الله أن يهريقوا ما استقوا و يعلفوا الإبل العجين، و أمرهم أن يستقوا من البئرالتى كانت تردها الناقة۔

لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ارض ثمود میں حجر کے مقام میں اترے۔ انہوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پیا اور اس سے آٹا (بھی) گوندھا تو رسول اللہ نے انہیں اس پانی کے بہا دینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لو جس پر (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی آتی تھی۔

حواله : صحیح مسلم، جلد 2 صفحه 411

اب بتاؤں ہمیں۔۔ حضرت صالح کی اونٹنی جہاں سے پانی پیے وہ اتنی متبرک اور جہاں رسول اکرم کے بیٹے کا خون مطہر جذب ہوا وہ مٹی کیونکر غیر متبرک؟؟

اب آخر میں ایک اور حملائی پھکی پھر تمہیں اجازت ہے جا کر وہ نماز ادا کر لو جو بنا اقرارِ ولایت علی کے منہ پر دے ماری جائے گی۔۔

امام زینی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

إن الإمام الشافعي أيام هو ببغداد كان يتوسل بالإمام أبي حنيفة رضي الله عنه يجئ إلى ضريحه يزوره فيسلم عليه ثم يتوسل إلى الله تعالى به في قضاء حاجاته

علامہ ابن حجر نے کتاب الخیرات فی مناقب الامام ابوحنیفہ نعمان کی پچیس ویں فصل میں کہا: یقیناً امام شافعی ایک مدت تک بغداد میں تھے اور امام ابوحنیفہ سے توسل کرتے تھے۔ ضریح کے پاس آتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے، پھر ان پر سلام بھیجتے تھے، اور اپنی طلب حاجت کے لئے ان کے واسطہ سے خداوند متعال سے توسل کرتے تھے۔

حواله : الدرر السنية فى الرد على الوهابية، صفحه 72

لو جی... اب **مکمل** چیئے پڑھ دیے گئے ھاھاھا، امام شافعی کو کوئی اور نہیں ملا ابوحنیفہ کے علاوہ جو اس کی قبر سے توسل کر رہے ہیں۔۔ ھاھاھھاھا

چلو اب جاؤ... وہ نماز قضا ہونے کو ہے جو قبول ہی نہیں ہونی

ناصبی نے غصے سے مجھے دیکھا... اب بے چارہ بولتا بھی تو کیا بولتا۔۔ پائنچے چڑھائے اور فطرت کے خلاف وضو بنانے چل دیا

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

وہ بارہ منافقین کون تھے جنہوں رسول ﷺ کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انجینئر محمد علی مرزانے اپنا مخصوص نعرہ لگاتے ہوئے "نہ میں بابی نہ میں وہابی، میں ہوں مسلم علمی کتابی" اپنی علمی و تحقیقی مجلس نمبر 06 میں بیان کیا تھا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت حذیفہ یمانی کو رسول نے ان منافقین کے نام بتائے تھے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسول اکرم کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی اور نہ صرف سازش رچی بلکہ عملی طور پر ڈھاٹیں باندھ کر یہ قبیح ترین عمل انجام بھی دیا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے، جن میں سے اکثر کی موت دبیلہ سے ہونے کی پیش گوئی بھی تھی۔۔

لیکن انجینئر صاحب نے پھر وہی کیا جو وہ اور ان جیسے ماڈرن محقق کرتے ہیں یعنی آدھی بات کر کے بات ختم کر دینا۔۔ تبھی میں نے انجینئر صاحب سے کئی بار کہا کہ آپ اپنا نعرہ تھوڑا چینج کر لیں جو اس طرح ہو؛ نہ میں بابی نہ میں وہابی۔۔ میں ہوں پکا دوغلہ نفاقی۔

قارئین کرام۔۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اگر ان صاحب نے ان منافقین کے نام بتادیئے تو پھر یہ اپنا چورن کیسے بیچیں گے؟؟؟ پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟؟ یہ بچارے پھر کس کو صدیق اکبر، فاروق اعظم یا غنی کہہ کر پکاریں گے؟؟

خیر میں بخوبی ان جیسے افراد کی مجبوری کو سمجھتا ہوں کیونکہ یہی سب منافقت بعدِ شہادتِ رسول اکرم سے اب تک چلتی آ رہی ہے۔ لیکن خدا کا لاکھ شکر ہے کہ ہم علی ولی کے ماننے والے اس منافقت سے بالکل بَری ہیں تبھی عشقِ اہل بیت کے جرم میں آج تک قتل ہوتے آئے ہیں۔

کافی مومنین و مومنات کا اصرار تھا کہ ابوعبداللہ ذرا اُن منافقین کی کلی تو کھولیں جس پر انجینئر صاحب نے آدھی بات کی ہے اور نام نہیں بتائے، ذرا ان کے چہروں پر چپکا صحابیت کا میک اپ تو دھوئیں تا کہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ وہ کون بد بخت تھے جو اپنے نبی کو ہی قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔۔

تمہید کافی ہوئی۔۔ میری پوری کوشش ہو گی کہ یہ تحریر پچھلی تحاریر کی طرح زیادہ طویل نہ ہو۔۔ آگے مولا وارث کے قلم کب تک چلتا ہے۔۔

میں چاہتا ہوں کہ پہلے تھوڑا سا اس واقعہ کو بیان کر دوں جس کی بنیاد پر یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کی تا کہ وہ مومنین و مومنات بھی استفادہ کر سکیں جو اس تاریخی واقعہ سے واقف نہیں۔

قارئین کرام۔۔ اصحاب عقبہ کہ جن کے بارے میں رسول اللہ نے حدیث ارشاد فرمائی تھی وہ لوگ تھے جنھوں نے تبوک کی جانب عزیمت سے قبل، مدینہ میں اسلام اور رسول خدا(ص) کے خلاف کیے اقدامات میں ناکام ہونے کے بعد، تبوک سے واپسی پر رسول خدا(ص) کو رات کی تاریکی میں قتل کرنے کی سازش تیار کی اور جس وقت آپ کی اونٹنی راستے میں حائل ایک گھاٹی سے گذر رہی تھی نقاب پوش سازشیوں نے اس کو ہنکانے اور آپ کو اونچائی سے کھائی میں گرانے کا فیصلہ کیا۔

اسی دوران جبکہ وہ رسول خدا(ص) کی اونٹنی کے قریب پہنچے-اللہ نے آپ کو سازش سے آگاہ کر دیااور رسول خدا نے حذیفہ بن یمان سے جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے-

فرمایا: ان افراد کو یہاں سے دور کر و اور کہو کہ اگر پیچھے نہ ہٹیں تو آپ اونچی آواز سے انہیں نام، باپ کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام سے پکاریں گے۔

ناکام ونامراد منافقین حذیفہ یمانی کی آواز سن کر فرار ہوئے اور اپنی سپاہ میں گھل مل گئے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ ان کے، ان کے باپوں اور قبائل کے ناموں کو جانتے تھے۔ اسی بناپر وہ "صاحب سرّ النبي" کے لقب سے مشہور ہوئے یعنی نبی کے راز دان۔ جبکہ عمارِ یاسر کو بھی آپ(ص) نے ان کے نام بتادیئے تھے جو اس شب رسول اکرم کے ہمراہ تھے۔

تو قارئین یہ تھا اس حدیث کا مختصر شانِ ارشاد جس میں رسول اکرم نے منافقین کو بے نقاب کیا تھا جو صحیح مسلم میں درج ہے۔

اب مسلم کی وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں

امام مسلم اپنی صحیح کی کتاب: صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ کے باب: منافقین کی صفات اور ان کے بارے میں احکام میں موجود حدیث جس کا انٹرنیشل نمبر 2779 جس کی ترقیم فواد عبد الباقی نے کی ہے کچھ اس طرح ہے؛

عربی متن: حدثنا ابو بکر بن ابي شيبة ، حدثنا اسود بن عامر ، حدثنا شعبة بن الحجاج ، عن قتادة ، عن ابي نضرة ، عن قيس ، قال: قلت لعمار ارايتم صنيعكم هذا الذي صنعتم في امر علي ارايا رايتموه او شيئا عهده إليكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟، فقال: ما عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، ولكن حذيفة اخبرني، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " في اصحابي اثنا عشر منافقا، فيهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة واربعة "، لم احفظ ما قال شعبة فيهم۔

اردو ترجمہ: قیس سے روایت ہے، میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: (سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھے) تم نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں (یعنی ان کا ساتھ دیا اور لڑے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے) یہ تمہاری رائے ہے یا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کچھ فرمایا تھا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو اور عام لوگوں سے نہ فرمائی ہو لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں ان میں سے آٹھ جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھسے۔" (یعنی ان کا جنت میں جانا محال ہے) اور آٹھ کو ان میں سے دبیلہ سمجھ لے گا (دبیلہ پھوڑا یا دمل) اور چار کے باب میں اسود یہ کہتا ہے جو راوی ہے اس حدیث کا کہ مجھے یاد نہ رہا شعبہ نے کیا کہا۔

حوالہ : صحیح مسلم، کتاب صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ؛ باب نمبر1 ، حدیث نمبر 7035

اب یہاں سند کی بحث ہی فضول ہے کیونکہ اہل سنت علماء کا اجماع ہے کہ قرآن کے بعد سب صحیح کتابیں 6 ہیں جنہیں صحیح ستہ کہا جاتا ہے اور ان 6 کتابوں میں سے مزید دو "صحیحین" ہیں یعنی صحیح ترین کتابیں جن میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔

اور صحیح مسلم میں امام مسلم نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سلسلہ اسناد خود اُن (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ شرائطِ شہادت کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

تو قارئین کرام یہ تھی وہ حدیث جس میں واضح طور پر رسول اکرم نے "في اصحابي اثنا عشر منافقا" ارشاد فرمایا یعنی میرے "اصحاب" میں سے بارہ منافق ہیں تو یہاں ان سب ناصبیوں کو یہ چھکی بھی مل گئی کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق ہر صحابی نہ ہی عادل ہے اور نہ ہی رضی اللہ عنہا کیونکہ تم لوگ اپنے رسول سے زیادہ ان کے اصحاب کے بارے میں نہیں جانتے جس میں رسول خود فرما رہے ہیں فی اصحابي۔

محض پیغمبر اکرم کے ساتھ بیٹھنے یا حضرت کو دیکھنے سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا جیسا کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے بلکہ صحابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان اور یقین پیغمبر اکرم کی رسالت و نبوت پر پختہ ہو اور پیغمبر اکرم جس چیز کا حکم دیں اس کو قبول کرے اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جائے اور اسی یقین وایمان واطاعت کے عالم میں وہ دنیا سے گیا ہو اس قسم کے صحابی کو شیعہ مانتے اور اہلبیت رسول کے بعد ان کا احترام کرتے ہیں۔

اب یہ دعویٰ کرنا کہ سب کے سب اصحاب لائقِ اطاعت ہیں کیونکہ وہ عادل ہیں تو یہ صریحاً ارشادِ رسول کی توہین شمار ہو گی

اب آگے بڑھتا ہوں اور آپ کو دکھاتا ہوں کہ یہی حدیث صحیح مسلم کے علاوہ کن کن اہل سنت منابع میں درج ہے تاکہ اس سے فرار ممکن نہ ہو سکے پھر اُس کے بعد ان منافقین کے نام پیش کروں گا جنہوں نے صحابیت کا لبادہ اوڑ کر اللہ کے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔۔

چلیں جی مزید حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

1- صحیح مسلم کی دوسری حدیث:

سیدنا ابوطفیل کہتے ہیں کہ عقبہ کے لوگوں میں سے ایک شخص اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا جیسے لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ بولا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اصحاب عقبہ کتنے تھے؟ (اس سے مراد وہ منافقین ہیں جو غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا) لوگوں نے حذیفہ سے کہا جب وہ پوچھتا ہے تو اس کو بتادو۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) خبر دی جاتی تھی کہ وہ چودہ آدمی تھے۔ اگر تو بھی ان میں سے ہے تو وہ پندرہ تھے۔ اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اور آخرت میں دشمن تھے اور باقی تینوں نے یہ عذر کیا (جب ان سے پوچھا گیا اور ملامت کی گئی) کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی (کہ عقبہ کے راستے سے نہ آؤ) کی آواز بھی نہیں سنی اور نہ اس قوم کے ارادہ کی ہم خبر رکھتے ہیں۔ اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھریلی زمین میں تھے۔ پھر چلے اور فرمایا کہ (اگلے پڑاؤ پر) پانی تھوڑا ہے، تو مجھ سے پہلے کوئی آدمی پانی پر نہ جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو کچھ (منافق) لوگ وہاں پہنچ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ان پر لعنت فرمائی۔

حوالہ : صحیح مسلم، کتاب: منافقین کے متعلق، باب : لیلۃالعقبہ میں منافقین اور ان کی تعداد کے متعلق، حدیث نمبر : 1941

2- وروى مسلم في صحيحه عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل:

قال: "كان بين رجل من أهل العقبة وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس، فقال: أنشدك بالله، كم كان أصحاب العقبة؟ قال: فقال له القوم أخبره إذ سألك؟

فقال: كنا نخبر أنهم أربعة عشر، فإن كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر

حوالہ : تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 605

3-وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ – رضي الله عنه -: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ أَرَأَيْتُمْ قِتَالَكُمْ هَذَا؟ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ؟ – فَإِنَّ الرَّأْيَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ – أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم -؟ , فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً , وَلَكِنَّ حُذَيْفَةُ – رضي الله عنه – أَخْبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – قَالَ: " إِنَّ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا , لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنْ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " , وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔

حواله : الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، جلد 4، صفحه 166 – المكتبة الشاملة الحديثة

4-حَدِيثٌ (عه حم) : " فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا۔ ۔ ۔ " الْحَدِيثَ۔

كتاب إتحاف المهرة لابن حجر، من مسند حذيفة بن اليمان ، جلد 4، صفحه 260، حديث 4228 ، المكتبة الشاملة الحديثة

5- حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ رَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ، أَمْ شَيْئًا عَهِدَ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ

حواله: مسند أحمد مخرجا، جلد 38، صفحه 345، حديث 23319- المكتبة الشاملة الحديثة

6- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّزَّازُ، ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّوذْبَارِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمَّادٍ الْعَسْكَرِيُّ، بِبَغْدَادَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْفَحَّامُ، أَخْبَرَنَا شَاذَانُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «§فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيَّاطِ» – رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ شَاذَانَ

حواله : كتاب دلائل النبوة للبيهقي مخرجا – باب رجوع النبي صلى الله عليه وسلم من تبوك وأمره بهدم مسجد الضرار ومكر المنافقين به في الطريق وعصمة الله تعالى إياه وإطلاعه عليه وما ظهر في ذلك من آثار النبوة ، جلد 5 ، صفحه 261 – المكتبة الشاملة الحديثة

7-فی أصحابی اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فی سم الخياط (أحمد، ومسلم عن حذيفة)

حواله : كتاب جامع الأحاديث السيوطي ، جلد 14، صفحه 171، حديث 14753 – المكتبة الشاملة الحديثة

8- في أصحابي اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط

حواله: تفسير ابن أبي حاتم محققا ، جلد 12، صفحه 508 – المكتبة الشاملة الحديثة

9- وجاءت آيات هذه السورة في سياقاتِها فاضحة للمنافقين، وفي صحيح الإمام مسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (في أصحابي اثنا عشر منافقاً، لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة، سراج من نار تظهر بين أكتافهم حتى ينجم في صدورهم)

حواله: كتاب الإصابة في الذب عن الصحابة، جلد 1، صفحه 56 – المكتبة الشاملة الحديثة

10-إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه قَالَ: " فِي أَصْحَابِي اثَنَا عَشَرَ مُنَافِقًا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سم الْخياط" ـ

حواله: كتاب السيرة النبوية لابن كثير، جلد 4، صفحه 37- المكتبة الشاملة الحديثة

11-حذيفة/ في أصحابي اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون.ـ

حواله : كتاب سير أعلام النبلاء، جلد 18، صفحه 123 – المكتبة الشاملة الحديثة

12-وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، ثنا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ شَاذَانُ، ثنا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صُنْعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ "، وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ، وَرَوَاهُ غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ فَقَالَ: " ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ، سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَلَعَلَّ مَنْ سَمَّيْتَ لَمْ يُظْهِرْ شِرْكًا سَمِعهُ مِنْهُ آدَمِيٌّ، وَإِنَّمَا أَخْبَرَ اللهُ عَنْ أَسْرَارِهِمْ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَقَدْ

سُمِعَ مِنْ عَدَدٍ مِنْهُمُ الشِّرْكُ، وَشُهِدَ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَحَدَهُ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَقَرَّ بِمَا شُهِدَ بِهِ عَلَيْهِ وَقَالَ: تُبْتُ إِلَى اللهِ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ

حواله: السنن الكبرى للبيهقي، جلد 8، صفحه 344، حديث 16836، باب ما يحرم به الدم من الإسلام زنديقا كان أو غيره – المكتبة الشاملة الحديثة

جی قارئین یہ میں نے 12 حوالے اپنے اثناعشری مومن ہونے کے صدقے میں اثناعشر منافقین پر وار دیئے جبکہ اگر میں چاہوں تو پنجتن 5، امام 12، معصوم 14 اور شہید 72 کی نیت سے 72 حوالے بھی پیش کر سکتا ہوں۔

خیر یہاں جو 12 اہل سنت حوالے پیش کئے ہیں وہ تمام صحیح السند صحیحات، مسانید، تاریخ اور تفاسیر اہل سنت سے ہیں جن کا عربی متن مع مکمل حوالہ و ناشر کے پیش کر دیا ہے، جسے کوئی ناصبی چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا!

چلیں جی اب آگے بڑھتے ہیں اور سب سے پہلے یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان 12 منافق افراد میں کون کون سے نام نہاد صحابی کتب اہل سنت سے ثابت ہیں۔

تو قارئین کرام۔ جب بھی کسی اہل سنت عالم یا محقق کے سامنے یہ بارہ منافقین والی حدیث پیش کر کے جواب طلبی کی جائے تو وہ اس کے رد میں اپنے ایک عالم امام ابن حزم اندلسی کی کتاب المحلی بالآثار پیش کر کے اس کو جھٹلا دیتا ہے۔

میں نے کافی دقت کی کہ آخر ان ناصبی ملاؤں کو کیسے گھیر کر مارا جائے تو کرم سیدہؑ شاملِ حال ہوا اور میں نے سوچا کہ سب سے پہلے میں امام ابن حزم کی فضیلت اہل سنت علماء سے پیش کروں گا تاکہ عوام جان سکے کہ جسے یہ ناصبی اپنے دفاع میں لا رہے ہیں اس کا اہل سنت مکتب میں کتنا اعلیٰ و عرفہ مقام ہے تاکہ جو بات وہ اپنی کتاب المحلی میں لکھیں اس کا ہر لفظ سچا ہو تاکہ مزید کسی بحث اور حوالہ جات کی ضرورت ہی نہ رہے۔

جب ابن حزم کی فضیلت ثابت ہو جائے گی پھر اس کی پیش کی گئی تحقیق، جو یہ ناصبی 12 منافقین کے رد میں پیش کرتے ہیں اس پر رجالی بحث کر کے ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے!

چلیں جی اب ملاحظہ فرمائیں وہ ناقص دفاع جو کُلی طور پر ہر ناصبی مُلا اس حدیث کے رد میں پیش کرتا ہے۔۔ لیکن سب سے پہلے ابن حزم پر جلدی جلدی بات کرنے کے بعد۔۔۔

امام ابن حزم فقہ واصول اور علم حدیث میں اپنی طرز کے بے مثال عالم ہیں، آپ کی وہ کتابیں جنہوں نے شہرت پائی وہ "المحلی" اور "الاحکام فی اصول الاحکام" ہیں۔ المحلی فقہ وحدیث کی جامع کتاب ہے اور دیگر فقہ میں تقابل کا ایک موسوعہ ہے ۔ یہ کئی اجزاء پر مشتمل ایک ضخیم فقہی کتاب ہے جس میں فقہ اور اصول فقہ کے ابواب شامل ہیں۔

اہل سنت علماء کہتے ہیں کہ اگر ابن حزم کی یہ دونوں کتابیں المحلی اور الاحکام نہ ہوتیں تو مسلکِ اہل سنت کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔

حوالہ : اصول فقه، بک نمبر -22- شریعه اکیڈمی – فصل مسجد اسلام آباد

علامہ حمیدی ابن حزم کے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"كان حافظاً عالماً بعلوم الحديث و فقهه، مستنبطاً للأحكام من الكتاب والسنة، متفننا في علوم جمة، عاملاً بعلمه، زاهدا في الدنيا بعد الرياسة التى كانت له والابيه من قبله من الوزارة و تدبير الممالك، متواضعاً ذا فضائل جمة، وتأليف كثيرة في كل ما تحقق به في العلوم، وجمع من الكتب في علم الأحاديث والمصنفات والمسندات شيئاً كثيراً و سمع سماعا جما، وما رأينا مثله رحمه الله تعالى فيما اجتمع له مع الزكاة و سرعة الحفظ و كرم النفس والتدين۔"

ابن حزم علوم حدیث وفقہ کے غواص تھے۔ کتاب وسنت سے احکام اخذ کرتے اور علوم وفنون کے ماہر تھے۔ اپنے علم پر عامل، ریاست ووزارت کے بعد زہد اختیار کرنے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، علم حدیث میں آپ نے بہت کچھ جمع کیا۔ ہم نے ان جیسا شخص پھر نہیں دیکھا جس میں اس حد تک دماغی چستی، حافظہ، عزت نفس اور دین داری کی صفات یکجا ہوگئی ہوں۔

حوالہ : ابن ماکولا،علي بن نصر بن هبة الله، الإكمال في رفع الارتياب عن المؤلف والمختلف في الاسماء والكنى والأنساب،حیدرآباد، جلد 2، ص451

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن حزم حدیث کے معارف وعلوم کے حافظ اور عالم تھے؛ کتاب وسنت سے استنباط احکام کے ماہر تھے۔ وہ پہلے شافعی المذہب تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے اہل ظاہر کا مذہب اپنا لیا۔ وہ جملہ علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ اپنے علم پر عامل اور موروثی جاہ ومنصب کے علی الرغم زاہدِ دنیا، متواضع، فضائل واخلاق سے آراستہ، مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔

حوالہ : وفيات الأعيان، جلد 3، صفحه 325

ابو حامد غزالی (م505ھ) لکھتے ہیں کہ میں نے اسمائے الٰہی سے متعلق ابنِ حزم کی تصنیف کا مطالعہ کیا جو ان کے حافظے کی مضبوطی اور ذہن کی تیزی پر دلالت کناں تھی۔

حواله : طبقات علماء الحديث، جلد3، صفحه 345

عزالدین بن عبد السلام (م660ھ) کا کہنا ہے کہ میں نے کتبِ اسلامیہ میں المحلی اور ابن قدامہ کی المغنی کے مانند کوئی اور کتاب نہیں دیکھی۔

حواله : تذكرة الحفاظ، جلد 3، صفحه 1150

ابن تیمیہ (م728ھ) ابن حزم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہے کہ وہ دین و ایمان اور کثرت و وسعتِ علم کے حامل تھے جس کا انکار معاند شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ان کی کتابوں میں اہلِ علم کے اقوال پر اطلاع، احوال کی معرفت، شعائرِ اسلامیہ اور رسالتِ محمدیہ کی تعظیم کے ایسے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ان کے سوا کسی دوسرے میں نظر نہیں آتے۔

حواله : مجموع الفتاوى، جلد 4 ،صفحه 20

حافظ ابن کثیر نے انھیں امام، حافظ اور علامہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مفید شرعی علوم میں مشغول رہتے اور ان میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے اہلِ زمانہ سے فائق تر اور مشہور کتب کے مصنف تھے۔

حواله : البداية والنهاية، جلد 12، صفحه 83

تو جی ابن حزم کی علمی شخصیت پر میں نے اہل سنت کے جید علماء کی آراء پیش کر دیں تا کہ ان کی کتاب سے پیش کیے جانے والے کسی بھی حوالے کو کوئی جھٹلا نہ سکے۔ اور جھٹلائے گا بھی کیسی جبکہ خود اپنے دفاع میں ان بیچاروں کے پاس یہی ایک کتاب بچتی ہے!

اگر کوئی اہل سنت بھائی اپنے امام ابن حزم کے فضائل پڑھنا چاہے تو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے کیونکہ میں یہاں ان صاحب کی سوانح حیات لکھنے نہیں بیٹھا۔۔

کتاب: امام ابن حزم اور جمہور کا تصورِ اجتہاد۔ تقابلی جائزہ

چلیں جی اب وہ ابن حزم کی کتاب سے وہ دلیل میں خود لکھ دیتا ہوں جسے یہ اہل سنت مُلا اپنے نام نہاد اصحاب کو بچانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ حُذَيْفَةَ فَسَاقِطٌ، لِأَنَّهُ مِنْ طَرِيقِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ – وَهُوَ هَالِكٌ – وَلَا نَرَاهُ يَعْلَمُ مَنْ وَضَعَ الْحَدِيثَ فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ – وَإِلْقَاءَهُ مِنْ الْعَقَبَةِ فِي تَبُوكَ – وَهَذَا هُوَ الْكَذِبُ الْمَوْضُوعُ الَّذِي يَطْعَنُ اللَّهُ تَعَالَى وَاضِعَهُ – فَسَقَطَ التَّعَلُّقُ بِهِ – وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

ترجمہ: اور جہاں تک حذیفة کی حدیث کا تعلق ہے پس ساقط ہے—وہ الولید بن جمیع کے طرق سے روایت ہے جو ہلاک کرنے والا راوی ہے اور ہم نہیں دیکھتے کہ جان سکیں کہ اس کو کس نے گھڑا ہے کیونکہ اس نے متعدد روایات میں ذکر کیا ہے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ان سے عقبہ تبوک میں ملے اور یہ بات کذب ہے گھڑی ہوئی ہے۔

حوالہ : کتاب المحلی بالآثار – مسألة التعريف بالمنافقين والمرتدين، جلد 12، صفحہ 160 – ناشر المكتبة الشاملة الحديثة

لو جی ہو گئی فاتحہ ۔۔ہاہاہاہاہا

امام ابن حزم خود اقرار کر رہے ہیں کہ ولید بن جمیع سے متعدد روایات نقل ہیں

فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ

ناصبی ذرا غور سے اپنے امام ابن حزم کا یہ لفظ "روی اخبارً" دیکھیں اور اپنے اوپر خود فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ ابن حزم نے لفظ" خبر "استعمال نہیں کیا کہ کسی کو لگے کہ بس ایک بار ہی یہ روایت ہوا کہ **ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص نے نبی صلی اللہ علیہ و آل وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔** بلکہ بہت سی روایات اس سلسلے میں امام ابن حزم کے سامنے سے گزری ہیں جن کا راوی ولید بن جمیع ہے ۔۔ہاہاہاہاہاہا

تو جی ان منافقین کے نام تو خود امام ابن حزم نے بتا دیئے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ کے مقام پر رسول اللہ کو قتل کرنے کی سازش اور بانفسِ نفیس خود اقدامات کئے تھے۔۔یعنی ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ اور سعد بن ابی وقاص (لعنت اللہ اجمعین) ھاھاھاھا

چلیں جی اب میں فقط اس بیچارے راوی ولید بن جمیع کو ثقہ اور صدوق یعنی اس کی ثقائیت اہل سنت علمائے رجال سے ثابت کر دیتا ہوں تا کہ یہ باآسانی ثابت ہو جائے کہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے رسول کو قتل کرنے کا اقدام کیا تھا۔۔کیونکہ امام ابن حزم نے خود اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک نہیں بلکہ کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔تو اب صرف ولید بن جمیع کو ثقہ ثابت کر دینا کافی ہو گا کیونکہ یہی وہ راوی ہے جس سے امام مسلم نے بھی وہی بارہ منافقین والی حدیث روایت کی ہے۔

الولید بن جمیع (الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيُّ) اسماء و رجال و تعدیل سے!

1-امام احمد ابن حنبل نے ولید بن جمیع کو اپنے رجال میں ثقہ لکھا ہے۔

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري، المكي، الكوفي، وقد ينسب إلى جده.

قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع؟ قال: ليس به بأس.

وقال عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل: قال أبي: الوليد بن جميع، ليس به بأس. «الجرح والتعديل«

حواله : كتاب موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله، جلد 4، صفحه 95

2-امام عجلی نے اپنی کتاب الثقات میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري: "مكي"، ثقة

وثقه "أيضًا": ابن معين، وابن حبان "5: 492"، وذكره في المجروحين أيضًا، وقال: ينفرد عن الأثبات بما لا يشبه حديث الثقات. "التهذيب" "11: 138-139"

حواله : كتاب الثقات للعجلي ط الباز، صفحه 165

3-امام مزی نے تھذیب الکمال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

بخ م د ت س: الْوَلِيد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع الزُّهْرِيّ الكوفي ، والد ثابت بْن الوليد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع، وقد ينسب إلى جَدِّه أيضا۔

طبقات ابن سعد: 6 / 354، وتاريخ الدارمي، الترجمة 838، وسؤالات ابن محرز، الترجمة 416، وتاريخ البخاري الكبير: 8 / الترجمة 2511، وثقات العجلي، الورقة 56، وسؤالات الآجري: 5 / الورقة 33، والمعرفة ليعقوب: 1 / 233، وتاريخ أبي زرعة الدمشقي: 291، 566، وضعفاء العقيلي، الورقة 223، والجرح والتعديل: 9 / الترجمة 34، وثقات ابن حبان: 5 / 492، والمجروحين، له: 3 / 78، والكامل لابن عدي: 3 / الورقة 189، وثقات ابن شاهين، الترجمة 1499، ورجال صحيح مسلم لابن منجويه، الورقة 185، والجمع لابن القيسراني: 2 / 539، والكاشف: 3 / الترجمة 6175، والمغني: 2 / الترجمة 6848، والميزان: 4 / الترجمة 9362، وتذهيب التهذيب: 4 / الورقة 137، ومن تكلم فيه وهو موثق، الورقة 32، ومعرفة التابعين، الورقة 44، وتاريخ الاسلام: 6 / 314، وجامع التحصيل، الترجمة 858، ونهاية السول، الورقة 418، وتهذيب التهذيب: 11 / 138، والتقريب، الترجمة 7432۔

حوالہ : كتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، جلد 31، صفحه 35، رقم 6713

4- امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات لابن حبان میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الْوَلِيد بن عبد الله بن جَمِيع الزُّهْرِيّ يروي عَن أبي الطُّفَيْل روى عَنهُ وَكِيع وَابْنه ثَابت بن الْوَلِيد

حوالہ : كتاب الثقات لابن حبان، جلد 5، صفحه 492 ، رقم 5888

5-امام احمد بن حنبل نے ایک جگہ ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے اور ساتھ تعدیل بھی پیش کی ہے

الوليد بن عبد اللَّه بن جميع الزهري؛ قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع۔ قال: ليس به بأس۔

"سؤالات أبي داود" (378) قال حرب: سئل أحمد عن الوليد بن جميع، قال: ما أعلم إلا خيرًا۔

"مسائل حرب" ص 467 وقال عبد اللَّه: حدثني أبي قال: حدثنا ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه بن جميع قال: حدثني أبي قال: قال لي أبو الطفيل: أدركت ثمان سنين من حياة رسول اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم-، وولدت عام أُحُدٍ۔

رواه الإمام أحمد 5/ 454، والبخاري في "التاريخ الكبير" 6/ 446، والطبراني في "الأوسط" 4/ 310 (4290)، والحاكم في "المستدرك" 3/ 618، قال الهيثمي في "المجمع" 1/ 199: رواه أحمد وفيه ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه، ذكره ابن عدي في "الكامل" ولم يتكلم فيه بكلمة، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال: ربما أخطأ، وقد روى عنه أحمد وشيوخه ثقات۔

"العلل" رواية عبد اللَّه(2368)

حواله : كتاب الجامع لعلوم الإمام أحمد الرجال، جلد 19، صفحه 129، رقم 2812

6-امام ابن قُطْلُوْبَغَا نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جُمَيْع الزهري۔ يروي عن أبيه۔ روى عنه أهل العراق، ربما أخطأ «الثقات(8/ 158) :«

وقال ابن أبي حاتم: روى عنه: أحمد بن حنبل، وإبراهيم بن موسى، «الجرح والتعديل(2/ 458) :«

حواله : كتاب الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة، جلد 3، صفحه 127، رقم 2205

7-امام البانی نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

وأما المنذري؛ فأعله في "مختصره " بقوله: " فيه الوليد بن عبد الله بن جُميع الزهري الكوفي؛ وفيه مقال، وقد أخرج له مسلم!"

قلت: لكن هذا المقال لا يسقط حديثه عن درجة الحسن؛ فإنه- بالإضافة إلى تخريج مسلم له- فقد قال ابن معين فيه:

"ثقة "۔ وكفى به توثيقاً!

وكذا قال العجلي۔ وقال أحمد والمصنف: " ليس به بأس "۔ وقال أبو زرعة: " لا بأس به "۔ وقال أبو حاتم:" صالح الحديث" ۔

وتناقض فيه ابن حبان۔ وقال ابن سعد: "كان ثقة له أحاديث "۔ وقال الحافظ: " صدوق يهم "۔ وقال العيني في "شرح الهداية"- كما في "التعليق المغني:-"

"فالحديث إذاً صحيح؛ أما الوليد، فإن مسلماً أخرج له، وكفى هذا في عدالته وثقته" ۔

والحديث أخرجه أحمد (405/6) : ثنا أبو نعيم قال: ثنا الوليد بن عبد الله ابن جميع ... به أتم منه۔

ومن هذا الوجه: أخرجه البيهقي(3/130)

حواله : كتاب صحيح أبي داود الأم – ناصر الدين الألباني ، جلد 3 ، صفحه 143

نوٹ: ایک ایک کتاب سے عربی متن پیش کرنے سے تحریر مزید طویل ہوتی جا رہی ہے جبکہ میری کوشش ہے کہ جتنے زیادہ علمائے اہل سنت کی ولید بن جمیع کے بارے میں جو نظریات ہیں وہ سب بیان کر دوں۔ تو اب صرف حوالہ جات پیش کرتا ہوں بغیر عربی متن کے۔

8-امام ابن منجویہ نے اسے اپنی کتاب میں ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب رجال صحيح مسلم – ذكر من اسمه الوليد، جلد 2، صفحه 299، رقم 1740

9-امام بدر الدين العيني نے بھی ولید کو ثقہ شمار کیا ہے

حواله : كتاب نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، جلد 11، صفحه 273

10-امام ابن حاتم رازی نے بھی ولید کو ثقہ قرار دیا ہے

حواله : كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، جلد 2، صفحه 458، رقم 1852

11-امام ابن حجر عسقلانی نے بھی اسے مکمل ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب لسان الميزان – من اسمه الوليد ، جلد 7، صفحه 426، رقم 5165

12-امام ابو اسحاق الحوینی نے بھی ولید کو ثقہ لکھا ہے

حوالہ: كتاب نثل النبال بمعجم الرجال، جلد 3، صفحه 492، رقم 4204

13-امام ابن کثیر نے بھی ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب التكميل في الجرح والتعديل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل، جلد 2، صفحه 98، رقم 1019

14-امام ذھبی نے بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله: كتاب ميزان الاعتدال، جلد 4، صفحه 337، رقم 9362

لو جی تمام ناصبی ملاؤں کی ٹانگیں اٹھا کر مکمل فاتحہ پڑھ دی گئی۔۔ہاہاہاہا

اب تمام ناصبی جو ابن حزم کو دلیل بنا کر، منافقین کو چھپا کر کبھی انہیں صدیق اکبر، فاروق اعظم، غنی اور نجانے کیا کیا پکارتے آئے ہیں وہ ذرا ابن حزام ہی کے قول کے مطابق ولید بن جمیع کہ جس نے واضح طور پر ان منافقین کے نام نقل کئے ہیں وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ ابن حزام کے دعوے کے مطابق کئی بار ان منافقین کے نام روایت ہوئے ہیں۔ جن کو علم الرجال والحدیث کے جمہور علمائے اہل سنت نے ثقہ لکھا ہے اور نہ صرف ثقہ لکھا ہے بلکہ ثقہ الثبت لکھا ہے کیونکہ اس راوی سے امام مسلم نے روایات کو نقل کیا ہے جو اہل سنت کے ہاں صحیحین میں سے ایک کتاب ہے یعنی صحیح مسلم۔۔

اب جبکہ ثابت ہو چکا کہ تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسول اکرم کو قتل کرنے کا قبیح اقدام کرنے والے منافقین ابو بکر و عمر و عثمان و طلحہ اور سعد بن ابی وقاص تھے، تو اپنے آخر کلام میں غیر متعصب مسلمانوں سے یہ کہوں گا کہ اگر حق کو ثابت کرنے کے لئے کسی کے بارے میں تحقیق و تنقید کی جائے تو یہ انصاف کے عین مطابق ہے چونکہ صحابہ معصوم نہیں تھے لہٰذا گناہوں سے منزہ و مبرا بھی نہیں تھے۔ وہ ہم جیسے انسان تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انھیں رسول خدا کی صحابیت اور ہمنشینی کا شرف ملا یہ شرف اسی وقت کسی صحابی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے جب تک وہ سیرت رسول اکرم پر قائم رہے اور اگر کوئی صحابی سیرت رسول اکرم چھوڑ کر اپنی سیرت پر عمل کرے اور کرائے، رسول کی بیٹی کے گھر پر حملہ کرے اس کا حق غصب کرے، رسول کے نامزد خلیفہ علی ابن ابی طالبؑ کا حقِ خلافت غصب کرے، امام علیؑ پر سب و شتم

کرے اور کروائے، اصحابِ رسول کو قتل کرے اور سب سے بڑھ کر خود رسول اللہ کو شہید کرنے کے لیے سازش رچے تو یہ شرف اس سے خود بخود ختم ہو جائے گا۔

تبھی ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جو قانون بنایا ہے اس قانون کی روشنی میں کہیں ایسا نظر نہیں آتا کہ خداوند عالم قاتل و مقتول اور ظالم و مظلوم اور مومن و منافق کے ساتھ یکساں طور پر سلوک کرے گا بلکہ جس کا جتنا رتبہ بلند ہے اس کا اسی اعتبار سے حساب لیا جائے گا لہٰذا اگر کسی صحابی نے غلطی کی ہے تو اس کو دوہرا عذاب ملے گا کیوں کہ اس نے پیغمبر اکرم کو دیکھا، پہچانا اور سنا پھر بھی ان کا حکم نہیں مانا بلکہ منافقت کرتے رہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ازواج رسول اکرم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

يَانِسَاءَ النَّبِي مَنْ يَّاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنِةٍ يُضٰاعَفْ لَهٰا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَالِكَ عَلٰى اللهِ يَسِيْراً

ترجمہ: اے ازواج پیغمبر: تم میں سے جس نے بھی کوئی برا اور فاحش کام انجام دیا تو اس کے لئے دگنا عذاب ہے اور یہ کام خدا کے لئے آسان ہے۔

جب امہات المومنین کے لئے قرآن مجید میں ایسا دستور موجود ہے کہ غلطی کرنے کے بعد وہ اللہ سبحانہ کی پکڑ اور گرفت سے باہر نہیں ہیں تو اصحاب رسول اکرم غلطیوں پر غلطیاں کرنے کے بعد کیسے معاف کر دیئے جائیں گے ؟

ذرا سوچیئے۔۔ والسلام، ابوعبداللہ

دفاعِ عقیدہ رجعت، قرآن و احادیث کی روشنی میں

السلام علیکم مومنین و مومنات

آج جس عنوان پر اپنے قلم کو تولنے کی کوشش کروں گا اس پر بد قسمتی سے اُردو زبان میں بہت کم مواد موجود ہے جس کی وجہ سے کافی صاحبان ایمان اس سے ناواقف ہیں یعنی عقیدہ رجعت۔ مومنین کی اس عنوان میں کم علمی کا فائدہ شیعہ مخالف افراد بھرپور اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ یہودیوں سے انہیں میراث میں ملا ہے جو عقل اور قرآن و حدیث کے منافی ہے جبکہ عقیدہ رجعت قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن کی توہین شمار ہوتی ہے انشاء اللہ آگے چل کر قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کیا جائے گا۔

قارئین کرام تحریر یقیناً طولانی ہونے جارہی ہے کیونکہ اس عقیدے پر لکھنے کے لیئے مجھے تحریر کو کچھ حصوں میں تقسیم کر کے اس پر تفصیل سے بحث کرنی ہے تاکہ ذہنِ انسانی کا ہر گوشہ دلیل و برہان کی چھینٹوں سے ہوش میں آکر باآسانی اسے قبول کر سکے۔

جن حصوں میں تحریر کو تقسیم کر رہا ہوں وہ کچھ اس طرح ہے:

1 - عقیدہ رجعت کا تعارف

2 - مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن و فرامینِ معصومینؑ سے استدلال

3 - عقیدہ رجعت پر صراحت

4 - رجعت کرنے والوں کا تعارف

تو قارئین اب اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتا ہوں، المدد یا صاحب الزمان (عج)

1 - عقیدہ رجعت کا تعارف

عقیدہ رجعت مسلمہ شیعہ عقائد میں سے ایک ہے اور لغوی طور پر لفظ رجعت، رج ع اور رجوع سے مشتق ہے جس کے معنی ایک بار لوٹنے اور پلٹنے کے ہیں جبکہ دینی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ کی حجتوں آئمہ معصومین علیہ السلام، خالص

مومنین اور کفار و منافقین کا اسی دنیا کی طرف لوٹنا ہے یعنی یہ لوگ حکمِ خدا سے دوبارہ زندہ ہوں گے اور دنیا کی طرف پلٹائے جائیں گے یعنی یہ قیامت سے پہلے میدان حشر کی ایسی تصویر کو رجعت کہتے ہیں جو اسی دنیا میں واقع ہو گی۔

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ دلاتا ہو آگے بڑھتا ہوں کہ ہم شیعہ رجعت پر یقین و اعتقاد رکھنے کے باوجود رجعت کے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے جبکہ عقیدہ رجعت مذہبِ اہل بیتؑ کی ضروریات و مسلمات میں سے ہے جو احادیث سے ثابت ہے رجعت پر ایمان، ایمانِ کامل اور حقیقی اسلام کی شروط میں سے ہے۔

2 - مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن و فرامینِ معصومین سے استدلال

قارئین کرام، رجعت کے موضوع پر احادیث تواتر کی حد تک ہیں یعنی اگر میں آسان کر کے لکھوں تو علامہ مجلسیؒ نے ہی 160 اسناد رجعت کے موضوع پر بحار الانوار میں جمع کی ہیں جبکہ اجمالی طور پر تقریباً 200 روایات رجعت پر دلالت کرتی ہیں جن کو چالیس سے زائد علماء و محدثین نے 50 سے زائد معتبر کتب میں نقل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی زیارات اور دعاؤں میں بھی رجعت کے عقیدے پر تاکید ہوئی ہے جن میں زیارت جامعہ، زیارت وارثہ، زیارت اربعین، زیارت آل یاسین، زیارت رجبیہ، دعائے وداع اور دعائے عہد شامل ہیں۔

علامہ مجلسیؒ رجعت کے عنوان پر لکھتے ہیں کہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اہل بیت علیہم السلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو لیکن رجعت کے بارے میں متواتر احادیث کو قبول نہ کرے؟ بہت ہی واضح احادیث جن کی تعداد تقریباً دو سو ہے اور تقریباً چالیس موثق راویوں اور علمانے نقل کی ہیں، اور پچاس سے زیادہ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں اگر یہ حدیث متواتر نہیں ہے تو پھر کون سی حدیث متواتر ہو سکتی ہے؟

بحار الانوار، جلد ۵۳، صفحہ ۱۲۲

اب رجعت پر کچھ احادیث بیان کر رہا ہوں تاکہ مومنین کا ایمان مزید تقویت پاسکے۔

امام صادق علیہ السلام رجعت سے متعلق فرماتے ہیں:

خدا کی قسم شب و روز ختم نہیں ہوں گے مگر یہ کہ خداوند عالم مردوں کو زندہ کرے اور زندوں کو موت دے اور حق کو مستحق تک پہنچائے اور اپنے منتخب کردہ دین کو قائم کر کے دنیا پر حاکم کرے۔

میزان الحکمت

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مومنین پلٹ جائیں گے تاکہ عزت پائیں، ان کی آنکھیں روشن ہوں گی اور ظالم لوگ بھی پلٹیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے۔

بحارالانوار، جلد۵۳صفحہ۴۶

اسی طرح مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ رجعت سے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: رجعت حقیقت رکھتی ہے، گذشتہ امت میں بھی تھی، قرآن میں بھی اس کے متعلق بیان ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: جو کچھ گذشتہ امت میں تھا وہ عیناً اور ہو بہو اس امت میں بھی پیش آئے گا۔

عیون الاخبار الرضاؑ ،جلد 2/صفحہ201ح/1

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب قائم آل محمد (عج) کے قیام کا وقت نزدیک ہو گا تو جمادی الثانی اور رجب المرجب کے مہینے میں ایسی شدید بارش ہو گی کہ لوگوں نے اس سے پہلے ایسی بارش نہ دیکھی ہو گی پھر خداوند عالم اسی بارش کے ذریعے مومنین کی ہڈیوں اور گوشت کو قبر کے اندر ہی رشد و نمو دے گا؛ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہینہ کی طرف سے اپنے بالوں کے گرد و غبار کو جھاڑتے ہوئے آرہے ہیں۔

میزان الحکمت، حدیث نمبر 6928

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو لوگ مر چکے ہیں وہ دنیا میں واپس پلٹیں گے تاکہ اپنا انتقام لیں جسے جتنی اذیت پہنچی ہو گی اسی مقدار میں وہ بدلہ لے گا، جس نے جیسی دشمنی کا مشاہدہ کیا ہو گا وہ اسی مقدار میں انتقام لے گا جو قتل ہوا ہو گا وہ اپنے خون کے بدلہ میں قاتل کو خود ہی قتل کرے گا اور اس مقصد کے پورا ہونے کے لیئے اس کے دشمن بھی دنیا میں واپس آئیں گے تاکہ وہ خود خون بھانے کا بدلا دیں اور انہیں قتل کرنے کے بعد 30 مہینے زندہ رہیں گے پھر سارے کے سارے ایک ہی شب میں مر جائیں گے جب کہ ان کے دلوں کو شفا ملی ہو گی اپنے خون کا بدلہ لے کر؛ اور ان کے دشمن جہنم کے سخت عذاب میں ہوں گے۔

مہدیٔ موعود ، جلد 13 ، صفحہ 188

سرداب مقدس میں حضرت امام عصر علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

اے میرے مولا و آقا اگر اپ کے ظہور سے پہلے مر جاؤں تو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے پاکیزہ آباء و اجداد کے وسیلہ سے پروردگار کی بارگاہ میں توسل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد پر رحمتیں نازل فرما اور آپ علیہ السلام کے زمانہ ظہور میں مجھے پلٹا دے آپ علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں رجعت کروں آپ کی اطاعت میں اپنے مقصد کو حاصل کروں اور اپنے سینہ کو آپ کے دشمنوں کی ذلت سے ٹھنڈا کروں۔

مفاتیح الجنان، آداب سرداب مقدس، زیارت دوم صاحب الامرعلیه السلام

فی الحال انہی احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ تحریر مزید طویل ہو جائے گی۔ اور باقی مطالب پر زیادہ بحث نہیں ہو سکے گی تو اب قرآن مجید کو دیکھتے ہیں کہ اس میں رجعت کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مبین میں رجعت کے متعلق آیات

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس سے ہر مسلمان فرقوں پر دلیل ثابت ہوتی ہے جس کا انکار محال ہے اور کفر کا باعث ہے۔ تو آئیں اب قرآن کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں جو سورہ نمل کی آیت 83 ہے جس میں ارشاد خداوندی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسا گروہ محشور (جمع) کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتا تھا۔ پھر اس کو روک کر جماعت بندی کی جائے گی۔

مومنین کرام اس آیت پر غور کریں تو با آسانی معلوم ہو جائے گا کہ اس میں موجود لفظ حشر، قیامت کے دن والے حشر سے یقیناً مختلف ہے کیونکہ کے اگر یہاں قیامت کے دن والا حشر مراد ہوتا تو پھر کچھ گروہوں کی بات نہ ہوتی کیونکہ قیامت کے دن مخصوص گروہ نہیں بلکہ تمام امتوں کو محشور کیا جائے گا جیسے قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً (سورہ کہف ، آیت 47)

ترجمہ: اور ان سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جائے گا اور کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

جبکہ سورہ نمل کی آیت میں ہر امت سے ایک خاص گروہ اور جماعت کو محشور کرنے کی بات کی جاری ہے، ایک اور نکتے پر غور کریں تو مزید واضح ہو جائے کہ اس آیت سے اوپر والی آیت یعنی آیت 82 میں دابۃالارض کا بیان موجود ہیں جس پر

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت سے پہلے ظاہر ہو گا۔یعنی أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ،تو ہم زمین سے چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔تو یہ بات خود باخود ثابت ہو جاتی ہے کہ سورہ نمل کی آیت 83 میں جو محشور ہونے کا تذکرہ ہے وہی رجعت کا دور ہے جس پر شیعوں کا ایمان ہے۔

اب ان آیات کی طرف توجہ دلاؤں جن میں لوگوں کا دوبارہ اسی دنیا میں زندہ ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہل سنت کی جانب سے اعتراض کرتے ہوئے یہ بات کی جاتی ہے کہ کوئی بھی انسان دوبارہ اس دنیا میں زندہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کبھی ہوا ہے ۔تو آئیں قرآن سے پوچھ لیتے ہیں کہ آیا حق پر شیعہ ہیں یا اہل سنت افراد جو قرآن کی نفی کرتے ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیت 259 ملاحظہ فرمائیں:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾

ترجمہ: یا اس بندے کی مثال جس کا گذر ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش وفرش گر چکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر پڑے رہے تو اس نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا نہیں۔ سو سال ذرا اپنے کھانے اور پینے کو تو دیکھو کہ خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے پر نگاہ کرو (کہ سڑ گل گیا ہے) اور ہم اسی طرح تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی تو بیساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔

تو اس آیت سے بھی اہل سنت کا اعتراض باطل ہو تا ہے کہ اس دنیا میں کوئی دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا جبکہ اللہ نے حضرت اب آگے چلتے ہیں

اب سورہ بقرہ کی آیت نمبر 56 بھی ملاحظہ فرمائیں

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر 243 میں ایک اور گروہ کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ خدا نے ان سے کہا: مر جاؤ (پس وہ سب کے سب مر گئے) پھر انہیں زندہ کیا۔ بے شک خدا لوگوں پر بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اسی طرح سے کئی ایک واقعات قرآن میں درج ہیں جن سے اسی دنیا میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا بیان ہے ۔ خاص کر حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ کا پرندوں کو زندہ کرنا، اصحاب کہف کا قصہ اور وغیرہ ۔۔ چلیں اب کچھ تصریحات پیش کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

3 - عقیدہ رجعت پر صراحت

رجعت کے متعلق بہت سی روایات میں رجعت کے بارے میں مندرجہ ذیل مطالب بیان ہوئے ہیں:

رجعت کائنات کے عظیم اور اہم دنوں میں سے ہے کہ اسے قرآن مجید میں ایام اللہ (اللہ کے دنوں) کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایام اللہ" تین دن ہیں قائم علیہ السلام کے قیام کا دن رجعت کا دن اور قیامت کا دن

بحارالانوار، ج۵۳، ص۶۳، حدیث ۳۵

رجعت پر عقیدہ اہل بیت علیہ السلام کے شیعوں کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہم میں سے نہیں وہ جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

بحارالانوار، ج۵۳، ص۹۲، حدیث ۱۰۱

رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ خالص مومنین اور خالص کفار و منافقین کے لئے ہے۔

بحارالانوار ج۳۵،ص۹۳،حدیث۱

سب مومنین اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے حقیقی منتظرین کہ جو ان کے ظہور سے قبل دنیا سے جاچکے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں رجعت اور اس عظیم امام کی نصرت کا امکان موجود ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہوئی ہے کہ جو بھی چالیس صبح تک دعائے عہد پڑھے وہ حضرت امام قائم علیہ السلام کے انصار میں سے ہوگا اور اگر ان کے ظہور سے پہلے مر جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے نکالے گا اور وہ قائم علیہ السلام کی نصرت کرے گا۔

مفاتیح الجنان، دعائے عہد

کفار اور منافقین کبھی بھی اپنی رغبت اور اشتیاق کے ساتھ دنیا کی طرف نہیں پلٹیں گے بلکہ جبراً رجعت کریں گے لیکن مومنین کی رجعت اختیاری ہوگی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب حضرت امام عصر علیہ السلام قیام کریں گے الٰہی نمائندے قبر میں مومنین سے رابطہ کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ اے بندہ خدا تمہارے مولا نے ظہور کیا ہے اگر چاہتے ہو کہ ان کے ساتھ مل جاؤ تو تم آزاد ہو اگر چاہتے ہو کہ برزخ کی الٰہی نعمات میں لطف اٹھاؤ تو بھی آزاد ہو۔

بحارالانوارج۳۵،ص۵۹

4 -رجعت کرنے والوں کا تعارف

روایات کی رو سے انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ، آئمہ معصومین علیہم السلام اور خالص مومنین اور اسی طرح خالص کفار یہ وہ لوگ ہیں کہ جو زمانہ رجعت میں اس دنیا کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ایسی روایات کہ جو عمومی طور پر انبیاء علیہ السلام اور آئمہ معصومین علیہ السلام کے لوٹنے کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں

مثلاً آیت

"انا لننصررسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد"

کی تفسیر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خدا کی قسم یہ آیت رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی آیا تم نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں نصرت نہیں ہوئی اور وہ قتل ہوئے اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی قتل ہوئے لیکن یہ نصرت اور کامیابی رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام ،جلد۵،صفحہ۴۸۳

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب امام حسین علیہ السلام اپنے شہید اصحاب کے ساتھ رجعت کریں گے تو ستر انبیاء بھی ان کے ساتھ رجعت کریں گے جیسا کہ موسیٰؑ بن عمرانؑ کے ہمراہ ستر انبیاء تھے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام، جلد۳۵،صفحہ۲۶

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بلاشبہ حضرت دانیال اور یونس علیہ السلام دونوں امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ رجعت میں دنیا کی طرف پلٹیں گے اور پیغمبر اکرم کی رسالت کا اقرار کریں گے اور ان کے ساتھ ستر افراد بھی اٹھائے جائیں گے۔

بحارالانوارج۳۵،ص۲۶

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یرجع الیکم بینکم وامیرالمومنین والائمة"

امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام تمہاری طرف دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی ،جلد۵صفحہ۷۲۳

جن مومنین ومومنات اپنے سوالات میں پوچھا تھا کہ سب سے پہلے رجعت کرنے والا فرد کون ہے؟ تو اس کا جواب امامِ صادقؑ کی زبانی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "اول من یرجع الی الدنیا الحسینؑ بن علیؑ"

سب سے پہلے فرد کہ جو دنیا کی طرف پلٹیں گے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہیں۔

بحارالانوار،جلد۵،صفحہ۹۰

ایسی روایات کہ جو گذشتہ امتوں اور امت اسلام کے صالح افراد کی رجعت کو بیان کرتی ہیں ان روایات کی روسے گذشتہ امتوں میں سے اصحاب کہف اور مومن آل عمران کی رجعت کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح پیغمبر اکرم اور ئمہ معصومین علیہم السلام کے اصحاب میں سے سلمان فارسی، مقداد، مالک اشتر، ابودجانہ انصاری، مفضل بن عمر، عبداللہ بن شریک عامری، اسماعیل بن جعفر علیہ السلام، حارث، عقیل، جبیر وغیرہ کا نام لیا گیا ہے۔

شیعه والرجعة، جلد١ ،صفحه١٨٥،چشم اندازی به حکومت حضرت مهدی علیه السلام ص٥٩

تو قارئین کرام اسلامی روایات کے پیش نظر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ اعمال صالح انجام دینے والے مومنین کے لئے ہے جو ایمان کے بلند درجہ پر فائز ہیں، اور اسی طرح ان ظالم و سرکش کفار کے لئے ہے جو کفر و ظلم میں غرق ہیں۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ زندگی مومنین کے لئے کمال کے درجات حاصل کرنے کے لئے ہے اور دوسرے گروہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ وہ مخلص مومنین جو معنوی کمال حاصل کرنے میں موانع اور مشکلات سے دوچار ہو گئے تھے اور ان کی معنوی ترقی نامکمل رہ گئی تھی تو حکمت الٰہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے مومنین کو دوبارہ زندگی دی جائے اور وہ کمال کی منزلوں کو مکمل کریں، حق وعدالت کی عالمی حکومت کو دیکھیں، اور اس حکومت میں شریک ہوں کیونکہ ایسی حکومت میں شریک ہونا ہی بہت بڑا افتخار ہے۔

ان کے برخلاف کفار و منافقین اور بڑے بڑے ظالم و جابر روزِ قیامت عذاب کے علاوہ اس دنیا میں بھی سزا بھگتیں گے جیسا کہ گزشتہ سرکش اقوام جیسے قومِ فرعون، قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط اپنے کیفر کردار تک پہنچی ہیں، اور یہ صرف رجعت کی صورت میں ممکن ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

إنَّ الرَّجْعةَ لَيْسَتْ بِعَامَةٍ، وَهِيَ خَاصَّةٍ لَا يَرْجِعُ إلّاَ مَنْ مَحضَ الإيمَانُ مَحْضاً، اٴوْ مَحضَ الشِّرْكِ مَحَضاً

رجعت عام نہیں ہو گی بلکہ خاص ہو گی، رجعت صرف انھیں افراد کے لئے ہے جو خالص مومن یا جو خالص مشرک ہیں"۔

ممکن ہے کہ سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۹۵ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اٴہْلَكْنَاہَا اٴنَّہُمْ لاَیَرْجِعُونَ

<u>ترجمہ: اور جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا ہے اس کے لئے بھی ناممکن ہے کہ قیامت کے دن ہمارے پاس پلٹ کر نہ آئے</u>

کیونکہ نہ لوٹایا جانا انھیں لوگوں کے بارے میں ہے جو اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں، اور اس سے یہ بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جو لوگ اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں ان کو دوبارہ اس دنیا میں لوٹا کر ان کو سزا دی جائے گی۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

دفاعِ امام مہدیؑ پر انجینئر محمد علی مرزا کو جواب

بِسْمِ اللهِ الرَحْمنِ الرَحیمْ

السَّلامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَ عَلَى آلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

جیسا کہ آپ سب سے وعدہ تھا کہ سوشل میڈیا پر جاہلوں کی جانب سے مزید نام نہاد علمی کتابی جہلاء میں شہرت پانے والا ایک اہل سنت محقق انجینئر محمد علی مرزا کہ جس نے اپنی ایک ویڈیو میں رسول خدا (ص) کے بارہویں جانشین حضرت امام مہدیؑ ابن امام حسن عسکریؑ کے بارے میں علمی طریقے کو چھوڑ کر تمسخر اڑانے کے انداز میں اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ معاذ اللہ ایسے امام کا مجھے کیا فائدہ جو گیارہ سو سال سے کسی غار میں چھپا بیٹھا ہے جس سے نہ واٹس ایپ پر بات ہو سکتی ہے نا اسے وائس میسج کر کے کچھ پوچھ سکتے ہیں۔ استغفر اللہ استغفر اللہ

قارئین اگر آپ نے وائرل ہوئی اس ویڈیو کا کلپ دیکھا ہو تو اس میں گستاخ انجینئر جس جملے سے بات کا آغاز کر رہا ہے وہ یہ الفاظ ہیں:

"یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے"

اس کے بعد آگے چل کر اس نے وہ واٹس ایپ والی بکواس کی جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔

یہاں میں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ میں نے پچھلی جتنی تحریریں اس انجینئر مرزا کے جواب میں لکھی تھیں وہاں میں نے اس کا ذکر تھوڑے احترام سے کیا تھا لیکن اب اس نطفہ جہل کا کوئی احترام میری نظر میں باقی نہیں رہا کیونکہ اس نے اب امام مہدی (عج) کا تمسخر اڑا کر اپنی شخصیت کو بدبودار کر لیا اور یقیناً حجت اللہ کا مذاق اڑا کر لعنت اللہ کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔

قارئین میرا اندازِ بیان اب یقیناً جارحانہ ہو گا اور اس خبیث انجینئر کو ایسی ایسی پھکیاں دونگا کہ اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے لیکن یاد رہے کہ یہ ایک غلام مہدی (عج) کی پھکیاں ہونگی جو بالیقین علمی، کتابی اور منطقی ہوں گی۔

تحریر لکھتے ہوئے میں سوچ رہا ہوں کہ اگر میں نے فقط جواب میں امام مھدی (عج) کے وجود کو ثابت کر دیا تو وہ بھی کافی ہو گا لیکن میرا علمی غصہ تب تک ٹھنڈا نہیں ہو گا جب تک اس خبیث کو ایسی پھکی نہ دے دوں جس کی وجہ سے اس نے خدا کی حجت کا مذاق اڑایا یعنی ولایت کی وجہ سے کیونکہ اگر امام مھدی کو یہ زندہ مان لے گا تو پھر اسے ان تمام نام نہاد خلفاء کا انکار

کرنا پڑے گا جنہیں بچانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ اب تک گمراہ ہے۔ یعنی ابو بکر عمر و عثمان کی غضبی خلافت کو!۔۔ پر کیسے ؟؟؟ یہ آگے تحریر میں واضح ہو جائے گا۔۔ انشاءاللہ

تو میں سوچ چکا ہوں کہ انجینئر کے جواب میں ایسی حدیث کو سہارا بناؤں کہ جس سے عقیدہ امامت کا ضروری ہونا، امام کا تعین اللہ کی جانب سے ہونا و امام مہدی (عج) کا حاضر و زندہ ہونا بھی ثابت ہو جائے اور لگے ہاتھوں اس کے نام نہاد صدیق اکبر، فاروق اعظم اور مبینہ غنی پر بھی اس خبیث کو ایسی پھکی مل جائے کہ آئندہ ایسی گفتگو کرتے ہوئے اپنی ماں کی نجاست کا اعلان نہ کرے۔۔

شروع کرتا ہوں۔۔ المدد یا امام زمان (عج)

تو قارئین انجینئر کی وائرل ویڈیو کا آغاز جن الفاظ سے ہوا وہ یہ تھے کہ "یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت، بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے "

ہاں جی جاہل انجینئر یہ کہا تھا تو نے ؟؟ چل بیٹا، ابوعبداللہ کے ہاتھوں اب تیری چھترول کا وقت شروع ہوا چاہتا ہے۔۔

اے نطفہ ء نجس انجینئر تیری اہل سنت کتابوں میں ایک حدیث ہے جسے تیرے امام مسلم سمیت تمام دیگر اہل سنت آئمہ نے صحیح سند سے نقل کیا ہے جن میں امام البانی بھی ہے اور متعصب ترین دشمنِ اہل بیت امام ابن تیمیہ بھی۔

سب سے پہلے وہی حدیث پیش کر رہا ہوں اور جن جن کتابوں میں یہ یا اس جیسی مزید موجود ہیں اسے بھی نقل کر رہا ہوں تا کہ بچ بھاگنے کا راستہ ہی نہ ملے پھر امام مہدی (عج) کا وجود اسی سے ثابت بھی کروں گا اور نام نہاد خلفاء کی غضبی خلافت کا رد بھی۔۔

اہل سنت صحیحین میں سے ایک کتاب صحیح مسلم میں امام مسلم نیشاپوری لکھتے ہیں :

رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

جو بھی مر جائے اس حالت میں کہ اسکی گردن پر امام کی بیعت نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله :صحيح مسلم ، مسلم النيسابوري ، جلد 3 ، صفحه 1478

نوٹ: اہل سنت کے مطابق صحیح مسلم کی ہر حدیث بالکل صحیح السند ہے تو رجالی بحث کی ضرورت ہی نہیں

مسلم کی یہی حدیث ان کتابوں میں بھی درج ہے،

1 -السنن الكبري ، البيهقي ، جلد 8 ، صفحه 156

2 -مجمع الزوائد ، جلد 5 ، صفحه 218

3 -مشكاة المصابيح ، جلد 2 ، صفحه 1088

4 -سلسلة الأحاديث الصحيحة ، جلد 2 ، صفحه 715

چلو اب آگے چلتا ہوں۔۔

كتاب السنة کی جلد 2 کے صفحہ 489 پر امام البانی لکھتے ہیں :

رسول اللہ (ص) نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ مات وليسْ عليه طاعة مات ميتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کسی امام کی اطاعت اسکی گردن پر واجب نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

البانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا:

إسناده حسن، ورجاله ثقات ۔

یعنی اس حدیث کی سند حسن (معتبر) ہے اور اسکے سارے راوی ثقہ و قابل اعتماد ہیں۔

دوسری جگہ پر امام حاکم نیشاپوری پوری لکھتے ہیں :

مَنْ مات وليس عليه إمام جماعة فإن موتته موتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کوئی امام جماعت نہ رکھتا ہو تو اسکی موت، جاہلیت کی موت ہے۔

حواله : المستدرك علي الصحيحين ، جلد 1 ، صفحه 150

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے، اور ذہبی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام ابو داوٗد بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے ارشاد فرمایا :

مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية۔

جو بھی امام کے بغیر مر جائے، وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله: مسند احمد بن حنبل ، جلد 4 ، صفحه 96، مسند ابو داود ، صفحه 252

مسندِ احمد و ابو داوٗد کی یہ حدیث اسی متن کے ساتھ ان اہل سنت کتابوں میں بھی درج ہے۔۔

1 -مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص218

2 -مسند الطيالسي ، الطيالسي ، ص295

3 -الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج7 ، ص49

4 -حلية الأولياء ، ج 3 ، ص22

مشہور دشمنِ اہل بیت ابن تیمیہ ملعون بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حواله : منهاج السنة النبوية [ابن تيمية] جلد 1 ، صفحه 74

اہل سنت کے بزرگ عالم ملا علی قاری نے بھی لکھا:

في صحيح مسلم من مات ولم يعرف إمام زمانه، مات ميتة جاهلية،

کتاب صحیح مسلم میں ذکر ہوا ہے کہ جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله: كتاب الجواهر المضية في طبقات الحنفية، جلد 1، صفحه 510

حوالے جلدی جلدی مکمّل کروں۔۔ کہ اختصار بھی ملحوظ ہے۔

من مات ليس عليه إمام فميتته جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور اسکا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

المعجم الكبير ، الطبراني ، ج 10 ، ص298

المعجم الأوسط ، ج2 ، ص317 و ج4 ، ص232

مسند أبي يعلي، ج6 ، ص251

كتاب السنة ، ابن أبي عاصم ، ج2 ، ص489

مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص224-225۔

اسی مضمون کی ایک روایت صحیح ابن حبان میں بھی ذکر ہوئی ہے:

صحيح ابن حبان ، ج 10 ، با تحقيق شعيب الارنؤوط وهابي ۔ چاپ مؤسسه الرساله بيروت ، ص 343

رسول خدا (ص) نے فرمایا ہے کہ:

من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

تفتازاني ، شرح مقاصد في علم الكلام ، ج 2 ، ص 275

قندوزی حنفی نے کتاب ینابیع المودۃ میں بھی لکھا ہے کہ:

قال رسول الله (ص): من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

قندوزي حنفي ، ينابيع الموده

بس اب صحیح مسلم سے اس سلسلے کی آخری حدیث لکھ کر آگے بڑھتا ہوں۔

کتاب صحیح مسلم میں ایک بہت ہی اہم روایت ذکر ہوئی ہے کہ یہ روایت عمر کے بیٹے عبد اللہ ابن عمر سے، یزید کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔

حدثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بن مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حدثنا أبي حدثنا عَاصِمٌ وهو بن مُحَمَّدِ بن زَيْدٍ عن زَيْدِ بن مُحَمَّدٍ عن نَافِعٍ قال جاء عبد اللَّهِ بن عُمَرَ إلى عبد اللَّهِ بن مُطِيعٍ حين كان من أَمْرِ الْحَرَّةِ ما كان زَمَنَ يَزِيدَ بن مُعَاوِيَةَ فقال اطْرَحُوا لِأَبِي عبد الرحمن وِسَادَةً فقال إني لم آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سمعت رَسُولَ اللَّهِ (ص) يَقُولُهُ سمعت رَسُولَ اللَّهِ (ص) يقول من خَلَعَ يَدًا من طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يوم الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ له وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ في عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ،

جب صحابہ، مہاجرین اور انصار نے یزید کے خلاف واقعہ حرہ میں مدینہ میں قیام کیا تو عبداللہ ابن عمر نے ان سے کہا:

یزید کے خلاف قیام نہ کرو، اسلیے کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: جو بھی امیر کی اطاعت سے خارج ہو تو کل قیامت والے دن وہ شخص بغیر کسی حجت کے محشور ہو گا۔ جو بھی دنیا سے اس حالت میں جائے کہ اسکی گردن پر بیعت نہ ہو تو اس شخص کی موت، جاہلیت کی موت ہو گی۔

صحیح مسلم جلد 6 ، صفحہ 942 ، حدیث 4686

ہاں تو گستاخ انجینئر ملعون یہ اتنے حوالے ایک حدیث کے اس لیے پیش کر دیے کہ تم چاہ کر بھی اس حدیث سے منہ چرا نہ پاؤ۔۔ تو اب بتاؤ کہ اللہ کے رسول جو فرما رہے ہیں کہ اپنے زمانے کے امام یعنی امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر جو مرا وہ جہالت کی نہیں بلکہ جاہلیت کی موت مرا۔

یعنی ان کفار کی موت مرے گا جو اپنی ماں بہن بیٹی کے ساتھ زنا کو جائز سمجھتا ہو، جو بتوں کی پوجا کرتا ہو، بیٹی پیدا ہوتے ہی اسے زندہ دفن کرتا ہو، جو مکمّل ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے، جو شراب نوشی کرے وغیرہ وغیرہ تو کون ہے تمہارا حاضر و ناظر امام؟؟ جس کی معرفت حاصل نہ کی تو ایسی جاہلیت کی موت تم بھی مرو گے، چاہے جتنے علمی کتابی نعرے لگا لو۔۔ چاہے جتنے سجدے کر لو۔۔ خوب روزے رکھ کر رات میں خلافِ شرع تراویح پڑھ لو۔۔؟؟ بتاؤ آج کون ہے تمہارا امام جس کی معرفت تمہیں حاصل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟؟

اگر یہ کہو گے کہ وہ امام تو رسول اللہ ہیں تو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑے گی کیونکہ تمہارے عقیدے کے مطابق تو رسول کی معاذاللہ موت واقع ہو چکی یعنی تم رسول اکرم کو حاضر ناظر اور باحیات نہیں مانتے جبکہ رسول اکرم تو خاتم النبیین ہیں نا کہ حاضر و زندہ امام جس کی پہچان اور اس کی اطاعت یعنی معرفت ضروری ہے۔

تو کون ہے تمہارا زندہ امام؟؟؟ یہ تھا پہلا سوال۔۔

اب دوسری بات۔۔ تمہارا یہ بھی ماننا ہے کہ رسول کے بعد لوگوں کا امام خلیفہ ہوتا ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔۔ صحیح کہا نا۔۔ **تو اب یہ بتاؤ کہ جب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنا حق لینے دربار گئیں تو ابو بکر نے دینے سے انکار کر دیا اور بخاری و مسلم کے مطابق بنتِ رسول ناراض لوٹیں اور تادم شہادت ابو بکر سے بات نہ کی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں تو اب ذرا یہ بھی بتا دو کہ اگر کوئی اپنے زمانے کے امام کہ جس کی معرفت اتنی اہم ہو کہ اگر اطاعت نہ کی جائے تو انسان جاہلیت کی موت مرتا ہے کجا یہ کہ انسان اس امام سے ناراض ہو کر دنیا سے چلا جائے تو تمہارے نبی کریم کی لختِ جگر اور جنت کی عورتوں کی سردار یعنی فاطمہ بنت محمد (س) کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟؟**

اگر یہ کہو گے کہ فاطمہ حق پر تھیں تو یہ خود با خود ثابت ہو جائے گا کہ ابو بکر اس وقت کا نہ ہی امام تھا اور نہ خلیفہ ورنہ جنابِ زہرا (س) اپنے والد محترم کی بیان کی گئی حدیث کی مخالفت نہیں کر سکتی تھیں اور ایسے ناراض دنیا سے نہیں جاتیں کہ ابو بکر و عمر کو اپنے جنازے تک میں نہ آنے کی وصیت فرمادی کیونکہ امامِ زمان کی معرفت حاصل کرنا اتنا اہم کام تھا کہ اگر یہ کوئی نہ کرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہو گی۔۔

تو دوسرا سوال یہ بنا اس معرفتِ امام کی حدیث کی روشنی میں تمہارا جنابِ زہرا (س) اور ابو بکر کو لے کر کیا عقیدہ ہے وہ واضح کرو؟؟؟

اب تیسری بات اور وہ یہ کہ رسول ﷺ نے خود فرمادیا جو زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا تو جاہلیت کی موت مرا یعنی انسان کو دورِ جاہلیت کی تاریکی سے نکالنے کے لیے اللہ خود زمین پر اپنا نائب یعنی رسول کو مبعوث فرماتا ہے تو اگر رسول کہہ دیں کہ جاہلیت کی موت مرا اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ آج بھی جو امام ہونا چاہیے وہ بھی خدا کی جانب سے ہونا چاہیے جس کی معرفت انسان کو جاہلیت کی موت سے بچا سکے۔۔

تو ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں خدا کی جانب سے امام کا تقرر ہونا ضروری ہے یعنی کوئی ایسا زمانہ نہیں جس میں دنیا حجتِ خدا یعنی اس کے نامزد امام سے خالی ہو ورنہ تمہاری کتابوں سے پیش کی گئی حدیث معاذاللہ غلط ثابت ہو جائے گی کہ امامِ وقت کی اطاعت تو واجب ہے لیکن امامِ وقت زندہ نہیں؟؟؟

تو الحمدللہ ہم شیعوں کے حاضر امام۔۔ امام المہدی (عج) ہیں جو زندہ اور موجود ہیں، جن کی اطاعت ہر انسان پر واجب ہے۔
اب تم بتاؤ اے جاہل انجینئر کے تمہارا موجودہ امام کون ہے جو تمہیں آج جاہلیت کی موت مرنے سے بچائے گا؟؟

یہ تم نے ہی کہا تھا نا کہ ولایت یعنی امامت بنیادی عقیدہ نہیں جبکہ فقط تمہاری ایک حدیث سے میں نے عقیدہ امامت و ولایت کو بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ آج کے موجود و زندہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے اور واحد مکتبِ تشیع ہے جو نصِ رسول سے امام مھدی کو امامِ زمانہ مانتا ہے اور فقط شیعہ ہی ہیں جو جاہلیت کی موت سے نہیں مرتے۔۔ اب تمہارا اگر کوئی امام نہیں تو تم کو تمہاری ہی صحیح السند حدیث کی روشنی میں جاہلیت کی موت ابھی سے مبارک ہو۔

تحریر کے اختتام پر ایک دو انجیکشن اور بھی لگاتا چلوں اور تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کروں کہ موجودہ امام، امام مھدی ابن حسن عسکری علیہم السلام ہیں۔

اہل سنت امام سبط ابن جوزی جن کا سن وفات 654 ہجری ہے اپنی تذکرة خواصّ الامّة في خصائص الائمّة کی فصل في ذكر الحجّة المهدي میں ایسے لکھتے ہیں :

هو محمّد بن الحسن بن علي بن ۔ ۔ ۔ علي بن ابي طالب عليه (وعليهم) السّلام و كنيته ابو عبد اللّٰه و ابو القاسم و هو الخلف الحجّة صاحب الزّمان ، القائم و المنتظَر و التّالي و هو آخر الائمّة

امام جوزی نے ابتداء میں پہلے بارہ آئمہ کے نام ترتیب سے ذکر کیے ہیں اور اسکے بعد امام مہدی کی کنیت اور القاب کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ آخری امام ہیں۔ پھر اس حدیث کو اسکی سند کے ساتھ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا:

يخرج في آخر الزّمان رجل من ولدي اسمه كاسمي و كنيته ككنيتي يملأ الارض عدلاً كما ملئت جوراً فذالك هو المهدي

آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج (ظہور) کرے گا کہ وہ میرا ہمنام اور ہم کنیت ہو گا، وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری جا چکی ہو گی اور وہ وہی مہدی ہے۔

اور اس نے اس حدیث کو مشہور کہا ہے، پھر مزید چند روایات کو نقل کیا ہے اور حضرت مہدی کی طولانی عمر کے ممکن ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ میں چند طولانی عمر والے افراد کو ذکر کیا ہے اور آئمہ کی مدح میں شعر کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

قلت: و من شروط الامام ان يكون معصوماً لئلاّ يقع في الخطأ و لانّهم حجج اللّٰه علي عباده و من شرط الحجّة العصمه من كلّ وصمه ۔ انتهي ذكر الائمّة ۔

یعنی امام کی شرائط میں سے ہے کہ وہ معصوم ہو تا کہ اس سے خطا سرزد نہ ہو اور یہ کہ وہ (آئمہ) خداوند کی طرف سے بندوں پر حجت ہیں اور حجت ہونے کی شرط، ہر عیب سے محفوظ ہونا ہے۔

اب ایک اور انجیکشن۔۔

امام شافعی نے بھی اپنی کتاب مطالب السّؤول في مناقب آل الرّسول میں بارہ آئمہ کے بارے میں مناقب کو ذکر کیا ہے اور باب 12 میں بارویں امام کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

الباب الثاني عشر في ابي القاسم محمّد بن الحسن الخالص بن علي المتوكّل ابن القانع ابن عليّ الرّضا ابن موسي الكاظم ابن جعفر الصّادق ابن محمّد الباقر ابن علي زين العابدين ابن الحسين الزّكي ابن عليّ المرتضي اميرالمؤمنين ابن ابي طالب ، المهدي ، الحجّة ، الخلف الصّالح ، المنتظَر (ع) و رحمة اللّه و بركاته،

پھر لکھتا ہے: امّا نسبه اباً و امّاً فابوه الحسن الخالص ابن ۔ ۔ ۔ و امّه امّ ولد تسمّي صقيل (صحیح صیقل ہے) و قيل حكيمه (حكيمه خاتون) و قيل غير ذلك ، و امّا اسمه فمحمّد و كنيته ابو القاسم و لقبه الحجّة و الخلف الصّالح و قيل المنتظَر،

یعنی حضرت مہدی کے والد گرامی امام حسن عسکری اور والدہ محترمہ صیقل ہیں اور اسکا نام محمد اور کنیت ابو القاسم اور لقب حجت اور خلف صالح تھا اور منتظر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر بعض روایات کو ابو داود اور ترمذی سے نقل کرتا ہے اور صحیحین میں نقل شدہ حدیث :»كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم «

اور بعض روایات کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مہدیؑ رسول خدا ﷺ کے اہل بیتؑ اور اولاد حضرت فاطمہؑ میں سے ہیں کہ جو رسول خدا ﷺ کے ہمنام ہیں اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور وہ عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں اور سردار جنت ہیں۔

حواله : سبط بن الجوزي الحنفي، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلي بن عبد الله البغدادي (متوفي654هـ)، تذكرة الخواص، صفحه 204

اہل سنت کے معروف مفسر قرآن امام فخر الدین رازی نے امام عسکری علیہ السلام اور انکی اولاد کے بارے میں لکھا:

أما الحسن العسكري الإمام (ع) فله إبنان وبنتان ، أما الإبنان فأحدهما صاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف ، والثاني موسي درج في حياة أبيه وأم البنتان ففاطمة درجت في حياة أبيها ، وأم موسي درجت أيضاً۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، ان حضرت کے بیٹوں میں سے ایک صاحب الزمان عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہیں اور دوسرا بیٹا موسی ہے کہ جو امام عسکری کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اسی طرح ان امام کی بیٹیاں اور موسی کی والدہ، امام عسکری کی زندگی میں ہی دنیا سے چلے گئے تھے۔

حواله : الرازي الشافعي، فخر الدين محمد بن عمر التميمي (متوفي604هـ)، الشجرة المباركة في أنساب الطالبية، صفحه 78 . 79

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں کہ جسکو اس نے شیعوں کے خلاف لکھا ہے، اس نے اعتراف کیا ہے کہ امام عسکری کا ایک بیٹا تھا کہ جسکا نام **ابو القاسم الحجة** تھا:

ولم يخلف غير ولده أبي القاسم محمد الحجة ، وعمره عند وفاة أبيه خمس سنين ، لكن أتاه الله فيها الحكمة ، ويسمي القائم المنتظر ....

امام عسکری علیہ السلام کا ابو القاسم م ح م د حجت کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں تھا، ان حضرت کی وفات کے وقت اس بیٹے کی عمر پانچ سال تھی، لیکن اسکے باوجود بھی خداوند نے اسکو حکمت سیکھائی تھی اور اسکا نام قائم منتظر رکھا گیا تھا۔

حواله : الهيثمي، ابو العباس أحمد بن محمد بن علي ابن حجر (متوفي973هـ)، الصواعق المحرقة، جلد 2، صفحه 601

اگر لکھتا گیا تو پوری ایک کتاب تشکیل پا جائے گی تو تحریر کو یہیں روک کر خبیث الصفت انجینئر سے ایک بار پھر جواب طلب کرتا ہوں کہ بتاؤ اے سقیفائی جاہل کہ آج کے دور میں تمہارا وہ زندہ امام کون ہے جس کی اگر تم نے معرفت حاصل نہ کی تو کنفرم جاہلیت کی موت بالیقین مروگے؟؟

والسلام۔۔ کیجیے ظہور یا امام (عج)

احقر، ابوعبداللہ

سہوِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حقیقی شیعہ نظریات

السلام علیکم۔۔

ان تمام مومنین و مومنات پر میرا خصوصی سلام جنہوں نے ایک نام نہاد خود ساختہ محقق کی مبینہ ذاتیات کے الزام کے ساتھ مجھے ہی ذاتیات کا نشانہ بنانے میں دیر نہیں کی۔۔

خیر مجھے اپنی قطعاً کوئی پرواہ نہیں اور جس انداز سے میں نے اصدق نامی فیس بک محقق پر لکھا تھا اسی پر قائم ہوں اور آگے بھی رہوں گا کیونکہ میں کوئی بھی لفظ بنا سوچے سمجھے نہیں لکھتا جبکہ میری ان صاحب سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہے، بالآخر ہیں تو یہ بھی ایک نادان مومن ہی تو مجھے اپنا شرعی وظیفہ بہت اچھے سے معلوم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں نے جن سخت الفاظ میں مگر حدِ ادب کے اندر بنا کسی گالی گلوچ کے جو اسٹیٹس اپڈیٹ کیا تھا آخر اس کی وجہ کیا تھی؟

وجہ یہ ہے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ عام مومنین و مومنات نہیں جانتے اور ایسے خود ساختہ افراد، محقق کا خول پہن کر جو گھناؤنے کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں اس کے پس پردہ کیا عوامل ہیں ان سے عام افراد واقف نہیں، تو مجھ پر ذاتیات کا الزام لگا کر تنقید کا نشانہ بنانا نیچرل سی بات ہے۔ جس پر مجھے بالکل تعجب نہیں۔۔

مومنین و مومنات توجہ فرمائیں کہ ان صاحب نے ایک بار پھر سے تشیع پر اپنی ناقص تحقیق کے نشے میں ان مباحث کو عمومی پلیٹ فارم پر موردِ بحث بنایا جو کہ خاص علمِ کلام کی بحث ہے جس سے عام عوام کا واسطہ نہیں پڑتا اور حالیہ تناظر میں جبکہ عصمتِ انبیاء پر کبھی جواد نقوی جیسے افراد حملہ آور ہیں تو کبھی خاتون جنت جنابِ زہرا (س) کو ایک خبیث معاذ اللہ خطاکار کہہ رہا ہے۔ اور تو اور خود یہ موصوف بنات النبی کے موضوع پر اہل سنت کو تقویت دیتے نظر آتے ہیں تو کبھی درِ سیدہ (س) پر حملے والی روایات کو ضعف کی تسبیح میں پرو کر اغیار کو ذکر کا موقع دیتے ہیں۔

یعنی اندرونی و بیرونی محاذ پر دونوں جانب سے مکتبِ تشیع پر حملے کیے جا رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طور پر بنیادی شیعہ عقائد کو مشکوک بنایا جائے۔ اسی اثنا میں ان موصوف کو ایسی کیا مجبوری لاحق ہو گئی اور کیا ضرورت پڑی کہ سہوِ نبی (ص) جیسے حساس موضوع کو چھیڑیں اور اسے عوامی پلیٹ فارم پر ایسے اسمارٹ انداز میں پیش کریں کہ کوئی عام مومن اس کی پکڑائی بھی نہ کر سکے اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جائے۔۔

میرا سوال ہے تمام احباب سے، مجھے یہ بتائیں کہ کیا یہ مباحث عام عوام میں کرنا درست ہے جس کے دقیق ترین مطالب ہوں۔۔ یہاں تک کہ لفظ سہو پر ہی علمائے کلام میں طویل ترین علمی مباحث چلتی ہوں اور یہ صاحب ایک دو جگہ سے یہ پڑھ کر کہ سہو نبی (معاذاللہ) پر شیخ صدوق (رح) نے اسے مانا ہے جبکہ ان صاحب کو یہ کیسے پتا کہ جس سہو کو شیخ صدوق نے مانا ہے وہ وہی سہو ہے جو آج کل کا عام انسان سمجھتا ہے۔۔؟؟

آن لائن علم الرجال کھول کر اس کی اسناد دیکھ کر فیصلہ کر لینا کہ اور منہ اٹھا کر اپنی ناقصِ علمی کو لفظوں کی چادر چڑھا کر فیس بُک پر تحقیق کے نام سے ڈال دینا کہاں کی عقلمندی ہے اور کہاں کی علمی خدمت ہے؟؟؟

آپ تمام احباب میرے اس دعوے کو ضرور قبول کریں گے کہ میں خود سے کوئی تحریر نہیں لکھتا جب بھی لکھتا ہوں جوابی تحریر لکھتا ہوں تا کہ دفاع کو مضبوط بنایا جا سکے۔۔ مجھے ایسے بچکانہ کام کر کے شہرت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں جو یہ صاحب بہت پہلے سے کرتے آ رہے ہیں۔

دراصل ایسے افراد عربی متن کو لکھ کر اور ایک دو اسناد پیش کر کے ان موضوعات کو چھیڑتے ہیں تا کہ دیگر مسالک کو بولنے کا موقع ملے۔ اگر انہیں اتنا ہی علمی درد ہے تو یہ بزرگ ترین مراجع عظام کے نظریات کھل کر کیوں پیش نہیں کرتے؟؟؟ بس بچنے کے لیے بیچ کا راستہ لے کر فقط یہ اشارہ دے کر اپنی فسادی تحقیق کو پیش کر دیتے ہیں کہ "ہاں اس پر کچھ علماء کا یہ بھی ماننا ہے" جبکہ دوسری جانب تفصیل سے سہو نبوی پر موجود احادیث کو پیش کر رہے ہیں اور نوم کو سہو میں لپیٹ کر کہتے ہیں کہ نوم النبی پر سب متفق ہیں یعنی سہو تک جانے کا راستہ ہموار کیا جا رہا۔۔ تو اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے ان کا مذموم ارادہ کیا ہے؟؟

اصل میں یہ کو دک محققین کسی اور ایجنڈے پر کار فرما ہیں یا پھر اتنی حکمت ہی نہیں رکھتے کہ انہیں پتا ہو کہ کس موضوع کو عوام میں ڈسکس کیا جائے اور کس کو نہیں۔۔ کس سے مخالف کو فائدہ پہنچ سکتا اور کس سے تشیع کو نقصان۔۔

سہو النبی ایک ایسا موضوع ہے جس پر عام علماء بھی بحث نہیں کرتے بلکہ وہ علماء اس موضوع پر دقت کرتے ہیں جو علمِ کلام میں ماسٹر ہوتے ہیں۔

تو اب کیا وہ تمام احباب مجھے جواب دیں گے کہ ایسے موضوعات سے کون سی علمی خدمت ہو رہی ہے اور عام عوام کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟؟؟

چلیں جی بہت سمجھا دیا۔۔ جو سمجھنا چاہے وہ سمجھ لے گا اب اصدق صاحب کے پھیلائے کھٹے راستے کو میں صاف کرنا شروع کروں تا کہ عصمت معصوم کا دفاع ہو سکے اور ان جیسو کو لگام بھی ڈالی جا سکے جو ایسی حرکات سے تشیع مخالف قوتوں کو مضبوط کر رہے ہیں چاہے دانستہ ہو یا غیر دانستہ۔۔۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔ لبیک یا رسول اللہ (س)

مومنین و مومنات اشاعرہ اور معتزلہ دو دھڑے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے لیے گناہ صغیرہ کو سہواً جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ میں بھی سہوِ نبی ﷺ کے قائل ہیں اور اس سہو سے مراد امورِ شرعی کی تطبیق میں خطا ہو، جیسے نماز کی رکعات میں بھول جانا یا امورِ شخصی و مادی میں خطا ہو جیسے رسول ﷺ کسی کا قرضہ لوٹانے میں بھول جائیں، وغیرہ

اشاعرہ اور معتزلہ سہو کی ان دونوں اقسام کو پیغمبر ﷺ کے لیے جائز سمجھتے ہیں جب کہ شیعہ امامیہ کا جمہور اتفاق ہے کہ اللہ کا نبی اور ولی سہو نہیں کر سکتا۔

شیخ بہائی کو جب کسی نے کہا کہ شیخ صدوق سہو نبی ﷺ کے قائل ہیں تو انہوں نے خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا:

سهوه فی سهو النبی

یعنی شیخ صدوق نے سہو نبی والے مسئلے میں خود سہو کیا ہے۔

حوالہ : الهیات، جلد ۲، صفحه ۱۸۰

خیر علماءِ شیعہ کی واضح اکثریت جن میں شیخ مفید، شیخ طوسی، محقق حلی، علامہ حلی، خواجہ نصیر الدین طوسی، شہید اول، فاضل مقداد، شیخ حر عاملی، علامہ مجلسی اور حاضر علمائے تشیع سھو نبی کو جائز نہیں سمجھتے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کا نبی پر اعتماد باقی نہیں رہے گا اور لوگوں کے درمیان نبی کے بارے نفرت پیدا ہو جائے گی اور نبی کا کردار و گفتار قابل عمل نہیں ہو گا۔

اب ہمیں اصدق صاحب ذرا یہ بتائیں کہ وہ اشاعرہ سے تعلق رکھتے ہیں یا معتزلی نظریات کے حامل ہیں؟؟؟ جنہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس عنوان کو عوام میں چھیڑا جائے؟؟؟

ایک بات اچھی ہے کہ اصدق صاحب نے وہ روایت بھی نقل کر دی جو عدم سہو النبی پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ تو میں اب یہاں تفصیل سے بیان کر کے اس موضوع کو سمیٹتا ہوں۔

پہلے ایک بات اور واضح کر دوں کہ اگر کوئی شخص خود کو محقق شمار کرتے ہوئے کچھ لکھے تو اسے پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ وہ کن نظریات کو بیان کر رہا ہے اور اس کے بیان کرنے سے کس کو فائدہ پہنچے گا۔

کیا علی اصدق موصوف نے صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی کی کتاب تکملۃُ الوسائل کے جس کا پورا نام الفصول المهمة فی اصول الائمة میں بیان کی گئی حدیثِ معصوم نہیں پڑھی جس میں حر عاملی اصول بیان کرتے ہوئے معصوم کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں :

اس مضمون (روایت عامہ کے خلاف عمل کرنے کے حوالے سے) روایات متواتر ہیں جس کو ہم نے وسائل الشیعہ میں نقل کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک روایت میں امام صادق نے دو مختلفُ المضمون احادیث کے بارے میں فرمایا:

یہ دیکھو کہ اہل سنت روایات کے موافق کون سی ہیں جو انکی روایات کے مطابق ہوں انہیں قبول کر لو اور جو انکے مخالف ہوں انہیں لے لو۔

حوالہ : الفصول المهمة فی اصول الائمة، صفحه ۵۷۷

تو یہ اصول معصومؑ نے دے دیا کہ ہم ان احادیث کو قبول کریں گے جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہوں اور سہو ونسیان و نوم کی قبیح روایات جو شانِ رسالت میں قطعی گستاخی ہیں وہ سب کی سب اہل سنت مصادر کی ہیں۔ تو اصدق صاحب اگر کسی مضمون کے خلاف اہل سنت روایات ہوں تو اس کے برعکس روایات کو شیعہ قبول کریں گے ناکہ اس مضمون کی موافق روایات کو فیس بک پر کھول کھول کر بیان کرنا شروع کر دیں۔۔۔

کیا اب بھی یہ لکھنا توہین شمار ہو گا کہ آپ کی عقل کو چنونے کاٹنا شروع ہو چکے ہیں جو یہ سب کام کر رہے ہیں؟؟

کیا آپ کو اندازہ نہیں کہ اس کام سے عصمتِ نبی پر ضرب کاری ہو گی اور اہل سنت کے باطل نظریات کو تقویت ملے گی؟؟ جبکہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کس قدر گستاخانہ مواد اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے جس میں شروعات اسی سہو کو لے کر ہوتی ہے۔۔؟؟؟

کیا آپ کی نظر سے سورہ نجم کی یہ آیات مبارکہ نہیں گزریں جس میں اللہ ارشاد فرمارہا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾

قسم ہے ستارہ کی جب وہ ٹوٹا، تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے، اسے نہایت طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔

تو جب قرآن نے اصول دے دیا کہ قول و فعلِ رسول فقط اور فقط وحی الہی ہے جس میں بھول چوک جیسے افعال پیغمبر سے صادر ہی نہیں ہوسکتے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ فیس بُک جیسے عوامی پلیٹ فارم پر اس موضوع کو موردِ بحث لائیں اور کھل کھل کر بتائیں کہ مکتبِ تشیع کے ایک بڑے عالم شیخ صدوق نے اس پر کیا نظریہ اپنایا ہے اور ان کے استاد نے کیا؟؟؟؟

خیر اب آگے چلتا ہوں۔۔

مومنین و مومنات، جو روایات ان صاحب بنام اصدق نقوی نے بیان کی ہیں اس پر علمائے تشیع کی آراء ذرا کھل کر پیش کر دوں۔

شیخ مفید (رح) لکھتے ہیں :

سہو النبی کے بارے میں موجود روایات خبر واحد ہیں اور گمان آور ہیں اور شرعی حوالے سے معتبر نہیں ہیں۔

حواله : شيخ مفيد، عدم سهوالنبی، صفحه ۲۱

شیخ مفید مزید فرماتے ہیں :

ان روایات کے متن میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے اعتبار پر سوال اٹھایا ہے۔

حواله : شيخ مفيد، عدم سهوالنبی، صفحه ۲۲

علامہ حلی (رح) اپنی اس عظیم الشان کتاب جو عقائد پر آج بھی حوزہ علمیہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد میں برملا لکھتے ہیں :

اگر سہو النبی ممکن ہو تو یہ خطا نبوت تک پہنچ سکتی ہے!

حواله : علامه حلی، کشف‌المراد، صفحه ۴۷۲

اب علامہ حلی کا دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں

علامہ حلی اپنی فقہی کتاب منتہی المطلب میں سہو النبی کے بارے میں موجود روایات کو یہ کہہ کر باطل سمجھتے ہیں کہ سہو النبی عقلی اعتبار سے محال ہے۔

حواله: علامه حلی، منتهی المطلب، جلد ۷، صفحه ۷۸

شہید اول (رح) نے بھی اپنی کتاب "ذکریٰ" میں سہو النبی کے متعلق روایات پر اشکال کیا ہے۔

حوالہ : شہید اول، ذکری، جلد ۴، صفحہ ۱۰

اب جہاں اصدق نقوی نے شمس العلماء آیت اللہ العظمی سید خوئی مرحوم کا قول نقل کیا وہاں بھی کھل کر بیان نہ کر سکے۔۔ لیجیے سید خوئی (رح) کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں جو وہ روایتِ سہو نقل کر کے فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات (سہو کے حوالے سے) اس قابل نہیں کہ ان پر ایمان لایا جائے، اگرچہ ان کی اسانید صحیح بھی ہوں کیونکہ یہ اصول مذہب کے خلاف ہے اور یہ روایات زرارہ کی موثق روایت کے متعارض بھی ہیں جو عدم سجدہ سھو پر دال ہیں چنانچہ زرارہ نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ کیا نبی (ص) نے سجدہ سھو کو انجام دیا (یعنی کیا نماز میں سھو ہوا جسکی وجہ سے سجدہ سھو کیا) جس پر امام باقرؑ نے کہا۔۔۔نہ رسول اللہ نے کیا اور نہ ہی فقیہ (یعنی آئمہ علیہم السلام) نے۔ لہذا یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم ان تمام روایت کی تقیہ پر تاویل کریں یا ایسی روایت کو دیوار پر دے ماریں۔

حوالہ: کتاب الصلاۃ، جلد ۶، صفحہ ۳۲۹

جن روایات کو سید خوئی دیوار پر دے مارنے کی نصیحت کر رہے ہیں انہی روایات کو آپ کھول کھول کر فیس بک پر کیوں پیش کر رہے ہیں؟؟ آخر ایسی کیا مجبوری لاحق ہو گئی؟؟ جواب؟؟

لیجیے یہ بھی دیکھیں کہ آیت اللہ العظمی صادق روحانی کیا کہتے ہیں اور آپ کیا کر رہے ہیں:

(روایت سہو نقل کر کے فرماتے ہیں) اور یہ روایت اصول مذہبِ تشیع کے خلاف ہیں۔

حوالہ: فقه الصادق، جلد ۶، صفحه ۳۴

یعنی جو روایات مذہب تشیع کے خلاف ہیں۔۔ ایسی کیا مجبوری پیش آ گئی کہ اسے فیس بک پر ڈالا جائے؟؟

آیت اللہ العظمی جواد تبریزی کا یہ تبصرہ آپ کی نظر سے گزرا تھا یا نہیں؟؟

(سہوِ نبی والی روایات کے بارے میں) ہم نے اپنی کتاب الصلاۃ، باب مبحث اوقات الصلوۃ میں ان روایات کے بارے میں بحث کی ہے اور ہم نے کہا تھا کہ ان روایتوں کا مضمون ہی اس بات پر دال ہے کہ یہ روایات تقیہ میں کہیں گئیں اور اہلسنت روایات کے موافق ہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ صحیح بات اس حوالے سے یہی ہے کہ ہمارے مشہور علمائے ابرار نے نبی اور آئمہ کے حوالے سے امکانِ سہو کی نفی کی ہے۔

حوالہ: الانوار الهية في مسائل العقائدية، باب نفي سهو عن النبي

اصدق صاحب نے اپنی پوری کوشش کے بعد جو لیکن لگا کر نتیجہ نکالا جو اس طرح ہے:

"لیکن سہو نبی کے انکار کے ساتھ ہی علماء وفقہاء نے نوم نبی ص کا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم اقوال نقل کر چکے ہیں مشائخ کے، اور انہوں نے اس کو عصمت کے منافی نہیں پایا بلکہ ان روایات کو قبول کیا ہے"

اس پر میں یہی لکھ سکتا ہوں کہ تمام انبیاء اور بالخصوص سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ(ص) قرآنی آیات کی روشنی میں حصولِ وحی، حفاظت وابلاغِ وحی اور علم و عمل کے تمام مراتب میں معصوم ہیں اور قطعی طور پر عمداً، سہواً یا نیند کی حالت میں ہر قسم کی خطا سے پاک ہیں۔۔

اگر ان موضوعات پر گفتگو کرنی بھی ہے تو عوامی پلیٹ فارم پر بالکل نہ کریں بلکہ ایسے افراد کو مخصوص کریں جو کلامی مباحث کی سمجھ رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم، ابوعبداللہ

تشہدِ نماز میں شہادتِ ثالثہ کا مسئلہ اور معصومینؑ کا حکم

السلام علیکم، یا علیؑ مدد

اپنی تحریر کا آغاز قرآن کریم کی ایک آیت اور فقط دو احادیث سے کروں گا کہ جہاں رب الامام المتقین ارشاد فرماتا ہے

وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ(سورہ انعام، آیت119)

اور بہت سے لوگ تو اپنی خواہشات کی بنا پر لوگوں کو بغیر جانے بوجھے گمراہ کرتے ہیں۔ اور تمہارا پروردگار ان زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے!

اور امام الانبیاء حضرت رسول خدا (ص) ارشاد فرماتے ہیں:

اے علیؑ۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام مخلوق میں سے مجھے پسند فرمایا، اگر کوئی بندہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہے خدا اُس کی بندگی کو قبول نہیں کرے گا جب تک تمہاری ولایت و امامت کا اقرار نہ کرتا ہو اور تمہارے بعد تمہاری اولاد میں آئمہ اطہارؑ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کیا ہو اور صرف تمہاری امامت کے اقرار کو بھی خدا قبول نہیں کرے گا جب تک تمہارے اور تمہاری اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کے دشمنوں سے برات کا اظہار نہیں کرے گا۔

ابن طاؤسؒ کتاب الیقین ، صفحہ 56

اب ایک آخری حدیث پھر تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں

مشکل کشائے کائنات مولائے کُل امام علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں

هلک فی رجلان محب غالی و مبغض قال ۔۔

یعنی میرے بارے میں دو قسم کے افراد ہلاک ہوئے، ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔۔۔

تو مومنین و مومنات آج کل کچھ نادان افراد یا یوں کہوں کہ استعماری ٹولے کی جانب سے ایک ٹرم "شہادت ثالثہ "یعنی نماز کے تشہد میں تیسری گوائی مطلب علیاولی اللہ کی تکرار کرنے پر بہت شور مچایا کر نماز جیسی عظیم عبادت کو معصوم عوام میں مشکوک بنا کر اور دشمنان اہل بیتؑ کو مسرور کرنے کی گھناؤنی سازش کی جاری ہے۔

دراصل اس بے بنیاد فتنہ کا اصل مقصد ولایتِ علیؑ کے نعرے کی آڑ میں تشیع میں موجود نظامِ مرجعیت یعنی اجتہاد و تقلید کو نقصان پہنچا کر شیعیت کی اس عظیم قوت کو کمزور کرنا ہے۔ کیونکہ کہ کوئی بھی شیعہ جو بھلے ہی زیادہ دین دار نہ ہو پر عشقِ علیؑ سے سرشار ضرور ہوتا ہے اور ولایت علیؑ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ بھی رہتا ہے۔ تو اب استعمار نے دیکھ لیا کہ شیعوں کو قتل کرنے، بم دھماکے جیسے اقدامات سے نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا تو ان لوگوں نے اپنی اسٹریٹیجی بدلی اور ایک ساتھ عقائدِ تشیع اور نظامِ مرجعیت پر حملے شروع کیے تاکہ شیعیانِ علیؑ کو اندر سے کھوکھلا کر کے دوسرے مسالک کی طرح چھوڑ دیا جائے۔

ان استعماری قوتوں نے وہی چال چلی جو اِن کے نجس اجداد چودہ سو سال پہلے کھیل چکے تھے یعنی صفین کے مقام پر نیزوں پر قرآن کو بلند کر کے معصوم افراد کو گمراہ کرنا کہ علیؑ ایسے افراد سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو ڈھال بنایا ہوا ہے۔ تو مومنین کرام۔۔ امام نے اُس وقت اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر ایک عظیم الشان جملہ کہا تھا جو تاقیامت ایک عظیم اصول بن کر افقِ انسانیت پر جگمگاتا رہے گا اور حق و باطل میں فرق کرواتا رہے گا۔۔

جب امامؑ نے دیکھا کہ ان کا لشکری نیزوں پر قرآن بلند ہوتے ہی انتشار کا شکار ہو رہے ہیں تو بلاغت کی نہج لسان اللہ نے حرکت کی اور فرمایا

كلمة حق يراد بها باطل

یعنی ان کا کلمہ و نعرہ تو حق ہے پر ان کا ارادہ باطل ہے!

تو ایسے امیر المومنینؑ نے تاقیامت اپنے چاہنے والوں کو یہ اصول دے دیا کہ فقط حق کے نعروں سے گمراہ نہ ہونا، ہمیشہ مخالف کے ارادے پر نظر رکھنا۔ اور اپنے امام یعنی ناطقِ قرآن کی اطاعت میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔

یہی سب آج بھی ہو رہا ہے۔۔ ولایتِ علیؑ کے نعرے کو استعمال کرتے ہوئے معصوم مومنین کو سازش کا نشانہ بنا کر حقیقی معارف سے دور کیا جا رہا ہے۔ بات کتنی اچھی ہے کہ نماز میں علیؑ کا نام لیا جائے لیکن اس کے پیچھے جو سازش ہے اس سے عام عوام ناواقف ہے۔

جیسا کہ میں نے اپنی اس سلسلے کی پہلی تحریر میں یہ لکھا تھا کہ نماز کے تشہد میں علیاولی اللہ کہنا ایک فروعی مسئلہ ہے نا کہ اصولی کیونکہ اگر کسی بندے کا ولایت علیؑ پر عقیدہ نہیں اُس کی نماز تو کیا کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں یہاں تک کہ اس کی سانسیں بھی حرام ہیں۔ کیونکہ اوپر پیش کی گئی سرکارِ محمد مصطفیٰ (ص) کی واضح حدیث سے یہ بات ثابت

ہے کہ ہزار سال بھی کوئی شخص عبادت کرتا رہے، اگر امام علیؑ کی ولایت وامامت کا اقرار نہ کرے تو اللہ اس کی عبادات اس کے منہ پر دے مارے گا۔

تو ولایت علیؑ کا اقرار اور اُس پر عقیدہ رکھنا ایک الگ بات ہے اور اس عقیدے کی گواہی نماز میں دینا ایک الگ بات۔

مومنین یاد رکھیں کہ نماز ایک توقیفی عبادت ہے یعنی جیسے اللہ نے رسول اللہ کو تعلیم فرمائی اسی طرح سے نبی نے اپنی امت کو تعلیم کی اور ہر دور میں وارثِ نبی یعنی معصومین علیہم السلام نے من وعن ویسے ہی پڑھی اور اپنے ماننے والوں کو تعلیم کی، جس کے واجبات میں نہ ہی اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کمی!

مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ میری تمہید طول پکڑ چکی ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ عوام الناس تک آسان الفاظ میں یہ سب مطالب بھی پیش کرنا انتہائی ناگزیر ہیں تا کہ سازش سے ہوشیار کرایا جاسکے۔

دیکھیے مومنین ومومنات میں یہاں اس بات کی تکرار ضرور کرتا چلوں کہ تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مجتہد کے فتوے کا پابند ہے یعنی اگر آپ کا مجتہد اجازت دے تو بالکل پڑھیں اور اگر نہ دے تو نہ پڑھیں اس کا تعلق عقیدہ ولایت علیؑ سے ہر گز نہیں کہ جو تشہد میں علیاولی اللہ نہیں کہتا وہ معاذاللہ منکرِ ولایت علیؑ ہے یا استعماری پروپیگنڈے کے شکار افراد کی زبانی مقصر ہے۔ویسے میں نے ایسے افراد سے جب بھی مقصر کی تعریف، کلام معصوم سے مانگی تو آج تک مجھے نہ پیش کرسکے بس وہی کچھ جاہل ذاکرین کے قیاسی جملے دہرا دیتے ہیں جو وہ ان سے سنتے ہیں جبکہ مقصر کی تعریف تک ان حضرات کو نہیں آتی اور صاحبانِ ولایت علیؑ پر مقصر کے فتوے تھوپ دیتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ان نام نہاد خود ساختہ ولایتی جو خود غلو کی حدوں کو چھو رہے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی اور مقصر نہیں!

میں ایسے افراد سے ہمیشہ ایک ہی سوال کرتا ہوں، یہ بتائیں کہ آپ جو آج ولایت علیؑ کے ٹھیکیدار بن کر یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جو نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی نہیں دیتا وہ مقصر ہے غیر حلالی ہے معاذ اللہ۔۔ کیا آپ معصومین علیہم السلام سے زیادہ ولایت امیر المومنینؑ کے محافظ اور داعی ہیں؟؟؟ اور یہ سب بکواسیات کہاں تک جاتی ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟؟؟

جب کسی معصوم نے اس کو جزِ تشہد قرار نہیں دیا تو پھر آپ معصومینؑ سے زیادہ اس بارے میں محتاط و محافظ ہیں؟؟ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر مقاماتِ مقدسہ بالخصوص کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں کوئی بھی کام بنا امام حسینؑ، مولا عباسؑ یا امام علیؑ کی مرضی کے خلاف ہو سکتا ہے؟؟؟ کیا آپ اس نعرے پر لبیک نہیں کہتے "ہے ہماری درس گاہ۔۔ کربلا کربلا"؟؟؟

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں نماز جیسی عظیم عبادت کے تشہد نماز کو کوئی آپ کے بقول ادھورا پڑھے اور وہاں کے صاحبِ قبر معصوم اسے پڑھنے دیں؟؟ کیا یہ ممکن ہے؟؟ اگر کہیں گے کہ ممکن ہے تو پھر آپ تشیع سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ہر شیعہ کا عقیدہ ہے کہ معصومینؑ ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرماتے ہیں جب کہ ان کا فیض اور حکم و قدرت تا قیامت جاری رہتا ہے تبھی ہم شیعہ اپنے معصومینؑ سے براہ راست دعائیں مانگتے ہیں اور وہ اسے پورا فرماتے ہیں۔

تو اب تک جو نمازیں ایسے پاک مقامات پر اپنی معراج کو چھو رہی ہیں اس میں تو تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی تکرار نہیں ہوتی تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ معصومینؑ کے حکم کے مطابق یہی نماز کا تشہد ہے جو انہوں نے اپنے چاہنے والوں کو تعلیم فرمایا اور خود بھی پڑھتے رہے۔ تو آپ بھی اپنی فضول ضد چھوڑ کر حقیقی معنی میں اس نعرے کا جواب دیں "ہے ہماری درس گاہ۔۔ کربلا کربلا" تو جیسے کربلا میں نماز پڑھی جاتی ہے آپ بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

اور قرآن کی اس آیت پر عمل کریں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

"اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں۔

آیئے آپ کو کچھ روایات جو تشہد کے بارے میں ہیں پیش کر رہا ہوں اور سند کا خیال کرتے ہوئے تاکہ آپ کی ہمت ہی نہ رہے جھٹلانے کی۔ اور عام معصوم عوام کو بھی نظر آجائے کہ معصومینؑ نے ہمیں کون سا تشہد پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر بعد میں ان ضعیف اور منقطع روایات پر بھی بحث کروں جو کچھ عرصے سے آپ حضرات دکھانے لگ پڑے ہیں۔

پہلی حدیث شیعہ علم الرجال کے مطابق اصحابِ اجماع سے یعنی حماد بن عیسیٰ سے ملاحظہ فرمائیں جو مکمل ثقہ روایان کی سند سے امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمائی

عربی متن مع مکمل سند:

عن سعد ابن عبد الله عن العباس بن معروف عن علي بن مهزيار عن حماد بن عيسى عن حريز ابن عبد الله عن زرارة قال: قلت: لأبي جعفر (ع) ما يجزي من القول في التشهد في الركعتين الأولتين؟ قال: أن تقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، قلت فما يجزي من التشهد في الركعتين الأخيرتين؟ قال: الشهادتان۔

ترجمہ: سعید بن عبد اللہ نے عباس بن معروف سے علی بن مہزیار نے حماد بن عیسیٰ سے، حریز ابن عبد اللہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا پہلی دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو امام نے ارشاد فرمایا: تقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک لہ پڑھے، میں نے کہا آخری دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو آپؑ نے فرمایا: دو شہادتیں!

حوالہ:

الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤١،

تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١

اب دوسری حدیث پیش خدمت ہے جو موثق کا درجہ رکھتی ہے:

عربی متن مع مکمل سند:

الحسين بن سعيد، عن صفوان، عن عبد الله بن بكير، عن عبد الملك بن عمر والأحول، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: التشهّد في الركعتين الأوّلتين: الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته

ترجمہ: حسین بن سعید نے صفوان سے کہ انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن بکیر نے ہمیں حدیث بیان کی عبد الملک بن عمرو الاحول سے کہ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا پہلی دو رکعت میں تشہد یہ ہے

الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته۔

حوالہ:

تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ٩٢

وسائل الشيعة (الإسلامية) - الحر العاملي - ج ٤ - الصفحة ٩٨٩

اب اس کتاب سے حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس کا یہ نام نہاد ولایتی ٹولہ بہت نام لیتا ہے یعنی "فقہ الرضا" سے۔۔

فاذ اتشهدت فی الثانیة فقل: بسم الله و بالله والحمدالله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ه و رسوله ارسله بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک

ترجمہ: جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھیں تو یوں کہیں

بسم الله و بالله والحمدالله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ه و رسوله ارسله بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک

اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے۔

حواله : فقه الرضا ، باب الصلاة المفروضه ، ص8و ص108

جی بھائی اب کیا کہیں گے آپ؟؟؟ آپ ہی کی پیش کی گئی کتاب فقہ الرضا میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ دو رکعت نماز کا تشہد شہادتین پر مشتمل ہے اور خاص تاکید ہے کہ اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے تو اب بتائیں گے کہ دو رکعتی نمازوں میں نمازِ فجر، انسان کی قصر نمازیں وغیرہ سب شامل ہیں اور معصومینؑ کے حکم کے مطابق دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی کافی شمار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وعنه عن أحمد بن محمد بن أبي نصر قال: قلت: لأبي الحسن عليه السلام جعلت فداك التشهد الذي في الثانية يجزي ان أقوله في الرابعة؟ قال: نعم۔

ترجمہ: احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسنؑ سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو، اگر میں دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی پڑھ لوں تو کیا کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں

حواله: تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١، الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤٢، وسائل الشيعة (آل البيت) - الحر العاملي - ج ٦ - الصفحة ٣٩٧، الحدائق الناضرة - المحقق البحراني - ج ٨ - الصفحة ٤٤٢

تو فقہ الرضا کتاب کے مطابق بھی شہادتِ ثالثہ کی گواہی دینا قطعاً ثابت نہیں ہوتی کیونکہ دوسری رکعت کی گواہی چوتھی رکعت میں بھی کافی ہوتی ہے۔

اب تیسرا اور آخری حوالہ جسے آپ حضرات شیخ طوسیؒ کا نام لے لے کر غلط نقل کرتے ہیں پورے متن کے ساتھ نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں اسے تشہد کبیر بھی کہا جاتا ہے

حدیث موثق مع مکمل عربی متن:

الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن زرعة عن أبي بصير عن أبي عبد الله عليه السلام قال: إذا جلست في الركعة الثانية فقل (بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول اللهم صل على محمد وآل محمد وتقبل شفاعته في أمته وارفع درجته) ثم تحمد الله مرتين أو ثلاثا ثم تقوم فإذا جلست في الرابعة قلت: بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة اشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول التحيات لله والصلوات الطاهرات الطيبات الزاكيات الغاديات الرايحات السابغات الناعمات لله ما طاب وزكا وطهر وخلص وصفا فلله، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد أن ربي نعم الرب وأن محمدا نعم الرسول واشهد أن الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا إن هدانا الله الحمد لله رب العالمين، اللهم صل على محمد وآل محمد، وبارك على محمد وآل محمد، وسلم على محمد وآل محمد، وترحم على محمد وعلى آل محمد كما صليت وباركت وترحمت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم صل على محمد وعلى آل محمد واغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم، اللهم صل على محمد وآل محمد وامنن علي بالجنة وعافني من النار، اللهم صل على محمد وآل محمد واغفر للمؤمنين والمؤمنات ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنات ولا تزد الظالمين إلا تبارا) ثم قل (السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام على أنبياء الله ورسله السلام على جبرئيل وميكائيل والملائكة المقربين السلام على محمد بن عبد الله خاتم النبيين لا نبي بعده والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين۔

حواله : تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ – الصفحة ٩٩- ١٠٠

یہی طویل تشہد اسی متن کے ساتھ ان کتب میں بھی درج ہے۔

شیخ ملا فیض کاشانی نے الوافی میں، شیخ طوسی نے الخلاف میں، محقق حلیؒ نے المعتبر شرح المختصر میں، شیخ ادریس حلیؒ نے کتاب السرائر میں، علامہ حلیؒ نے المنتھی اور تذکرۃ الفقہاء میں، شہید اول نے ذکری الشیعۃ فی احکام الشریعۃ میں شہید ثانی نے روض الجنان شرح ارشاد الاذھان میں، محدث بحرانی نے الحدائق الناضرۃ میں، السید عاملی نے مفاتیح الکرامہ شرح قواعد العلامہ میں اور علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ نے ریاض المسائل میں نقول فرمائے ہیں۔

ان عظیم علمائے تشیع کی معتبر کتابوں میں ابو بصیر سے روایت ہوا صحیح السند اور موثق تشہد درج ہے اب مجھے وہ تمام نادان دوست ذرا دکھائیں کہ اس تشہد کبیر میں کہاں پر شہادت ثالثہ بیان ہوئی ہے ؟؟؟

فقط ایک کتاب جو فقہ المجلسی میں غیر معتبر روایت میں شہادت ثالثہ کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے علاوہ کسی بھی شیعہ منابع میں موجود نہیں تو اس فقط ایک غیر معتبر روایت کو لے اتنا شور کیوں مچار کھا ہے ؟؟ جبکہ خود امام سے مر قوم اصول حدیث کی روشنی سے یہ ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں رہتی۔۔

چلیں آسان انداز میں وہ اصول بھی کلامِ معصومؑ سے پیش کیے دیتا ہوں۔

چھٹے تاجدار عصمت و طہارت حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

اصول کافی کی روایت ہے:

خذوا بالمجمع علیه فان المجمع علیه لاریب فیه

ترجمہ: جو حدیث بھی اجماع سے مورد اتفاق ہو وہ لے لو چونکہ کسی بھی متفق علیہ شے میں شک و شبہ نہیں رہتا۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ویترک الشاذ الذی لیس بمشهور عند اصحاب

یعنی اور قول شاذ جو فقہاء کے نزدیک مشہور نہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔

تو جی فقط ایک روایت اور وہ بھی غیر معتبر کو لے کر لاتعداد صحیح السند کتب میں موجود روایات کو چھوڑ دینا خود امام معصومؑ کے حکم کے خلاف ہے۔

یہاں پر فقط ایک نقطے پر توجہ دلا کر ان مجتہدین پر بھی مختصر بات کرتا ہوں جن کے فتوے دکھا کر یہ شہادت ثالثہ کو جھوٹ بول کر جز تشہد مشہور کرتے ہیں۔

مومنین ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اگر تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ اس کا جز نہیں تو یہ اذان و اقامت میں کیوں شامل ہے ؟ اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ نماز کا اذان سے مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نماز واجب ہے جبکہ اذان فقط مستحب۔ اور اذان میں بھی شہادت ثالثہ جز نہیں لیکن بہت تاکیدی اور مستحسن ہے۔ نمازِ توقیفی عبادت ہے جبکہ اذان نہیں۔ یعنی اذان کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کے لیے وضو کیا جائے، قبلہ رخ ہوا جائے وغیرہ وغیرہ

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اذان میں شہادت ثالثہ مکتب اہل بیتؑ کا نشان بن چکا ہے یعنی اذان میں شہادت ثالثہ شعائر تشیع میں شامل ہے اور یہ شیعہ مذہب کا کئی صدیوں سے روشن ترین شعار کے طور پر رائج ہے۔

اب رہی ان مجتہدین کی بات کہ جن کے فتوے کو غلط پیش کر کے یہ حضرات شہادت ثالثہ کو جز تشہد بتاتے ہیں ان میں سب مشہور نام صادق شیرازی کا ہے تو آیئے اب اسی پر مختصر بات ہو جائے کیونکہ تحریر واقعاً بہت طویل ہو گئی ہے۔

تو مومنین و مومنات قبلہ صادق شیرازی کی اگر توضیح المسائل دیکھ لی جائے تو ان استعماری ایجنٹوں کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

صادق شیرازی صاحب کی توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر 1109 جا کر ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ انہوں نے بھی دو شہادتوں والا تشہد نقل کیا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس تشہد میں مزید کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔

صادق شیرازی صاحب اپنی آفیشل ویب سائٹ پر ایک استفتاء کے جواب میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں

"آنچه از روایات شریفه وارده در کتاب «وسائل الشیعة: کتاب الصلاة، ابواب افعال الصلاة، وابواب التشهد، وابواب التسلیم: ج5 و6» استفاده می شود آن است که نمازی که شیعیان تا به امروز می خوانند در کیفیت، طبق نمازی است که رسول خدا و اهل بیت آن حضرت (که درود خدا بر آنان باد) می خواندند، حتی در شهادتین و صلوات در تشهد و سه سلام در تسلیم آن، و فقهاء جامع الشرائط شیعه آن را در رساله های توضیح المسائل بیان کرده اند"۔

ترجمہ:

وسائل الشیعہ: کتاب الصلاۃ، ابواب افعال الصلاۃ، وابواب التشھد، وابواب التسلیم: ج5 اور 6 میں جو کچھ روایات شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ وہ نماز جو شیعہ آج کے زمانے تک پڑھتے آئے ہیں کیفیت کے لحاظ سے وہی نماز ہے جو رسول اللہ (ص) اور ان کے اہل بیتؑ پڑھا کرتے تھے جیسے تشہد کی دو شہادتوں میں اور سلام نماز کی تین سلاموں میں، جن کو جامع الشرائط شیعہ فقہاء نے اپنی توضیح المسائل میں بیان کیا ہے"۔

حوالے کے طور پر صادق شیرازی صاحب کی آفیشل ویب سائٹ کا یہ لنک ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

php?Id=83-ir/showestefta-shirazi-http://persian

اب رہے وہ کچھ غیر معروف مجتہدین جنہوں نے شہادت ثالثہ کو پڑھنے کی اجازت دی بھی ہے تو فقط استحباب کی نیت سے نا کہ جز تشہد یعنی واجب کی نیت سے۔

یعنی یہ ثابت ہو چکا کہ معصومینؑ میں کسی نے بھی نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ نہ ہی خود پڑھی اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر پھر بھی کسی کا نماز میں ذکر علیؑ اور آل محمدؑ کا الگ سے ذکر کرنا چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی وہاں دعا کے طور پر پڑھ سکتا ہے جہاں معصومینؑ نے اجازت دی ہے نا کہ جز تشہد بنا کر۔۔

اب تحریر کو یہاں ہی روکتا ہوں کہ جو نماز میں دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو وہ ان الفاظ کے ساتھ حالتِ رکوع و سجود میں عربی زبان میں اور قنوت میں چاہے اردو میں پڑھ لے یا عربی میں اس طرح سے

اللَّهُمَّ إِنِّی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْن اَبِیْ طَالِب وَ الْآئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللهِ وَ اَسْئَلُكَ بِشَفَاعَتِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ اَنْ تَقْضِی لِیْ حَاجَتِی

ترجمہ: خدایا میں تیری وحدانیت اور تیرے پاک رسولؐ کی نبوت اور علیؑ اور ان کی اولاد آئمہؑ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے واسطے اور شفاعت سے اپنی حاجات کو تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

ایسی صورت میں شہادت ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی گواہی دینا جیسے اوپر بیان ہوئی دعا سے ظاہر ہوتا ہے جائز ہے بلکہ مستحب اور باعث ثواب بھی ہے لیکن تشہد نماز میں اجازت نہیں۔

والسلام علیکم، یا علیؑ المدد

ابو عبداللہ

اہل سنت کا طریقہ وضو، قرآن و سنت کے مطابق نہیں!

کوئی مسلمان اس حدیث کی سند تک نہیں مانگے گا جو ہم سب بچپن سے سنتے آرہے ہیں یعنی "نماز دین کا ستون ہے" یعنی دین کی امارت نماز کے صحیح ہونے سے مشروط ہے اگر نماز غلط تو دین گیا۔۔۔ کیوں صحیح کہانا میں نے۔۔

اب اگر ساتھ میں میں یہ کہوں کہ وضو نماز کا ستون ہے تو کیا یہ غلط ہو گا؟ یقیناً نہیں کیونکہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نماز کے لئے وضو واجب ہے۔ تو اب میرا مسلمانوں سے ایک اور سوال ہے، یہ بتائیں کہ اگر وضو غلط ہو جائے تو کیا نماز صحیح ہو سکتی ہے؟؟

یعنی وضو غلط تو نماز غلط اور نماز غلط تو دین کا ستون گر گیا۔ تو دین کو بچانا ہے تو نماز کو صحیح انجام دینا اور اگر نماز کو بچانا ہے تو پھر وضو کو بطور اولیٰ بالکل صحیح بجالانا ہے یا ہمارے بھائیوں کی رائج جملے میں " صحیح وضو بنانا ہو گا" جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔

تو اب ایک مشہور زمانہ انجینئر محمد علی مرزا نامی محقق کو شیعہ وضو یعنی اصل وضو جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے اس پر جواب دے کر خود ان حضرت اور تمام مسلمانوں کو حق کی طرف دعوت دیتا ہوں۔۔

انجینئر محمد علی مرزا صاحب ایک صاحب فہم اور قدرے بہتر اہل سنت محقق ہیں اور اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ علی بھائی نے جس انداز سے بنو امیہ اور خاص طور پر صفین و جمل میں امام علیؑ کا دفاع کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین ہے جس پر ہر محب اہل بیتؑ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

مگر کچھ جگہوں پر برادر انجینئر صاحب شاید کسی مجبوری کی بنا پر مزید کھل کر حق بیان کرنے سے قاصر ہیں اور لا محالہ حق کو چھپانا اور خود پر تشیع کا الزام لگنے کے ڈر سے عبادات جیسے مسائل میں بھی تقیہ کو نہ مانتے ہوئے بھی تقیہ سے کام لینا میرے حسن ظن کے مطابق شاید اُن کی مجبوری ہے جو کہ قطعاً ان جیسے ریسرچ اسکولر کو زیب نہیں دیتا۔

اسی اثنا میں ان کی وضو والی ویڈیو میری اس تمہید کا کھلا ثبوت ہے جس کا جواب میں انہیں اسی ویڈیو کے نیچے دے چکا تھا جس پر کافی لوگوں کے کمنٹس اور لائیکس بھی آئے پر انجینئر صاحب نے وہاں کوئی جواب نہیں دیا اور میرے لکھنے کے باوجود دوسری ویڈیو بنا کر نہ ہی میرا رَد پیش کیا اور نہ ہی رجوع کر کے درست طریقہ وضو پر عمل کیا۔

تمہید کافی طویل ہوتی جارہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا بھائی کو اس تحریر سے ایک بار پھر مفصل دعوتِ رجوع کا موقع دے رہا ہوں اور ساتھ میرے پڑھنے والوں کو یہ انتباہ بھی کہ یہ تحریر پوری کوشش کے باوجود بھی آسان نہ ہو گی کیونکہ اس میں علمِ قرآن اور عربی قواعد کی بحث مجھے کرنی ہے۔

تو سب سے پہلے انجینئر بھائی کی خدمت میں قرآن پاک کی وہی محکم آیت پیش خدمت ہے جس کی تشریح و تفسیر میں انہوں نے مغالطہ سے کام لیا اور اپنے کروڑوں فینز کو جان بوجھ کر غلط طریقہ وضو پر اسرار کیا۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں خدا طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

يا أَيهَا الَّذينَ آمَنُوا إِذا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَين (سورة المائده، آیت6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور سروں کے بعض حصہ کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

یہاں پر میں اس آیت میں بیان ہوئی کچھ قرآنی اصطلاحات کو آسان لفظوں میں بھی بیان کر دوں تاکہ عام قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔۔

آیت کے پہلے حصے میں جہاں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ

(اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو) اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوؤ۔

مذکورہ حصے میں لفظ "وجه" ہر چیز کے سامنے والے حصے کو کہتے ہیں۔ وجه کی جمع وجوه ہوتی ہے نیز چہرے کو بھی وجه کہا جاتا ہے۔

لفظ "يد" کندھے سے لے کر انگلیوں کے سروں تک ہاتھ کو کہتے ہیں۔

لفظ "مرافق" مرفق کی جمع ہے۔ جب کوئی شخص کُہنی کے سہارے بیٹھے تو عربی میں کہا جاتا ہے ارتفق الرجل۔

چونکہ اس سے سہارے کا کام لیا جاتا ہے اسی مناسبت سے کہنی کو مرفق کہا جاتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ میں جہاں سر اور پاؤں کا مسح کرنے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْن

ترجمہ: اور سروں کے بعض حصے کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

لفظ "راس" معروف جسمانی عضو کا نام ہے۔ یہ مذکر ہے اور اس کی جمع ارؤس و رءوس آتی ہے۔ یعنی جسم کے کسی حصے کا اٹھا ہوا ہونا راس کہلاتا ہے۔

لفظ "کعب" ک ع ب بلندی اور چیز کی اونچائی پر دلالت کرتی ہے، اسی سے کعب الرجل ہے اور یہ وہ پنڈلی کی دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں اور پنڈلی کے شروع ہونے کی جگہ پر ہوتی ہیں۔

لفظ "رجل" یعنی پاؤں اور اس کی جمع اَرجُل ہے۔ مطلب پاؤں سے لے کر قدم تک کے حصے کو رِجل کہتے ہیں۔

میں تمام پڑھنے والوں سے معذرت چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ آسان کر کے لکھنا میرے لئے محال ہے جبکہ آگے مزید مشکل الفاظ کا آپ سب کو سامنا کرنا پڑے گا۔

تو اب انجینئر صاحب نے جو یہ کہا کہ قرائت مشہور کی بنا پر عربیت شناس کے ہاں اگر بِرُءُ وْ سِكُمْ کی `ب` اِس طرح کے مواقع میں احاطے پر دلیل ہوتی ہے۔ اِسی طرح پاؤں کا حکم، اگرچہ بظاہر خیال ہوتا ہے کہ `وَامْسَحُوْا` کے تحت ہے، لیکن `اَرْجُلَكُمْ` منصوب ہے۔

قارئین کے لئے آسان کر دوں کہ انجینئر صاحب کی لوجک سے کلمہ (أرجلکم) منصوب اور (ایدیکم) پر **عطف** ہے جس کے نتیجے میں **معطوف** اور **معطوف علیہ** کا حکم ایک ہو گا یعنی ہاتھوں اور پیروں کو دھونا چاہیئے۔

اگر حضرتِ انجینئر اسی کلام کو حجت مان کر وضو میں پاؤں دھونے پر بضد ہیں تو اب ان کی خدمت میں عربی قواعد کی روشنی میں ہی ان کا رَد پیش کر رہا ہوں جبکہ بعد میں اپنے پیش کئے گئے رَد پر خود اہل سنت علماء کے اقوال اور صحیح السند اہل سنت احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح ثابت کر کے مکتبِ اہل بیتؑ کا دفاع کروں گا۔

تو محترم محمد علی مرزا صاحب اگر اَرجُلَكُم کا بِرُؤوسِكُم کے محل پر **عطف** ہو تو اس صورت میں یہ اِمسَحُوا کا **مفعول** ہو گا۔ اس صورت میں پاؤں کا مسح کرنا ضروری ہو گا۔

رُؤوسِکم اگرچہ مجرور (کسرے کے ساتھ) ہے لیکن مجموعی طور پر حرف باء اور رُؤوسِكُم مل کر اِمسَحُوا کا **مفعول** ہے اور **مفعول** کی جگہ پر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لہذا کلمہ اَرجُلَكُم مفعول کے مقام پر عطف ہونے کی

وجہ سے سر کی مانند پاؤں کا بھی مسح کرنا واجب ہے۔ اَرجُلَکُم کا عطف وُجوھَکُم پر ہو اور یہ اغسِلوا کا **مفعول** ہونے کی وجہ سے منصوب ہو تو اس صورت میں پاؤں بھی منہ کی طرح دھونا واجب ہو گا۔

قواعد عربی کے لحاظ سے دوسرا احتمال قرآنی فصاحت کے ساتھ ساز گار نہیں ہے کیونکہ فاغسلوا کا جملہ مکمل ہو چکا ہے اور امسحوا کے ساتھ ایک نیا کلام شروع ہوا ہے۔

اب ارجلکم کا **عطف** نزدیک والے کو چھوڑ کر دور والی جگہ پر **عطف** کرنا غیر مانوس اور غیر فصیح ہے نیز سر کے کچھ حصے کا مسح کرنے کی وجہ سے رُؤوسِکم کے ساتھ "بَ" مذکور ہوئی ہے۔ تو اس لئے سر اور پاؤں کا مسح ہی کرنا چاہئے۔

اب یہاں پر میں اہل سنت عالم کا کلام اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر نذر کر رہا ہوں اور وہ بھی کوئی معمولی عالم نہیں بلکہ وہ عالم جن کے بارے میں خود علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر ان کی اصولِ فقہ پر کتابیں نہ ہوتیں تو ہمارے اہل سنت مسلک کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا یعنی امام ابن حزم اندلسی کی اصول فقہ اہل سنت پر لکھی ہوئی کتابیں۔۔

تو آیئے انجینئر صاحب اب میں آپ کو آپ کے ایسے بزرگ ترین عالم امام ابن حزم اندلسی سے اسی آیت کی تشریح و تفسیر پیش کر رہا ہوں اور وہ بھی عربی و اردو متن کے ساتھ۔

امام ابن حزم وضو والی آیت سے غلط مطلب سمجھنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

مَسْأَلَةٌ و أما قَوْلُنَا فِى الرِّجْلَيْنِ فإن الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْمَسْحِ

(وَ امْسَحُوا برؤوسكم ((برءوسكم)) وَأَرْجُلَكُمْ) وَ سَوَاءٌ قرىء (قرئ) بِخَفْضِ اللاَّمِ أو بِفَتْحِهَا هِيَ على كل حَالٍ عَطْفٌ على الرؤوس (الرءوس) إمَّا على اللَّفْظِ و إما على الْمَوْضِعِ لاَ يَجُوزُ غَيْرُ ذلك لأنه لاَ يَجُوزُ أَنْ يُحَالَ بين الْمَعْطُوفِ وَ الْمَعْطُوفِ عليه بِقَضِيَّةٍ مُبْتَدَأَةٍ وَ هَكَذَا جاء عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ يَعْنِى فى الرِّجْلَيْنِ فى الْوُضُوءِ۔

و قد قال بِالْمَسْحِ على الرِّجْلَيْنِ جَمَاعَةٌ من السَّلَفِ منهم عَلِيُّ بن أَبِي طَالِبٍ و ابن عَبَّاسٍ وَ الْحَسَنُ وَ عِكْرِمَةُ وَ الشَّعْبِيُّ وَ جَمَاعَةٌ و غيرهم (غيرهم) و هو قَوْلُ الطَّبَرِيِّ

ہمارا کلام پیروں کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن میں پیروں کا مسح کرنا نازل ہوا ہے، یعنی قرآن کے مطابق وضو میں پیروں کو مسح کرنا چاہیے۔

لفظ ارجلکم کی لام چاہے اس کے نیچے زیر ہو (ارجلِکم) اور چاہے اس پر زبر ہو (ارجلَکم)، ہر دو صورتوں میں اس کا عطف لفظ رؤوس پر ہوا ہے، اور یہ عطف یا خود ظاہری لفظ پر ہوا ہے یا لفظ کے محل و مقام پر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تیسرا فرض

درست نہیں ہو گا، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ایک نئی واضافی چیز کا فاصلہ ہونا جائز نہیں ہے۔ اور ابن عباس سے بھی نقل ہوا ہے کہ قرآن میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔

حواله : الظاهری، علی بن أحمد بن سعيد بن حزم أبو محمد (متوفى456ھ)، المحلی، جلد 2، صفحه 56 – تحقيق: لجنة إحياء التراث العربی

تو انجینئر صاحب ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جس زیر زبر میں آپ عوام کو الجھا کر وضو جیسی عظیم عبادت کو خراب کر رہے ہیں اس پر آپ اہل سنت کے عظیم فقہہ کا کیا بیان ہے۔

اب یہاں کچھ صحیح السند احادیث بھی بیان کر کے اپنا اوپر کیا گیا وعدہ پورا کروں اور عوام اہل سنت جو عربیات و مشکل علوم قرآن کو نہیں سمجھ سکتی انہیں احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح واجب ہونے پر دلائل دوں تا کہ حق واضح ہو جائے اور وہ مان جائیں کہ اصل دین فقط اور فقط اہل تشیع کا ہے جو انہوں نے اہل بیتؑ سے حاصل کیا۔ نیز ساتھ میں میں ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند پر اہل سنت علماء رجال کے اقوال بھی پیش کرو گا۔

وضو کے متعلق صحیح السند احادیث اہل سنت۔۔

1-روایت امیر المؤمنین علیؑ: (سند صحیح)

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں علیؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا (ص) وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے

حدثنا عبد اللَّهِ حدثنی أبی ثنا وَكِيعٌ ثنا الأَعْمَشُ عن أبی إِسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ رضی الله عنه قال كنت أَرَى ان بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ من ظَاهِرِهِمَا حتى رأيت رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم يَمْسَحُ ظَاهِرَهُمَا۔

عبد خیر نے علیؑ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: میں خیال کرتا تھا کہ پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا یہ پیروں کے اوپر مسح کرنے سے زیادہ مناسب ہے، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ وضو میں ہر دو پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 95، تحقيق: شعيب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

کتاب مسند احمد کے محققین کا روایت کو صحیح قرار دینا:

کتاب مسند احمد کے محقق شعیب الارنؤط اور عادل مرشد نے کتاب کے حاشیے میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور انکی عبارت اسطرح ہے:

حديث صحيح بمجموع طرقه۔

یہ روایت اپنی تمام اسناد کے ساتھ صحیح ہے۔

کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اس طرح نقل ہوئی ہے کہ

حدثنا وَكِيعٌ عَنِ الأَعْمَش عن أبى إسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ قال لو كان الدِّينُ بِرَأْيٍ كان بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ على ظَاهِرِهِمَا وَ لَكِنْ رَأَيْت رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا۔

علیؑ نے فرمایا ہے کہ: اگر دین رائے اور مرضی کے ساتھ صحیح ہو تا تو پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا، یہ پیروں کے اوپر والے حصے پر مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا، لیکن میں نے خود رسول خدا کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے پیروں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔

ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد، مصنف ابن أبي شيبة، ج 1، ص 25، تحقيق : حمد بن عبد الله الجمعه، محمد ابراهيم الحيدان، مكتبة الرشد۔

2-روایت ابن عباس: (سند صحیح)

کتاب الفوائد کے مصنف نے ابن عباس سے رسول خدا ﷺ کے وضو کو ایسے نقل کیا ہے کہ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: ثنا وَرْقَاءُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِوُضُوءِ النَّبِيِّ قَالَ: فَمَضْمَضَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ اسْتَنْشَقَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ غَسَلَ وَجْهَهُ مَرَّةً، وَ يَدَيْهِ مَرَّةً، وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ۔

عطاء بن یسار نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: کیا میں تمہارے لیے رسول خدا کے وضو کرنے کے طریقے کو بیان نہ کروں؟ ابن عباس نے کہا: رسول خدا دو مرتبہ پانی سے کلی کرتے تھے، دو مرتبہ پانی سے ناک کو دھوتے تھے، ایک مرتبہ چہرے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کو دھوتے تھے، پھر سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

الشافعي، محمد بن عبد الله بن إبراهيم (متوفى354هـ)، كتاب الفوائد (الغيلانيات)، ج 4 ، ص 364، تحقيق: حلمي كامل أسعد عبد الهادي، دار النشر: دار ابن الجوزي – السعودية، الرياض، الطبعة: الأولى 1417هـ – 1997م

محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

3-روایت رفاعہ بن رافع: (سند صحیح)

ابن ماجہ کی نقل کے مطابق، رفاعہ ابن رافع نے بھی رسول خدا (ص) کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے

حدثنا محمد بن يحيى ثنا حَجَّاجٌ ثنا هَمَّامٌ ثنا إسحاق بن عبد اللَّهِ بن أبي طَلْحَةَ حدثني عَلِيُّ بن يحيى بن خَلَّادٍ عن أبيه عن عَمِّهِ رِفَاعَةَ بن رَافِعٍ أَنَّهُ كان جَالِسًا عِنْدَ النبي صلى الله عليه و سلم فقال إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ حتى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كما أَمَرَهُ الله تَعَالَى يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ إلى الْمِرْفَقَيْنِ وَ يَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ إلى الْكَعْبَيْنِ۔

یحیی ابن خلاد نے اپنے چچا رفاعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی بندے کی بھی نماز اسوقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہے کہ جب تک خداوند کے حکم کے مطابق اعمال وضو کو انجام نہ دے، اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک دھوئے اور پھر اپنے سر اور پیروں کا اٹھی ہوئی جگہ تک مسح کرے۔

القزويني، محمد بن يزيد أبو عبدالله (الوفاة: 275ق) سنن ابن ماجه، ج 1، ص 291، تحقيق: شعيب الارنؤط، عادل مرشد، محمد كامل، مؤسسة الرساله۔

روایت کو صحیح قرار دینا

اس کتاب کے محقق شعیب الارنؤط نے حاشیے میں، اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسناده صحيح۔

البانی نے بھی کتاب سنن ابن ماجہ پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

ابوداود نے بھی اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور اسی کتاب کے محقق نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور البانی نے بھی کتاب سنن ابن داود پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

دارمی نے بھی اپنی کتاب میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور کتاب کے محقق نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

4-روایت عثمان: (باسند معتبر)

عثمان نے بھی رسول خدا ﷺ کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے اور اس نے بھی وضاحت کی ہے کہ وہ وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔ یہ روایت چند اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

سند اول

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل میں معتبر سند کے ساتھ، اسطرح آئی ہے کہ

حدثنا عبد اللَّهِ حدثني أبي ثنا بن الأشجعي ثنا أبي عن سُفْيَانَ عن سَالِمٍ أبي النَّضْرِ عن بُسْرِ بن سَعِيدٍ قال أتى عُثْمَانُ الْمَقَاعِدَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثاً وَ يَدَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ قال رأيت رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم هَكَذَا يَتَوَضَّأُ يا هَؤُلاَءِ أَكَذَاكَ قالوا نعم لِنَفَرٍ من أَصْحَابِ رسول اللَّهِ صلى الله عليه و سلم عِنْدَهُ۔

بسر بن سعید نے کہا ہے کہ: عثمان وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھا اور کہا کہ میرے لیے پانی لے کر آؤ تا کہ میں وضو کر سکوں۔ پھر اس نے کلی کی اور پھر ناک میں پانی ڈالا، اسکے بعد اس نے تین مرتبہ چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر اس نے اپنے سر اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا۔ اس کے بعد کہا: میں نے رسول خدا کو دیکھا تھا کہ وہ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔ اے لوگو، کیا رسول خدا کا وضو اسی طرح تھا؟ سب نے کہا: ہاں، عثمان نے اس بات کو رسول خدا کے ان صحابہ سے کہا تھا کہ جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 523، تحقيق: شعيب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

اس کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے: اسناده حسن۔

سند دوم

حمران بن ابان سے سند معتبر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ عثمان اپنے پیروں کا مسح کیا کرتا تھا اور خود بھی واضح طور پر کہتا تھا کہ رسول خدا ﷺ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے:

حدثنا محمد بن بِشْرٍ قال حدثنا سَعِيدُ بن أبي عَرُوبَةَ عن قَتَادَةَ عن مُسْلِمِ بن يَسَارٍ عن حُمْرَانَ قال دَعَا عُثْمَانَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ ضَحِكَ فقال ألا تَسْأَلُونِي مِمَّا أَضْحَكُ قالوا يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ما اضحكك قال رَأَيْت رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ كما تَوَضَّأْت فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا وَ يَدَيْهِ ثَلاَثًا وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ ظَهْرِ قَدَمَيْهِ۔

عثمان نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیکھا تھا کہ وہ بھی وضو کرتے وقت اپنے سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

مصنف ابن أبي شيبة، ج 1، ص 16

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل اور مسند بزار میں بھی نقل ہوئی ہے

الشيباني، ابو عبد الله أحمد بن حنبل (متوفى241هـ)، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 58، ناشر: مؤسسة قرطبة – مصر۔

البزار، ابوبكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق (متوفى292 هـ)، البحر الزخار (مسند البزار) ج 2، ص 74، تحقيق: د۔ محفوظ الرحمن زين الله، ناشر: مؤسسة علوم القرآن، مكتبة العلوم و الحكم – بيروت، المدينة الطبعة: الأولى، 1409 هـ،

ہیثمی اہل سنت کا علم رجال کا عالم ہے، اس نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

رواه البزار و رجاله رجال الصحيح و هو في الصحيح باختصار

اس روایت کو بزار نے نقل کیا ہے اور اسکی سند کے سارے راوی، صحیح ہیں۔

مجمع الزوائد، ج 1، ص 229

سیوطی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

حم، و البزار حل ، ع ، و صحَّح۔

اس روایت کو احمد ابن حنبل، بزار، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء اور ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

السيوطي، جلال الدين أبو الفضل عبد الرحمن بن أبي بكر (متوفى911هـ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير و زوائده و الجامع الكبير)، ج 15، ص 197، الجامع الكبير کی سی ڈی کے مطابق،

سند سوم

ابن خزیمہ نے بھی شقیق بن سلمہ سے عثمان کی روایت کو نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے پیروں کا مسح کیا اور کہا کہ رسول خدا (ص) بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے

أخبرنا أبو طاهر نا أبو بكر نا يعقوب بن إبراهيم الدورقي حدثنا خلف بن الوليد حدثنا إسرائيل عن عامر بن شقيق عن شقيق بن سلمة عن عثمان بن عفان أنه توضأ فغسل وجهه ثلاثا و استنشق ثلاثا و مضمض ثلاثا و مسح برأسه و أذنيه ظاهرهما و باطنهما و رجليه ثلاثا و خلل لحيته و أصابع الرجلين و قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يتوضأ۔

شقیق بن سلمہ نے نقل کیا ہے کہ عثمان بن عفان نے وضو کیا، اس نے تین مرتبہ کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنے چہرے کو پانی سے دھویا، پھر سر، ہر دو کان کے اندر و باہر سے اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو بھی اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

ابن خزيمة السلمی النيسابوری، أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة (متوفى311هـ) ، صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 78، تحقيق: د. محمد مصطفى الأعظمی ، ناشر : المكتب الإسلامی – بيروت – 1390هـ – 1970م

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور ابن خزیمہ کی کتاب صحیح میں بھی نقل ہوئی ہے۔

صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 3۔

یہاں تک بعض صحابہ کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ رسول خدا ﷺ وضو کرتے وقت اپنے پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں، لیکن میں فقط اتنی ہی روایات کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ تحریر جس قدر ممکن ہو مختصر رہ سکے۔

اب یہاں پر اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کر دوں جو امام اندلسی نے اپنے آخر کلام میں بیان کی جسے میں اوپر اپنی تحریر میں لا چکا ہوں

ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس نے پاؤں کے دھونے کا انکار کیا ہے اور مسح کرنے کو قرآن کے مطابق کہا ہے:

حدثنا بن عُلَيَّةَ عن رَوْحِ بن الْقَاسِمِ عن عبد اللهِ بن مُحَمَّدِ بن عَقِيلٍ عن الرُّبَيِّعِ ابْنَةِ مُعَوِّذِ بن عَفْرَاءَ قالت أَتَانِي بن عَبَّاسٍ فَسَأَلَنِي عن هذا الحديث تَعْنِي حَدِيثَهَا الذی ذَكَرَتْ أنها رَأَتْ النبی صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ وَ أَنَّهُ غَسَلَ رِجْلَيْهِ قالت فقال بن عَبَّاسٍ أَبَى الناس إِلاَّ الْغَسْلَ وَ لاَ أَجِدُ فی كِتَابِ اللهِ إِلاَّ الْمَسْحَ۔

معوذ بن عفرا کی بیٹی ربیع نے کہا ہے کہ: ابن عباس میرے پاس آیا اور اس روایت کے بارے میں مجھ سے سوال کیا۔ ربیع کا مقصد وہ روایت تھی کہ رسول خدا ﷺ کو اس نے مشاہدہ کیا کہ انھوں نے پاؤں کو وضو میں دھویا ہے۔ ربیع نے کہا کہ ابن عباس نے کہا کہ لوگ فقط پاؤں کو دھوتے ہیں، حالانکہ میں نے قرآن میں فقط مسح کرنے کو دیکھا ہے۔

إبن أبی شيبة الكوفی، ابوبكر عبد الله بن محمد (متوفى235 هـ)، الكتاب المصنف فی الأحاديث و الآثار، ج 1، ص 27، تحقيق: كمال يوسف الحوت، ناشر: مكتبة الرشد – الرياض، الطبعة: الأولى، 1409هـ۔

القزوينی، ابو عبد الله محمد بن يزيد (متوفى275هـ)، سنن ابن ماجه، ج 1، ص 156، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقی، ناشر: دار الفكر – بيروت۔

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔ احمد بن ابو بکر کنانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

هذا إسناد حسن رواه ابن أبي شيبة في مصنفه۔

اس روایت کی سند حسن ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں نقل کیا ہے۔

الكناني، أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل (متوفي840هـ)، مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، ج 1، ص 66، تحقيق: محمد المنتقى الكشناوى، دار النشر: دار العربية – بيروت، الطبعة: الثانية 1403

ابن عباس سے دوسری روایات بھی نقل ہوئی ہیں کہ وہ وضو میں مسح کرنے کے قائل تھے نہ کہ پاؤں کو دھونے کے۔

عبد الرزاق صنعانی نے ایک دوسری روایت کو ایسے نقل کیا ہے کہ

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَوْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " افْتَرَضَ اللَّهُ غَسْلَتَيْنِ وَ مَسْحَتَيْنِ، أَلا تَرَى أَنَّهُ ذَكَرَ التَّيَمُّمَ؟ فَجَعَلَ مَكَانَ الْغَسْلَتَيْنِ مَسْحَتَيْنِ، وَ تَرَكَ الْمَسْحَتَيْنِ "۔ قَالَ مَعْمَرٌ: وَ قَالَ رَجُلٌ لِمَطَرٍ الْوَرَّاقِ، مَنْ كَانَ يَقُولُ الْمَسْحُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ؟ قَالَ: فُقَهَاءُ كَثِيرٌ۔

جابر یا عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خداوند نے وضو میں دو دھونے اور دو مسح کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خداوند نے تیمم کو ذکر کیا ہے؟ یہ تیمم دو دھونے اور دو مسح کرنے کی جگہ قرار دیا گیا ہے اور دو مسح کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ معمر نے کہا ہے کہ: ایک شخص نے مطر وراق سے کہا کہ: کون پاؤں پر مسح کرنے کا قائل ہے؟ اس نے جواب دیا: بہت سے فقہاء اس مطلب کے قائل ہیں۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

ایک دوسری روایت میں ابن عباس نے کہا ہے کہ

عبد الرزاق عن بن جريج قال أخبرني عمرو بن دينار أنه سمع عكرمة يقول قال بن عباس الوضوء مسحتان و غسلتان۔

عکرمہ نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: وضو میں دو چیزوں کا مسح کیا جاتا ہے اور دو کو دھویا جاتا ہے۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

تو تحریر کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ کہ انجینئر محمد علی مرزا سمیت ہر مسلمان کا دینی اور شرعی فریضہ ہے کہ وہ شیعوں سے بغض ختم کرے قرآن اور رسول خدا (ص) کی سنت و سیرت پر عمل پیرا ہو کر اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

شانِ فاطمہ زہراؑ میں گستاخی پر مفتی آصف جلالی کو ابوعبداللہ کا جواب

خود کو مفتی اور کبھی ڈاکٹر ظاہر کرنے والا تحریک لبیک یارسول اللہ العالمی اور تحریک لبیک اسلام کا چیئرمین آصف اشرف جلالی (لعین) جو کہ خود کو بریلوی مسلک سے منسلک کرتا ہے اور بریلویوں کے عالم سے پہچانا جاتا ہے۔ اس شجرہ ملعونہ کے نجس تخم نے اپنی ایک تقریر میں اپنے نجس اجداد کا دفاع کرتے ہوئے مسئلہ فدک پر سیدۃ النساء العالمین، دختر پیغمبر اکرم (ص)، الصدیقہ (سچی)، المبارکہ (مبارک)، الطاھرہ (پاک)، الذکیہ (عفیفہ / گناہ سے پاک)، الرضیہ (اللہ کی رضا پر راضی)، البتول (عفت والی / پاک)، الزہراء (عالی شان / روشن)، سورہ کوثر، آیت تطہیر، آیت مودت، آیت اطعام اور پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث بِضعہ اور حدیث لولاک کا عنوان حضرت فاطمہ زہرا اسلام اللہ علیہا کی شانِ اقدس میں صریحاً گستاخی کرتے ہوئے ان کو عصمت کے اس مرتبہ سے نکالنے کی کوشش کی جس پر قرآن پاک اور لاتعداد اہل سنت روایات دلالت کرتی ہیں۔

تو ضروری تھا کہ اس خبیث کو ایسا جواب دیا جائے کہ جس سے اس کے مسلک کے علماء بھی اسے لعین سمجھیں اور جن کے دفاع میں اس نے یہ قبیح گستاخی کی ہے اس خلیفہ کا اصل چہرہ بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائے۔

حدیثِ بضعہ کے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر کو اپنا ٹکڑا کہا اس کی بنیاد پر اس ملعون کی یہ گستاخی، گستاخِ رسول کے زمرے میں آتی ہے اور دستورِ پاکستان کی شق 295 کے مطابق گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔

اس مفصل تمہید کے بعد میں کوشش کروں گا کہ تحریر جتنی مختصر ہو اتنی ہی جامع رہے تو اس تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس پر قرآن اور اہل سنت کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے اس کی گستاخی کا جواب دوں گا۔

پہلا حصے میں اُس خلیفہ کو بے نقاب کیا جائے گا جس کے دفاع میں اس نے یہ عظیم گستاخی کی اور دوسرے حصے میں کتب اہل سنت اور قرآن مجید سے عصمتِ سیدہ (س) کا دفاع کروں گا۔

نوٹ: اس تحریر میں پیش کئے گئے تمام حوالوں کے ساتھ عربی اور اردو متن پیش کیا جائے گا تا کہ اس جاہل کو بھاگنے کا شبہ بھی قتل کر دیا جائے

حصہ اول: پہلے خلیفہ ابو بکر مبینہ صدیق کے جرائم کتب اہل سنت سے!

اس حصے کا آغاز میں ابو بکر کے اس بیان سے کرتا ہوں جس میں اس نے خود سیدہ فاطمہ زہرا (س) کے گھر پر حملے کا اقرار کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابن زنجویہ نے کتاب الأموال، ابن قتیبہ دینوری نے کتاب الإمامۃ والسیاسۃ، طبری نے اپنی تاریخ، ابن عبد ربہ نے کتاب العقد الفرید، مسعودی نے کتاب مروج الذھب، طبرانی نے کتاب المعجم الکبیر، مقدسی نے کتاب الأحادیث المختارہ، شمس الدین ذہبی نے کتاب تاریخ الإسلام میں ان تمام معتبر علماء نے ابو بکر کے اعتراف کرنے والی روایت کو بہت تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

میں اس روایت کے اصل متن کو تیسری صدی کے اہل سنت عالم امام ابن زنجویہ کی کتاب الاموال سے نقل کر رہا ہوں:

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل علي أبي بكر الصديق رحمة الله عليه في مرضه الذي قبض فيه ... فقال [أبو بكر] : « أجل إني لا آسي من الدنيا إلا علي ثَلاثٍ فَعَلْتُهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُنَّ، وثلاث تركتهن وددت أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسول الله (ص)، أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أَكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أَغْلَقُوا علي الحرب...۔

عبد الرحمن ابن عوف، ابو بکر کی بیماری کے ایام میں اس کے پاس اس کی عیادت کرنے گیا اور اسے سلام کیا، باتوں باتوں میں ابو بکر نے اس سے ایسے کہا:

مجھے کسی شے پر کوئی افسوس نہیں ہے، مگر صرف تین چیزوں پر افسوس ہے کہ اے کاش میں تین چیزوں کو انجام نہ دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کو انجام دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کے بارے میں رسول خدا سے سوال پوچھ لیتا، اے کاش میں فاطمہ کے گھر کی حرمت شکنی نہ کرتا، اگرچہ اس گھر کا دروازہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی بند کیا گیا ہوتا۔

اس روایت کے اہل سنت کتابوں کے حوالے:

1 -الخرساني، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله المعروف بابن زنجويه (متوفي251هـ) الأموال، ج 1، ص 387؛

2 -الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفي276هـ)، الإمامة والسياسة، ج 1، ص 21، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م، با تحقيق شيري، ج1، ص36، و با تحقيق، زيني، ج1، ص24؛

3 – الطبري، محمد بن جرير (متوفي 310هـ)، تاريخ الطبري، ج 2، ص 353، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛

4 -الأندلسي، احمد بن محمد بن عبد ربه (متوفي: 328هـ)، العقد الفريد، ج 4، ص 254، ناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت / لبنان، الطبعة: الثالثة، 1420هـ – 1999م؛

5 -المسعودي، أبو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفي346هـ) مروج الذهب، ج 1، ص 290؛

6 -الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم (متوفي360هـ)، المعجم الكبير، ج 1، ص 62، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، ناشر: مكتبة الزهراء – الموصل، الطبعة: الثانية، 1404هـ – 1983م؛

7 -العاصمي المكي، عبد الملك بن حسين بن عبد الملك الشافعي (متوفي1111هـ)، سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج 2، ص 465، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود- علي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1419هـ- 1998م-

اب میں اس روایت کے رجال پر بھی مختصر حوالے دے رہا ہوں کہ اس کی سند پر علماء اہل سنت کی کیا رائے ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1 -سعید ابن منصور تیسری صدی کا علم حدیث کا بزرگ عالم ہے، اس نے اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

2 -جلال الدین سیوطی نے کتاب جامع الأحادیث و کتاب مسند فاطمۃ اور متقی ہندی نے کتاب کنز العمّال میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

أَبو عبيد في كتاب الأَمْوَالِ، عق وخيثمة بن سليمان الطرابلسي في فضائل الصحابة، طب، كر، ص، وقال: إِنَّه حديث حسن۔

اس روایت کو ابوعبید نے کتاب الأموال، عقیلی، طرابلسی نے کتاب فضائل الصحابۃ، طبرانی نے کتاب معجم الکبیر، ابن عساکر نے کتاب تاریخ مدینۃ دمشق اور سعید ابن منصور نے اپنی کتاب سنن میں نقل کیا ہے اور سعید ابن منصور نے کہا ہے کہ: یہ حدیث حسن ہے

السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (متوفي911هـ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير)، ج 13، ص 101 و ج 17، ص 48؛

3 -مقدسی حنبلی ساتویں صدی کا علم حدیث اہل سنت کا بزرگ عالم ہے، اس نے بھی اس روایت کو، حسن، قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ: قلت وهذا حديث حسن عن أبي بكر۔ ابو بکر سے یہ روایت حسن ہے۔

المقدسي الحنبلي، أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد (متوفي643هـ)، الأحاديث المختارة، ج 1، ص 90، تحقيق عبد الملك بن عبد الله بن دهيش، ناشر: مكتبة النهضة الحديثة – مكة المكرمة، الطبعة: الأولي، 1410هـ

نوٹ: تحریر کو مختصر رکھنے کی خاطر یہاں رجالی مزید حوالے دینے سے گریز کر رہا ہوں اگر کسی کو مزید معلومات درکار ہوں تو مجھ سے میسج پر رابطہ کریں

تو دیکھا آپ نے ابو بکر کے جسے یہ آصف جلالی مسئلہ فدک میں صدیقہ طاہرہ سیدہ فاطمہ (س) کے مقابلے میں صدیق ثابت کر رہا ہے اس نے خود اس پاک گھر پر حملے کا اقرار کیا کہ جس گھر پر رسول ﷺ کھڑے ہو کر سلام کرتے تھے، السلام علیک یا اہل بیت النبوۃؑ پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه : أنْ رَسُوْلَ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَة سِتَّة أشْهُرٍ إِذَا خَرَجَ إِليَ صَلَاة الْفَجْرِ، يَقُوْلُ : الصلاة! يَا أَهْلَ الْبَيْتِ (إِنَّمَا يُرِيْدُ اﷲُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِرَكُمْ تَطْهِيْرًا)۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے:)۔ اے اھلِ بیتؑ! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔" اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 3 : أخرجه الترمذي في السنن، كتاب : تفسير القرآن، باب : ومن سورة الأحزاب، 5 / 352، الرقم : 3206، و أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 259، 285، و في فضائل الصحابة، 2 / 761، الرقم : 1340، 1341، و ابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32272، و الشيباني في الآحادو المثاني، 5 / 360، الرقم : 2953، و عبد بن حميد في المسند : 367، الرقم : 12223، و الحاكم في المستدرک، 3 / 172، الرقم : 4748۔

خلیفہ کا دوسرا جرم کہ جس پر اس ملعون نے ابو بکر کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ فاطمہ زہرا (س) اپنی وراثت کا تقاضا کرنے گئیں تھیں جبکہ فدک وراثت نہیں بلکہ پہلے ہی رسول اکرم ﷺ نے آیت ذوی القربیٰ نازل ہوتے ہی فدک بی بی فاطمہؑ کو بخش دیا تھا اور وہ پہلے سے جنابِ زہراؑ کی ملکیت تھا جس کو ابو بکر نے غصب کیا۔۔

اس پر پورا مقالہ لکھا جاسکتا ہے پر ایک حدیث کا سہارا لے کر اس وراثت کی جھوٹی کہانی کو دفنا دیتا ہوں۔

امام سیوطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں بزاز، ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے نقل کیا کہ:

وہ کہتے ہیں جب یہ آیت {وآت ذي القربی حقه سورہ اسراء آیت 26} نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور انھیں فدک عطا کر دیا۔

عربی متن: وأخرج البزار وأبو يعلى وابن أبي حاتم وابن مردويه ، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : لما نزلت هذه الآية { وآت ذي القربى حقه } دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك ۔

یہ ہی روایت ابن عباس سے بھی نقل ہوئی ہے

وأخرج ابن مردويه ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لما نزلت { وآت ذي القربى حقه }أقطع رسول الله – صلى الله عليه وسلم -فاطمة فدك ۔

حواله: الدر المنثور، جلد 6 ، صفحه 262،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911ھ)

اب دوسری بات کہ اگر یہ وراثت کا معاملہ تھا تو پھر امام علیؑ عمر و ابو بکر کو خائن اور جھوٹا کیوں سمجھتے تھے اس پر بھی آپ کی صحیح مسلم سے روایت پیش کر دیتا ہوں۔

عمر بن خطاب خود اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر میں حدیث نمبر 3302

تو یہاں یہ ثابت ہوا کہ ابو بکر نے نا صرف فدک کو غصب کیا بلکہ اس نے جنابِ زہرا(س) کے گھر پر حملے کا اقرار کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا اور اہل سنت کے ہاں ہی صحیح حدیث موجود ہے کہ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اس نے رسول کو غصب ناک کیا۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَة : أَنَّ رَسُوْلَ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ : فَاطِمَة بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 7 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : المناقب، باب : مناقب قرابة رسول االله صلي الله عليه وآله وسلم، 3 / 1361، الرقم : 3510، و في كتاب : المناقب، باب : مناقب فاطمة، 3 / 1374، الرقم : 3556، و ابن أبي شيبة، المصنف، 6 / 388، الرقم : 32269، و أبو عوانة في المسند، 3 / 70، الرقم؛ 4233، و الشيباني في الآحاد والمثاني، 5 / 361، الرقم : 2954، و الطبراني في المعجم الكبير، 202 / 404، الرقم : 1012۔

اب کوئی یہ دعویٰ نہ کرے کہ بی بی فاطمہؑ نے ابو بکر کو معاف بھی کر دیا تھا۔۔

تو میں کچھ روایات ساتھ ساتھ نقل کر دوں۔۔

بخاری نے خمس کے ابواب میں لکھا ہے کہ:

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رسول اللَّهِ صلي الله عليه و سلم فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فلم تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حتي تُوُفِّيَتْ۔

رسول خدا ﷺ کی بیٹی فاطمہؑ، ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور اس سے بات کرنا تک چھوڑ دیا تھا اور اس سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 3، ص 1126، ح2926، باب فَرْضِ الْخُمُسِ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

کتاب المغازي کے باب غزوة خيبر کی حدیث نمبر 3998 میں بخاری نے کہا ہے کہ:

فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ علي أبي بَكْرٍ في ذلك فَهَجَرَتْهُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي تُوُفِّيَتْ،

فاطمہؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 4، ص 1549، ح3998، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

بخاری نے کتاب الفرائض کے بَاب قَوْلِ النبي (ص) لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ **کی حدیث نمبر 6346 میں لکھا ہے کہ:**

فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي مَاتَتْ۔

پس فاطمہؑ نے اپنا تعلق ابو بکر سے ختم کر دیا اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 6، ص 2474، ح6346، كتاب الفرائض، بَاب قَوْلِ النبي (ص) لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

اب ایک حدیث اور پیش کر دوں تا کہ معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں سے دختر رسول نا صرف ناراض دنیا سے گئیں بلکہ اپنی حیات میں ان پر لعنت بھی کرتی رہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب ابو بکر اور عمر عیادت کے لیے گھر آئے تو حضرت زہراؑ نے انکو گھر میں آنے کی اجازت نہ دی، تو انھوں نے ناچار ہو کر علیؑ سے بات کی جب اجازت ملی تو بی بیؑ نے فرمایا:

نشدتكما الله ألم تسمعا رسول الله يقول: رضا فاطمة من رضاي و سخط فاطمة من سخطي فمن أحب فاطمة ابنتي فقد أحبني و من أ رضي فاطمة فقد أرضاني و من أسخط فاطمة فقد أسخطني،

میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ کیا تم دونوں نے رسول خدا سے نہیں سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ: فاطمہ کا راضی ہونا، میرا راضی ہونا ہے اور اسکا ناراض ہونا، میرا ناراض ہونا ہے۔ جو بھی میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرے اور اسکا احترام کرے، تو اس نے مجھ سے محبت کی ہے اور میرا احترام کیا ہے اور جو فاطمہ کو راضی کرے تو اس نے مجھے راضی کیا ہے اور جو فاطمہؑ کو ناراض کرے تو اس نے مجھے ناراض کیا ہے، ؟؟؟

ابو بکر اور عمر دونوں نے اعتراف کیا کہ: ہاں ہم نے اس بات کو رسول خدا ﷺ سے سنا ہے،

نعم سمعناه من رسول الله صلي الله عليه و سلم۔

یہ اعتراف لے کر صدیقہ طاہرہؑ نے فرمایا کہ: فإني أشهد الله و ملائكته أنكما أسخطتماني و ما أرضيتماني و لئن لقيت النبي لأشكونكما إليه۔

پس میں خداوند اور اسکے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے اذیت کی اور ناراض کیا ہے اور میں اپنے والد رسول خدا ﷺ سے ملاقات میں تم دونوں کی شکایت کروں گی۔

اور مزید فرمایا کہ:

و الله لأدعون الله عليك في كل صلاة أصليها۔

خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تم دونوں پر نفرین کرتی ہوں۔

الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفاي276هـ)، الإمامة و السياسة، ج 1، ص 17، باب كيف كانت بيعة علي رضي الله عنه، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م۔

فی الحال یہی پر ابو بکر کے جرائم کو روکتا ہوں تا کہ اب عصمتِ فاطمہ زہراؑ کو کتب اہل سنت سے ثابت کر سکوں۔

تو عصمتِ فاطمہ زہرا(س) پر سب سے پہلے میں تم لوگوں کی امی عائشہ کا بیان نقل کروں گا کہ جو خلیفہ اوّل ابوبکر کی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ کی زوجہ بھی ہیں۔ اور اہلِ سنت اس بات کو اُن کی بہت بڑی فضیلت بھی مانتے ہیں۔

کتاب سُنن و صحاح میں عائشہ سے بہت زیادہ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ صرف بخاری نے اپنی صحیح میں اُن سے نو سو (۹۰۰) سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد میں روایات کسی بھی صحابیہ یا زوجِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ سے درج نہیں کی گئی ہے۔

اہل سنت عائشہ کو ایک عظیم فقیہہ بھی مانتے ہیں ان کی ہر روایت کو نہایت گرانقدر اور بطورِ دلیل استعمال کیا جاتا ہے۔

تو دیکھیے اماں عائشہ کیا فرمارہیں ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ : قَالَتْ عَائِشَة رضي االله عنها : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَصْدَقُ مِنْ فَاطِمَة غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ أَبُونُعَيْمٍ۔

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کائنات میں کوئی نہیں دیکھا۔ ''اس حدیث کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 60 : أخرجه أبونعيم في حلية الأولياء، 2 / 41، 42۔

تو دیکھا اے ملعون آصف جلالی تو جس کی عصمت پر انگلی اٹھارہا ہے دیکھ اس کے بارے میں تیری اماں عائشہ رسول خدا کے بعد سب سے سچا ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

دوسری جگہ پر عائشہ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَة رضي االله عنها قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَة رضي االله عنها غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل اُن کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص نہیں پایا۔ ''اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 58 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 137 الرقم : 2721، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 201، و الشوكاني في درالسحابة، 1 / 277، الرقم : 24۔

تو اب کیا بولے گا تو ملعون؟؟ کہ عائشہ یہاں بھی اقرار کر رہی ہیں کہ بعدِ رسول جنابِ زہرا(س) سب سے افضل ہیں؟؟

اب آگے بڑھتا ہوں۔۔ابن مسعود روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اﷲِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ فَاطِمَةَ حَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اﷲُ وَ ذُرِّيَتَهَا عَلَي النَّارِ۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاکِمُ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہ ؑ نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کی اولاد کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 56 : أخرجه الطبراني في المعجم الکبير، 22 / 407، الرقم : 1018، و البزار في المسند، 5 / 223، الرقم : 1829، و الحاکم في المستدرک، 3 / 165، الرقم : 4726، و أبو نعيم في حلية الأولياء، 4 / 188، و السخاوي في اِستجلاب اِرتقاء الغرف، 1 / 115، 116۔

یہ تھے عصمت زہرا (س) پر اہل سنت حوالے اب قرآن کا سہارا لیتا ہوں

سورہ مائدہ آیت ۷۵ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ

مسیح ابن مریم کچھ نہیں ہیں سوائے رسول کے کہ ان سے پہلے بھی رسول آئے اور چلے گئے اور ان کی مادر گرامی صدیقہ ہیں۔

تو دیکھ اے دشمنِ زہراؑ خدا قرآن میں جنابِ مریمؑ کو صدیقہ کہہ کر پکار رہا ہے۔

اب تجھے تیری کتابوں سے ثابت کرتا ہوں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جنابِ مریمؑ سے بھی افضل ہیں

عَنْ عَائِشَةَ رضي اﷲ عنها : أَنَّ النَّبِيَّ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ وَ هُوَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ : يَا فَاطِمَةُ، أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَکُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاکِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ ؑ! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس اُمت کی تمام عورتوں کی اور مؤمنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو!'' اسے امام نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 27 : أخرجه النسائي في السنن الكبري، 4 / 251، الرقم : 7078، 5 / 146، الرقم : 8517، والحاكم في المستدرک، 3 / 170، الرقم : 4740، وابن سعد في الطبقات الكبري، 2 / 247، 248، 8 / 26، 27، و ابن الأثير في أسد الغابة، 7 / 218۔

اب دوسری روایت:

عَنْ حُذَيْفَة رضي اﷲ عنه، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ هَذَا مَلَکٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَة اسْتَأذَنَ رَبَّهُ أنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَ يُبَشِّرَنِي بِأنَّ فَاطِمَة سَيِّدَة نِسَاءِ أهْلِ الْجَنَّة، وَ أنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أهْلِ الْجَنَّة۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اِس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا، اُس نے اپنے پروردگار سے اِجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ اھلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 25 : أخرجه الترمذي في السنن، 5 / 660، الرقم : 3871، و النسائي في السنن الكبري، 5 / 80، 95، الرقم : 8298، 8365، و النسائي في فضائل الصحابة : 58، 76، الرقم : 193، 260، وأحمد بن حنبل في المسند، 5 / 391، وفي فضائل الصحابة، 2 / 788، الرقم : 1406، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32271، و الحاكم في المستدرک، 3 / 164، الرقم : 4721، 4722۔

ابن عباس پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اربع نسوة سيدات عالمهن۔ مريم بنت عمران، و آسيه بنت مزاحم، و خديجه بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد و افضلهن علما فاطمة؛

چار خواتین اپنے زمانے کی دنیا کی سردار ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون)، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (ص) اور ان کے درمیان سب سے زیادہ عالم حضرت فاطمہ (صلوٰۃ اللہ علیہا) ہیں۔

الدر المنثور، جلد 2، صفحه 194

امام شوکانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ (س) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"لا ترضين نکونی سيد نساء العالمين"

کیا آپؑ خوشنود نہیں ہیں آپ عالمین کی خواتین کی سردار ہیں؟ سیدہؑ نے عرض کیا: مریم کا کیا ہو گا؟

فرمایا: تلک سیدة نسا عالمها

وہ اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں۔

محمد شوکانی، فتح القدیر، بیروت: دار المعرفه، 1996م، ج1، ص439

سلیمان قندوزی ایک طولانی حدیث کے ضمن میں پیغمبر خدا ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

چوتھی مرتبہ خدا نے نظر ڈالی اور فاطمہ ؑ کو پورے عالم کی خواتین پر پسندیدہ اور افضل قرار دیا۔

سلیمان قندوزی، ینابیع المودة، ص247، باب56

تو ثابت ہوا۔ حضرت مریم ؑ کو اللہ نے صدیقہ کہا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ؑ جنابِ مریم ؑ سے بھی افضل اور برتر ہیں۔ تو جنابِ فاطمہ ؑ صدیقہ الکبریٰ قرار پائیں

اب آتے ہیں آیت تطہیر پر۔۔۔

حدیث 01–

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اﷲُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رَسُوْلِ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فَاطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد مبارکہ۔ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456، و في المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375، و ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384، والخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278، و الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

حدیث نمبر 02

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اﷲُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رَسُوْلِ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فَاطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشادِ مبارکہ۔ اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456، و في المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375، و ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384، والخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278، و الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

اب آخر میں ابن ابی الحدید کا اعتراف نقل کر کے آصف جلالی کی تابوتِ خباثت میں آخری کیل ٹھونک رہا ہوں جو فاطمہ زہراؑ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے،

لکھتا ہے:

قوله عليه السلام: فاطمة بضعة منى، من آذاها فقد آذانى، و من آذانى فقد آذى اللَّه عز و جل يدل على عصمتها، لانها، لوكانت ممن تقارف الذنوب لم يكن من يوذيها موذيا له على كل حال...

فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: جس نے اسے (فاطمہ علیہا السلام) کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی، یہ فاطمہ علیہا السلام کی عصمت پر دلیل ہے، کیوں کہ اگر فاطمہ علیہا السلام معصوم نہ ہوتی تو فاطمہ علیہا السلام کا دکھ ہر حال میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا دکھ حساب نہ ہوتا۔

شرح نهج البلاغة، ج 16، ص 273۔

غلامِ سیدہؑ، ابوعبداللہ

امام علیؑ خلفاء کے بارے میں کیارائے رکھتے تھے؟ عمر بن خطاب کی زبانی جواب

وہ "یعنی "ان" کا ایک عالم کہنے لگا کہ آپ شیعوں نے فدک کو لے کر بلاوجہ خلفائے اسلام کے خلاف 1400 سو سال" سے محاذ کھولا ہوا ہے جبکہ چوتھے خلیفہ حضرت علی خود صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے راضی تھے اور ان کے متعلق کبھی بھی کوئی غلط بات نہیں کی، جیسے آپ لوگ خلفاء کے بارے میں تبرا کرتے ہیں۔

جب وہ اپنے نجس اجداد کا دفاع کر کے تھما تو میں نے کہا

آپ جیسے ناقص امتیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو اندھی عقیدت نے نہ صرف اندھا و گونگا کر رکھا ہے بلکہ ساتھ میں عقل و فہم اور علم سے بھی اتنا ہی دور کر رکھا ہے جتنا اللہ نے اہل بیتؑ سے رجس کو دور رکھا ہے

میرا یہ جملہ ان پر بجلی بن کر گرا۔۔ چہرے کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا۔۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھوں کو بند کر کے اپنے قلب سے یا زہراء کی صدا بلند کی اور بھرپور چڑھائی کر دی۔۔

اول تو تم لوگ جن کو صدیق اور وہ بھی اکبر اور ساتھ میں فاروق اور وہ بھی اعظم کے لقب سے پکارتے ہو نا... تو یاد رکھو وہ نہ تو صدیق تھے اور نہ ہی دوسرے فاروق بلکہ تمہاری اپنی کتابوں میں یہ القابات امام علی علیہ السلام کے لیے آئے ہیں جنہیں فدک کی طرح تم لوگوں نے غضب کر کے اپنے اجداد کی وراثت میں شامل کرنے کی گھناؤنی سازش کی ہے۔

اب رہی بات کہ امام علی علیہ السلام تمہارے خلفاء سے راضی تھے اور کبھی بھی ان کے خلاف بات نہیں کی تو تمہارا یہ دعویٰ تمہاری ہی صحیح ترین کتاب صحیح مسلم کے خلاف ہے

اس کی آنکھیں چڑھیں، رنگ ایک بار پھر بدلنے لگا... کہتا ہے ابوعبداللہ تم خدا کا خوف کرو اتنی بڑی تہمت ہماری کتابوں پر مت لگاؤ جس کا ثبوت پیش نہ کر سکو... کیونکہ ایسا کچھ ہے ہی نہیں مسلم شریف میں۔۔

نجانے کیوں مجھے اس وقت بالکل ویسے ہی مسرت محسوس ہوئی جیسے تیر اپنی کمان سے نکل کر نشانے کے بیچو بیچ میں جا لگتا ہے

خیر۔۔ میں نے ہلکی مسکان سجا کر کہا۔۔

آپ حضرات کو تو ہم شیعہ ہی آپ کی اپنی کتابوں کی تعلیم دیتے آئے ہیں کیونکہ آپ کے اندھے پن کا علاج ہمارے ہی پاس ہے۔۔

تو جائیں اور جا کر اپنی صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجھاد والسیر میں حدیث نمبر 3302 ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں خود عمر بن خطاب کی زبان سے امام علی علیہ السلام کے لیے یہ جملے ایک بار نہیں بلکہ متن حدیث میں متعدد بار اقراری طور پر موجود ہیں

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

صحیح مسلم ، باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر ، حدیث نمبر 3302

تو محترم آپ کا دعویٰ کہ امام علیؑ دونوں خلفاء سے راضی تھے اور انہیں حق پر سمجھتے تھے تو یہ آپ کی صحیح ترین کتاب میں آپ ہی کے صحیح ترین قائد عمر بن خطاب کی زبانی میں نے دکھا دیا ہے۔ کہ عمر خود بتا رہے ہیں کہ امام علیؑ ان حضرات کو کیا سمجھتے تھے۔

اب میری ہنسی کا وقت ہو چکا تھا کیونکہ اس دشمن زہرا کا کلیجہ بنا ہندہ بن ابو سفیان لعینہ کے چبائے منہ کو آ چکا تھا۔

کہتا ہے اگر واقعی ایسا ہی لکھا ہے جیسا تم نے بیان کیا ہے اور انہی الفاظ کے ساتھ ہے تو تم نے مجھے خاموش کرا دیا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس تہمت پر خدا تمہیں رسوا کرے گا

میں زور سے ہنسا اور کہا... میں علی کا ماننے والا ہوں، نہ ہی آپ کے پیروں کی طرح جھوٹا ہوں نہ ہی خائن۔۔ تو جا کر دیکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں... خدا حافظ، جانے یا علیؑ۔۔

مناظرہ از، ابو عبد اللہ

رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور قاتلانِ رسول بے نقاب

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دھوم دھام سے جشن منانے والے یقیناً لائقِ تحسین ہیں لیکن یہ رسول سے مکمل عشق نہیں کہ فقط معشوق کی خوشی میں خوش ہو جاؤ اور اسی معشوق کے غم میں خود کو غمگین نہ کرو اور جن افراد نے معشوق کو تکلیف دی اور اسے زہر سے مسموم کر کے شہید کیا ان سے اعلانیہ برات کا اظہار نہ کرو۔۔

بلکہ ایسا ادھورا عمل مسلکِ عشق میں عشق و معشوق کی صریحاً توہین شمار ہوتی ہے۔۔۔

اگر یہاں میں فلسفہ عشق ما بینِ عاشق و معشوق پر لکھنے بیٹھ گیا تو یقین مانیں یہ تحریر پوری کتاب کی شکل اختیار کر جائے گی کیونکہ میں بھی اسی مسلک کا پیروکار ہوں اور اسی جذبہ عشق کو میں نے خاندانِ عصمت و طہارت سے بہت دقیق انداز میں کسب کیا ہے۔

خیر مختصر کرتے ہوئے میں یہاں فقط ان تاریخی حقائق سے پردہ اٹھا کر عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا نعرہ بلند کرنے والے تمام امتیوں کو دعوتِ فکر دوں گا کہ وہ اپنے عشق کو تکمیل کے درجے پر فائز کریں اور ولادتِ رسول کے جشن جیسی عظیم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے رسول ﷺ کی شہادت بھی بھرپور انداز سے منائیں اور شہید کرنے والوں پر لعنت کریں۔

اب میں براہ راست رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور جنہوں نے کائنات کا یہ غلیظ ترین مجرمانہ کام انجام دیا ان کے حوالے پیش کر رہا ہوں۔۔لبیک یا رسول اللہ۔۔

اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے رسول اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت کو عبد اللہ بن مسعود سے اس طرح نقل کیا ہے

حدثنا عبد اللَّهِ حدثني أَبي ثنا عبد الرَّزَّاقِ ثنا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عن عبد اللَّهِ بن مُرَّةَ عن أَبي الأَحْوَصِ عن عبد اللَّهِ قال لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعاً ان رَسُولَ اللَّهِ صلي الله عليه و سلم قُتِلَ قَتْلاً أَحَبُّ الي من أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً انه لم يُقْتَلْ وَ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ نَبِيًّا وَ اتَّخَذَهُ شَهِيداً۔

عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل ہوئی ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ:

اگر میں 9 بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو شہید کیا گیا تو یہ بات میرے لیے زیادہ پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو قتل نہیں کیا گیا، کیونکہ خداوند نے ان کو پیغمبر اور شہید کہا ہے۔

امام ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی صحت پر کہتے ہیں:

رواه أحمد و رجاله رجال الصحيح۔

احمد نے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے راوی، کتاب صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

حواله : الهيثمي، ابوالحسن علي بن أبي بكر (متوفى 807 ھ)، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج9، ص34، ناشر: دار الريان للتراث/ دار الكتاب العربي – القاهرة، بيروت

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين و لم يخرجاه۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط صحت کے مطابق صحیح ہے، لیکن ان دونوں نے اس روایت کو نقل نہیں کیا

حواله : الحاكم النيسابوري، ابو عبدالله محمد بن عبدالله (متوفى 405 ھ)، المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص60، ح4394، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

اہل سنت کے معروف عالم امام حاکم نیشاپوری دوسری جگہ ایک اور جگہ صحیح سند کے ساتھ اپنی معتبر کتاب المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ:

ثنا داود بن يزيد الأودي قال سمعت الشعبي يقول و الله لقد سم رسول الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب صبرا و قتل عثمان بن عفان صبرا و قتل علي بن أبي طالب صبرا و سم الحسن بن علي و قتل الحسين بن علي صبرا رضي الله عنهم فما نرجو بعدهم۔

داود بن یزید کہتا ہے کہ میں نے شعبی سے سنا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا تھا اور عمر، عثمان اور علی بن ابی طالبؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا، جبکہ حسنؑ بن علیؑ کو بھی زہر سے اور حسینؑ بن علیؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا۔

حواله: المستدرك علي الصحيحين، جلد 3، صفحه 61، حديث 4395، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

تیسری روایت میں امام حاکم نقل کرتا ہے:

ثنا السري بن إسماعيل عن الشعبي أنه قال ماذا يتوقع من هذه الدنيا الدنية و قد سم رسول الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب حتف أنفه و كذلك قتل عثمان و علي و سم الحسن و قتل الحسين حتف أنفه۔

سری بن اسماعیل نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: اس پست دنیا سے کیا امید لگائی ہے کیونکہ رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا، عمر، عثمان اور علی بن ابیطالب کو قتل کیا گیا، جبکہ حسن بن علی کو بھی زہر دیا گیا اور حسین بن علی کو اچانک قتل کیا گیا۔

حواله : المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص67، ح4412، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

رہی یہ بات کہ کس نے اور کب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو زہر دیا، یہ بات بھی تاریخ کی بہت سی باتوں کی طرح خائن ہاتھوں اور ناپاک قلموں نے تحریف کرنے کی کوشش کی لیکن حق کو جتنا چھپایا جائے اتنا ہی واضح ہوتا ہے۔ اب میں مسلمانوں کی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب کے حوالے پیش کر رہا ہوں، فیصلہ انہی مسلمانوں پر چھوڑ کر جو اس کتاب کو بعد از کتابِ باری، صحیح بخاری کہتے ہیں۔

امام بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے لکھا ہے کہ:

قالت عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ في مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فلما أَفَاقَ قال أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فقال لَا يَبْقَي أَحَدٌ في الْبَيْتِ إلا لُدَّ و أنا أَنْظُرُ إلا الْعَبَّاسَ فإنه لم يَشْهَدْكُمْ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیماری کے دوران زبردستی ان کے منہ میں دوائی ڈالی، انھوں نے اشارے سے کہا کہ مجھے دوائی نہ دو، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ مریض کا دوائی کھانے کو دل نہیں کرتا اور جب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تندرست ہو گئے تو فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوائی نہ دو؟ پھر انھوں نے فرمایا کہ اس گھر میں جس نے بھی مجھے دوائی تھی تو اب ان سب کو میرے سامنے وہی دوائی پلاؤ غیر از عباس کہ اس نے تم لوگوں والا کام مجھ سے انجام نہیں دیا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1 -صحيح البخاري، ج4، ص1618، ح4189، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي (ص) وَوَفَاتِهِ؛

2 -صحيح بخارى ج5، ص2159، ح5382، كِتَاب الطِّبِّ، بَاب اللَّدُودِ؛

3 -صحيح بخارى ج6، ص2524، ح6492،كِتَاب الدِّيَاتِ، بَاب الْقِصَاصِ بين الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ في الْجِرَاحَاتِ؛

4 -صحيح بخارى ج6، ص2527، ح6501، بَاب إذا أَصَابَ قَوْمٌ من رَجُلٍ هل يُعَاقِبُ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،النيسابوري القشيري، ابو الحسين مسلم بن الحجاج (متوفى261هـ)،

5 -صحيح مسلم، ج4، ص1733، ح2213، كِتَاب السَّلَامِ، بَاب كَرَاهَةِ التَّدَاوِي بِاللَّدُودِ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو کتاب دیات، باب قصاص میں ذکر اور نقل کیا ہے۔

یعنی جس نے بھی رسول خدا ﷺ کو جان بوجھ کر خلافت کی خاطر زہر دیا تھا، 14 سو سال سے ابھی تک اس پر قتل کا دیہ اور قصاص باقی ہے!!!

وہ دیہ اور قصاص انشاء اللہ اسی رسول خدا ﷺ کے بیٹے اور جانشین یعنی حضرت مہدی امام زمان (عج) پردہ غیبت سے ظاہر ہو کر لیں گے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ:

(قوله لددناه) أي جعلنا في جانب فمه دواه بغير اختياره و هذا هو اللدود۔

یہ کہ کہا گیا ہے کہ: «لددنا» یعنی ہم نے زبردستی رسول خدا ﷺ کے منع کرنے کے باوجود دوائی کو ان کے منہ میں ڈالا۔

یہاں ایک روایت وہ بھی نپٹا تا چلوں جو شہادتِ رسول ﷺ کو چھپانے اور ان لوگوں کو چھپانے کے لئے گھڑی گئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا پھر اس کے بعد کچھ سوالات پیش کر کے تحریر کو ختم کروں گا۔ چلیں پھر اس گھڑی ہوئی حدیث کا پوسٹ مارٹم ہو جائے۔۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں لکھا ہے:

قالت عَائِشَةُ رضي الله عنها كان النبي صلي الله عليه و سلم يقول في مَرَضِهِ الذي مَاتَ فيه يا عَائِشَةُ ما أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الذي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي من ذلك السُّمِّ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ رسول خدا ﷺ اپنے اس مرض میں کہ جس کے ذریعے وہ دنیا سے گئے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا میں نے خیبر میں کھایا تھا، ابھی تک اس کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہوں اور ابھی میں نے یوں محسوس کیا ہے کہ اسی کی وجہ سے میرے دل کی رگیں پھٹ گئی ہیں۔

حواله : البخاري الجعفي، ابو عبد الله محمد بن إسماعيل (متوفى256هـ)، صحيح البخاري، ج4، ص1611، ح4165، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي (ص) وَ وَفَاتِهِ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،

شاید بعض لوگ کہیں کہ یہ بہت بعید ہے کہ ایک زہر 4 سال کے بعد اپنا اثر کرے، اس کے علاوہ رسول خدا ﷺ جنگ خیبر میں اس زہر کو کھانے سے پہلے بھیڑ کے زہر آلود گوشت کے بارے میں آگاہ ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے آپ نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

اسی وجہ سے محقق علماء نے کہا ہے کہ کتاب صحیح بخاری کی یہ روایت جعلی اور جھوٹی ہے اور اسکے علاوہ خیبر میں رسول خدا ﷺ کے زہر کھانے والے افسانے کو اس لیے گھڑا گیا تھا کہ لوگ زہر دینے والے اصل مجرم کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکیں۔ ورنہ اسی کتاب صحیح بخاری میں اسی موضوع کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جنہیں اوپر بیان کیا گیا کہ اسلام اور رسول خدا ﷺ سے سچی محبت رکھنے والا عقل مند مسلمان جان لیتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کو انکی بیویوں میں سے کس نے جان بوجھ کر زہر دیا تھا!

جس طرح کہ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے کہ:

و في صحيح البخاري «عن ابن مسعود قال: لقد كنا نسمع تسبيح الطعام و هو يؤكل» يعني بين يدي النبي و كلمه ذراع الشاة المسمومة و أعلمه بما فيه من السم۔ صحیح

بخاری میں ابن مسعود سے نقل ہوا ہے کہ: وہ کہتا تھا کہ: ہم رسول خدا کے کھانا کھاتے وقت، کھانے کے تسبیح پڑھنے کی آواز کو سنا کرتے تھے، یعنی رسول خدا ﷺ کے سامنے پڑا ہوا زہر آلود گوشت، رسول خدا ﷺ سے باتیں کرتا تھا اور خود گوشت نے رسول خدا ﷺ کو بتایا کہ مجھے نہ کھانا کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔

حواله: ابن كثير الدمشقي، ابوالفداء إسماعيل بن عمر القرشی (متوفی 774 ھ)، البداية و النهاية، ج 6، ص 286، ناشر: مكتبة المعارف – بيروت۔

تو کیسے ممکن ہے کہ ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے معصوم نبی جان بوجھ کر زہر کھا لے؟

اب مسلمانوں سے کچھ سوالات اور انتہائی آسان انداز میں۔۔

1- کیوں حضرت عائشہ اور وہ لوگ کہ جو وہاں پر موجود تھے انہوں نے رسول خدا ﷺ کی بات پر عمل نہیں کیا، اور ان کے منع کرنے کے باوجود زبردستی ان کے منہ میں دوا ڈالی؟

کیا خداوند نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ: وَ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ و ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو حکم بھی رسول خدا ﷺ تم کو دیں، اسکی اطاعت کرو اور جس گناہ سے بھی تم کو منع کریں، اس کو چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ (سورہ حشر آیت 72)

2 - کیوں حضرت عائشہ رسول خدا ﷺ کو دوسرے عام مریضوں کی طرح سمجھ رہی تھی؟

کیا خداوند نے خود نہیں فرمایا کہ:

وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الهْوَي - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْي يُوحَي -

وہ ہرگز ہوا و ہوس کی وجہ سے بات نہیں کرتا بلکہ وہ جو بھی کہتا ہے فقط وحی کی وجہ سے کہتا ہے (سورہ نجم آیت 3)

3 - کیوں حضرت عائشہ نے سوچا کہ ہر مریض حتی رسول خدا ﷺ دوائی کھانے کو پسند نہیں کرتے؟

4 - کیا رسول خدا ﷺ کی عقل ان بندوں سے بھی کم تھی کہ جو اس وقت رسول خدا ﷺ کے کمرے میں موجود تھے، اور رسول خدا ﷺ کو اتنا بھی نہیں پتا تھا کہ کونسی چیز ان کے لیے مفید ہے اور کونسی مفید نہیں ہے؟

5 - کیا ان لوگوں کا بھی مقصد ان لوگوں کی باتوں کو تکرار کرنا تھا کہ جہنوں نے رسول خدا ﷺ کے قلم اور دوات مانگنے پر ہذیان کی نسبت ان کی طرف دی تھی؟ البتہ انھوں نے اپنی زبان سے ہذیان کا نہیں کہا بلکہ اپنے ہاتھوں سے منع کرنے کے باوجود دوائی پلا دی۔

وہ دوائی تھی یا کوئی اور چیز تھی، اس کو فقط خداوند ہی جانتا ہے!!! اور سب سے عجیب یہ ہے کہ نقل ہوا ہے کہ:

<u>جب رسول خدا ﷺ ہوش میں آئے تو انھوں نے حکم دیا کہ جہنوں نے زبردستی مجھے دوائی پلائی ہے، اسی دوائی کو ان سب کو بھی میرے سامنے پلائی جائے، غیر از ان کے چچا عباس کو کہ وہاں پر اس وقت موجود نہیں تھے!!! کیوں رسول خدا ﷺ ان کے ساتھ بھی وہ کام کرنا چاہتے ہیں؟؟؟</u>

انہی خائن اور منافق مسلمانوں کے لیے خداوند نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّـٰهَ وَرَسُوْلَـهٝ لَعَنَهُـمُ اللّـٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَـهُـمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے (سورہ احزاب آیت 57)

آہ یا مظلوم رسول ﷺ۔۔ خدا کی لعنت ہو آپ کو شہید کرنے والوں پر

شریکِ غم، ابوعبداللہ

عصمتِ انبیاء (حضرتِ آدمؑ) پر جواد نقوی کو ابوعبداللہ کا علمی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ویڈیو کہ جس میں علامہ جواد نقوی صاحب جنگ احد پر عمران خان کے ایک بیان پر ان کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علماء اہل سنت نے غلط اجتہاد کیا ہے کہ اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی نہیں کی ہے جبکہ اللہ فرمارہا ہے کہ نافرمانی کی ہے۔۔

قبلہ یہاں تک بالکل درست فرمارہے ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس تقریر میں شیعہ علماء کو وہ بیچ میں کیوں لائے اور مذہب اہل بیت کا بنیادی عقیدہ، عصمت انبیاء کرام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی کہ تمام علماء امامیہ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے بیان پر معاذاللہ قرآن کے خلاف اجتہاد کیا۔

یہاں یہ بات ضروری سمجھتاہوں کہ قبلہ جواد نقوی کہ من وعن الفاظ کو نقل کروں تاکہ عوام تک حق پہنچانے میں آسانی ہو۔ جواد نقوی صاحب اپنی ویڈیو میں یوں فرماتے ہیں:

یہ عجیب بات ہے، اللہ کے مقابلے میں آجاتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ عصى ادمُ رَبهُ ، آدمؑ نے رب کی نافرمانی کی ہے، آپ تمام علماء، خصوصاً علماء امامیہ زیادہ اس مسئلے پہ، علماء اہل سنت کے لیے یہ اتنا اہم نہیں ہے لیکن علماء امامیہ نے، تمام علماء نے اس مسئلے میں، سب نے متفقاً کہاہے کہ نہیں کی ہے؛ قرآن کہہ رہاہے کی ہے، عصی ادمُ ربہُ، آدم نے رب کی نافرمانی کی ہے وہ شجرہ کھاکر، یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، یہاں سوچناچاہیے کہ ہم کس کے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ نبی بھی اللہ کے تھے وہ مخلوق بھی اللہ کی ہے، وہ نائب بھی اللہ کا ہے، خلیفہ بھی اللہ کا ہے، آپ نے تو آدم نہیں بنایاہے کہ اللہ سے زیادہ عزیز ہوگیاہے آدم آپ کو، اللہ نے آدم بنایاہے۔ اللہ نے خلیفہ بنایاہے، اللہ نے اُس کو سجدہ کروایاہے، اللہ نے آدم کو یہ سارا کچھ عطاکیاہے اور وہی اللہ یہ کہہ رہاہے کہ نافرمانی بھی کی ہے اس نے۔ اس باغ میں جنت میں نافرمانی بھی کی ہے۔ خوب۔۔ یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، عصی کو اب ادھر ادھر کرکے کسی طرح۔۔ یہ اجتہاد نہیں ہوناچاہیے، قرآن کے مقابلے میں تسلیم ہوناچاہیے، قرآن فرمارہاہے ٹھیک ہے قبول ہمیں۔ سمجھ میں نہیں آتی کہ اب علماء نے جو مسئلہ اٹھایا کہ ایک طرف سے ہم کہیں کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں، نبی معصوم ہوتاہے اور ادھر سے قرآن یہ کہہ رہاہے کہ انہوں نے نافرمانی بھی کی ہے تو عصمت اور ان دو کو جمع کیسے کریں اکٹھا کیسے کریں۔ خوب نہیں سمجھ میں آتی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب یہ نہ سمجھ آئے باتیں تو اسے اللہ ورسول کی طرف پلٹادیا کرو۔ خود نہ اس میں اجتہاد کیا کرو، رک جاؤ۔ بہت ساری چیزیں نہیں سمجھ میں آتیں انسان کو۔ کہہ دیتاہے نہیں سمجھ میں آتی۔۔

تو میرے محترم مومنین و مومنات یہ تھے وہ من و عن جملے آغا جواد نقوی کی تقریر کے جو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمائے۔

میری تحریر یقیناً آج تھوڑی طویل ہو جائے گی کیونکہ کہ مجھے جواب سیر حاصل دینا مقصود ہے۔ ایک بات اور قارئین کی نذر کرتا چلوں کہ عقائد پر تحریر کو آسان لفظوں میں لکھنا انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ بہت سے الفاظ ویسے ہی لکھنے ہوتے ہیں جیسا کہ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی مکمّل کوشش کروں گا کہ آسان الفاظ میں جواب پیش کروں۔

تو شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے میں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں ایک سوال کا جواب،

آخر کیا وجہ تھی کہ آغا جواد نقوی نے اہل سنت کے ساتھ مکتبِ تشیع کے علماء حق کا تقابل کیا؟

اس کا جواب آپ خود اپنی بصیرت سے حاصل کریں۔

جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کے شجرہء ممنوعہ کھانے کا مسئلہ ہے جس کو جواد نقوی صاحب نے پُرزور انداز میں یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ علماء تشیع نے قرآن میں موجود اس واقعہ پر ذاتی اجتہاد کیا اور قرآن پر اپنی رائے کو مقدم کیا ہے۔۔

یہ سراسر زیادتی و الزام ہے مکتبِ تشیع کے عظیم علماء پر۔

یہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علماء حق نے قرآن کے بارے میں خیانت کی اور عوام کو گمراہ کیا ہے؟ اگر آپ کو کسی بات کا علم نہ ہو تو پہلے اس کے ایکسپرٹ سے رجوع کر کے اس کا جواب طلب کریں، پھر عوام الناس کے سامنے بیان کریں اور اگر علم نہیں تو ایسی قبیح تہمت سے پرہیز کرتے ہوئے اس عنوان کو اپنی تقریر کا حصہ ہی نہ بنائیں۔

جواد نقوی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ واضح انداز میں فرما رہا ہے لفظ عصیٰ استعمال کرتے ہوئے کہ حضرت آدم نے اللہ کی نافرمانی کی جس پر علماء تشیع قرآن کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے اور اللہ کے فرمان کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ نہیں نافرمانی نہیں کی جبکہ اللہ کہہ رہا ہے کہ نافرمانی کی۔

میں جواد نقوی صاحب سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر اسی اصول پر آپ عمل کریں گے تو پھر ان آیات کا کیا ترجمہ کریں گے کہ جس میں اللہ فرما رہا ہے؛ اللہ کا ہاتھ، اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔۔ یا دوسرے مقام پر؛ تم جس طرف بھی اپنا رُخ کرو گے، وہیں اللہ کا چہرہ ہے؟

کیا آپ اس کا یہی ترجمہ قبول کر لیں گے کہ معاذاللہ کہ اللہ کا واقعی کوئی ہاتھ اور چہرہ ہے؟؟ یا اس کی تاویل کریں گے؟؟ جواب دیجیے۔۔ کیا نعوذ باللہ اللہ مجسم ہے؟؟

قبلہ جواد نقوی صاحب ان آیات کا ظاہری ترجمہ عقل اور نقل (آیات) کے مابین اعتراض پیدا کر رہا ہے تو ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں کہ عقل پر عمل کریں اور نقل میں تاویل کریں۔

یعنی ان آیات کے معانی کو عقل کے مطابق مراد لیں وہ اس لیے کہ اگر یہ صورت اختیار نہیں کریں گے تو عقل و نقل دونوں پر عمل کیا جائے گا یا دونوں کو ترک کر دیا جائے گا اور یا پھر نقل پر عمل کریں گے اور عقل کو چھوڑ دیں گے تو قبلہ نقوی صاحب یہ تمام صورتیں باطل ہیں کیونکہ پہلی صورت میں **اجتماع نقیضین** لازم آتا ہے اور دوسری صورت **میں ارتفاع نقیضین**۔۔ اور یہ دونوں صورتیں ہی محال ہیں۔

جہاں تک تیسری صورت یعنی نقل پر عمل کرنا اور عقل کو چھوڑ دینا ہے، اس صورت میں بھی نقل کو چھوڑنا لازم آئے گا اور وہ اس لیے کہ نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ عقل ہے اور عقل کو چھوڑ دیا گیا تو محترم نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہ رہے گا جس کی وجہ سے نقل بھی چھوٹ جائے گی۔

تو۔۔ اب عقل کے مطابق ان آیات میں یَد سے مراد قوت و طاقت ہے نا کہ جسمانی ہاتھ اور وجہ اللہ کی وجہ سے مراد وہ ہستیاں ہیں جو اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہیں یعنی وہ شے جس سے اُس شے کی معرفت ہو۔

اس طریقے سے اُن آیات کی بھی تاویل ضروری ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معاذاللہ گناہ صادر ہوا تھا کیونکہ دلیلِ عقلی سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

جبھی علماء کرام کہ جن پر آپ تہمت لگا رہے ہیں، انہوں نے ان آیات کو یک جا کر کے اُن کے معانی عقل کے مطابق بیان کیے ہیں۔

آپ جو حضرت آدم علیہ السلام پر عصی لفظ سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ معاذاللہ ان سے نافرمانی ہوئی تو پہلے اس لفظ پر علمی تحقیق کر لیں اور دیکھ لیں کہ لغت میں عصیان کے کیا معنی ہیں۔

عصیان کے وہ معانی قطعاً نہیں جو آپ نے مراد لیے ہیں یعنی گناہ و نافرمانی معنی نہیں بلکہ عصیان کے معنی خلاف الطاعۃ ہے یعنی اطاعت کی ضد کو عصیان کہتے ہیں۔

میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اطاعت کی بھی چار اقسام ہیں؛

امر واجب میں اطاعت

امر مستحب میں اطاعت

ترکِ حرام میں اطاعت

ترکِ مکروہ میں اطاعت

اور محترم جواد نقوی صاحب جیسے اطاعت کی چار اقسام ہیں ویسے ہی عصیان کی بھی چار قسمیں ہیں۔

امرِ واجب کے ترک میں عصیان

امرِ مستحب کے ترک میں عصیان

ارتکابِ فعلِ حرام میں عصیان

ارتکابِ فعلِ مکروہ میں عصیان

اب آپ پر واضح ہو چکا ہو گا کہ لفظ عصیان کا کوئی مستقل مفہوم نہیں بلکہ جس قسم کا امر یا نہی ہو گا اُسی حیثیت کا عصیان ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر امرِ واجب کو ترک کیا ہے تو امرِ واجب میں عصیان ہو گا جو کہ بے شک گناہ ہے اور اگر امرِ مستحب کو ترک کیا ہے تو امرِ مستحب میں عصیان ہو گا جو قطعاً گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح فعلِ حرام میں عصیان، گناہ ہو گا اور اگر مکروہ عمل بجالایا گیا ہے تو امرِ مکروہ میں عصیان شمار ہو گا جو کہ گناہ نہیں ہے۔

تو اب حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان دیکھتے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے لَا تَقرَبَا هٰذِهِ الشَجَرَةَ یعنی اے آدمؑ و حواؑ، تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا۔

اوپر پیش کی گئی آیت میں لا تقربا حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے یعنی آدم و حوا کا درخت کے پاس جانا حرام نہ تھا بلکہ کراہت تھا کیونکہ لا تقربا فعلِ نہی ہے اور فعلِ نہی کا استعمال حرام اور کراہت دونوں میں ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ فعلِ حرام میں نبی اور اس کی اُمت دونوں برابر ہیں۔

فعل حرام پر جس طرح نبی قابلِ سزا ہے اسی طرح سے ایک امتی بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ تو درخت کے قریب جانے کے لیے آدم و حوا دونوں کو منع فرمایا گیا تھا اور لا تقربا، تثنیہ کا صیغہ ہے مطلب درخت کے قریب جانے، اسے کھانے میں دونوں شریک تھے۔ اور اس کے نتیجے میں آثار کے ظاہر ہونے میں بھی دونوں ہی شریک تھے۔

لیکن جب اس فعل پر مواخذے کا وقت آیا تو جناب حوا کو نظر انداز کر دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام قابلِ مواخذہ قرار پائے۔ جیسا کہ قرآن فرمارہا ہے؛ آدم نے اپنے رب کا عصیان کیا۔ عصیان کو آدم کے ساتھ مخصوص کرنے اور حوا کو نظر انداز کر دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ فعل جنابِ حوا کے لیے ایسا عصیان نہیں تھا جو قابلِ مواخذہ ہوتا۔

تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو کراہت رکھتا تھا یا مستحب تھا جسے ترکِ اولیٰ یعنی بہترین میں سے بہتر کا انتخاب تھا۔ یا مستحب تھا نہیں بلکہ مستحب کا ترک تھا پھر مکروہ بھی نہیں تھا ترک اولیٰ ہی تھا انکی شان سے بعید تھا۔

بار بار عصیان کے لفظ سے گناہ ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے، بہت سے اسم اپنے مسمی پر جا کر معنی دیتے ہیں اس وقت لفظوں سے نکاح نہیں کیا جاتا۔

جیسے متکبر ایک عام شخص کے لئے برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی متکبر ہے یہاں اسکے معنی معاذ اللہ مغرور کے نہیں بلکہ صاحب عظمت کے ہیں۔

رقیب اردو میں برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی رقیب ہے (رقیب عتید)، یہاں رقیب نگہبان کے معنی میں ہے، لہٰذا یہاں فعصی، آدم نے عصیان کیا، گناہ کے معنی میں نہیں ہے!

ایک آخری مثال؛ کسی کو ٹی وی پروگرام میں چھینک آجائے تو وہ سوری کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو کیا اس نے گناہ کیا تھا؟ نہیں۔

اسی طرح انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی توبہ گناہوں پر نہیں ہوتی، اللہ کی عظمت کے آگے خاشع ہونے کی بنا پر ہوتی ہے کہ حقِ بندگی جو اسکا حق تھا کہاں ادا کر سکے۔

تو اب محترم جواد نقوی صاحب اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ جو الزام اور تہمت وہ علماء حق پر لگا رہے ہیں دراصل وہ خود اُن کی کم علمی کا نتیجہ ہے جس کا وہ ایک اور ویڈیو کے ذریعے اظہار کریں۔

میں قارئین سے معذرت چاہتا ہوں کہ یہ تحریر طوالت کی وجہ سے ایک مکمل مقالے کی صورت اختیار کر گئی کیونکہ میں مجبور تھا کہ جواد صاحب کو مکمّل علمی جواب دیا جائے۔۔ دعا گو ہوں کہ اللہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مومنین و مومنات کے عقائدِ حقہ کا نگہبان رہے۔

والسلام علیکم، احقر ابوعبداللہ